

برکات رضا گروپ کی انقلابی آواز
مسک علی حضرت اور مشرب صدر الافاضل کلبے باک نقیب

اپریل، مئی، جون
2021

عرفانِ رضا

ستہ ماہی

ملہ آباد



واقعہ معراج مصطفیٰ ﷺ اور منکرین کے شبہات کا ازالہ

حضور اقدس ﷺ کے تعدد ازواج کی حکمتیں

درس سورہ حجرات آیت نمبر ۱

عظمت صحابہ و اہل بیت و رد و افض و خوارج

شرح حدیث إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

علم طب میں اعلیٰ حضرت کی مہارت

شیخ معقولات علامہ محمد ہاشم نعیمی تعارف و شخصیت

مسلمانوں کا سیاسی بحران، نئی صبح کی نوید

مدیر اعلیٰ محمد نفیس القادری امجدی

مدیر اعزازی محمد ناظر القادری مصباحی

پہلا شمارہ
حجراتِ اربعہ



برکاتِ رضا گروہ کی انقلابی آواز مسک اعلیٰ حضرت اور شریعتِ افاضل کا بے باک نقیب

ستہ ماہی

مسک

مراد آباد

APIL, MAY, JUN 2021

آندلان

پہلا شمارہ

اپریل، مئی، جون ۲۰۲۱ء

ذہنی و فنی

جامع معقول و منقول استادِ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد عارف قادری ضوی صاحب

پرنسپل و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بک شریف

مجلس ادارت

محمد نفیس القادری امجدی مراد آباد، یوپی

محمد ناظر القادری مصباحی

محمد آصف رضا مصباحی

محمد شہباز مصباحی

محمد افتخار امجدی

محمد رضا اقصیٰ امجدی

نوٹ

ادارے کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں۔
یہ رسالہ ویب سائٹ بنام ”ہماری آواز“ پر اپلوڈ کر دیا گیا ہے۔

Www.humariaawaz.com

مدیر اعلیٰ

مدیر اعزازی

مدیر

مدیر معاون

مدیر مسئول

تزیین کار

مجلس مشاورت

مفتی محمد سلیمان نعیمی مراد آباد

مفتی محمد حنیف مصباحی بھونچہ

مفتی محمد اشفاق القادری مہربان پور

مفتی اشتیاق احمد مصباحی بھونچہ

مفتی محمد سلیم مصباحی الد آباد

مولانا محفوظ رضا نعیمی نجیب آباد

مولانا محمد اکبر علی نجیب مراد آباد

مفتی ناظر حسین نعیمی پٹنہ

مفتی محمد علی نعیمی بادیش

مفتی محمد شفاق احمد امجدی نارک

مفتی محمد ایوب ازہری

مولانا محمد عاشق مصباحی

مولانا محمد غیاث الدین مصباحی

مولانا محمد ابر القادری سردھارہ گڑھ

مولانا محمد اسلم نعیمی اٹک

قاری محمد خیر الدین ضوی بھونچہ

قاری محمد ناظر حسین رضوی

مجلس معاونت

مفتی محمد سلیم مصباحی

مفتی محمد ذیشان رضا مصباحی

مولانا محمد عظیم علی نعیمی

مفتی محمد درضا منظری

مولانا حسن عیسیٰ مصباحی

مولانا محمد مظفر حسین مصباحی

مولانا محمد شمیم اختر مدنی

مفتی محمد رضوان نوری مصباحی

مولانا محمد راشد حسین مصباحی

مولانا محمد دانش سعدی

مفتی محمد نعیم منظری

مولانا محمد سردار عالم تحسینی

مولانا ساجد القادری منظری

مولانا محمد مستقیم رضا

قاری عبدالسلام رضوی

مولانا عبدالقادر مصباحی

مولانا محمد عارف رضا نعیمی

مولانا اعظم رضا نعیمی

مولانا محمد مظاہر حسین نجیبی

مولانا جنید عالم

ONLINE

SEH-MAHI
IRFAN-E RAZA

Dolpuri, Moradabad, UP-244001

9719267190 8923604732

فہرست مضامین

شمار	مضامین	مقالہ نگار	صفحہ
۱	تشجیعی کلمات	مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی	3
۲	اداریہ	مولانا محمد ناظر القادری مصباحی	4
۳	عرفان قرآن: درس سورہ حجرات آیت: ۱	مولانا محمد ناظر القادری مصباحی	8
۴	عرفان حدیث: شرح انما الاعمال بالنیات	مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی	20
۵	عرفان فقہ: آپ کے سوالات اور مفتی صاحب کے جوابات	مفتی محمد ذیشان رضا مصباحی	27
۶	عرفان تصوف: فضائل ماہ شعبان اور معمولات اہل سنت	مفتی محمد افتخار الحسن امجدی	29
۷	عرفان تحقیق: واقعہ معراج مصطفیٰ ﷺ اور منکرین کے شبہات کا ازالہ	مولانا محمد نفیس القادری امجدی	34
۸	حضور اقدس ﷺ کے تعدد ازواج کی حکمتیں	مفتی مشتاق احمد امجدی	40
۹	عظمت صحابہ و اہل بیت و دروافض و خوارج	مفتی محمد آصف رضا مصباحی	48
۱۰	علم طب میں اعلیٰ حضرت کی مہارت	مفتی محمد رضوان نوری مصباحی	51
۱۱	عرفان فضائل: رمضان المبارک کے فضائل و مسائل	مولانا محمد عاشق مصباحی	55
۱۲	زکوٰۃ و صدقات کی اہمیت و مسائل	مفتی محمد نعیم منظری	65
۱۳	عرفان شخصیات: تحریک آزادی ہند میں علمائے مراد آباد کا کردار	مولانا محمد نفیس القادری امجدی	68
۱۴	شیخ معقولات علامہ محمد ہاشم نعیمی تعارف و شخصیت	مولانا محمد ناظر القادری مصباحی	73
۱۵	عاشق مصطفیٰ ﷺ حضرت اویس قرنی	مولانا مقیم رضا غزالی	83
۱۶	عرفان سیاست: مسلمانوں کا سیاسی بحران نئی صبح کی نوید	مولانا محمد ناصر رضا امجدی	86
۱۷	عرفان حالات حاضرہ: وقت کی اہم پکار	مفتی محمد گل ریز رضا مصباحی	90
۱۸	عرفان خبر	-----	92

نوٹ: جس مقالہ نگار کا مضمون مطالعہ کرنا ہو تو یہاں فہرست مضامین میں اسی مضمون کے نام پر دبائیں آپ کے سامنے وہی مضمون کھل کر آئے گا۔

تشجیعی کلمات

جامع معقول و منقول استاد العلماء حضرت مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی صاحب
پر نسیل جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

رفیع القدر، برادر عزیز، ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا محمد نفیس القادری صاحب امجدی مدظلہ العالی
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

عصر حاضر میں تمام تر باطل پرست جماعتیں لوح و قلم کی مضبوط قوت و توانائی سے لیس ہو کر اپنے غیر اسلامی
افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں، قرطاس و قلم کے سہارے حق و باطل کی درمیان خط امتیاز کو دبانے کی
کوشش کی جا رہی ہے، نئے نئے فتنے جگائے جا رہے ہیں، معتقدات اہل سنت پر شب خون مارا جا رہا ہے ان حالات میں
ضروری ہے کہ مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ فکر و قلم کے ذریعہ عقائد اہل سنت کی ترویج و تشہیر کی جائے، عقائدِ باطلہ کا رد
بلغ ہو، مسلکِ اعلیٰ حضرت، مشرب صدر الافاضل کو عام سے عام تر کیا جائے۔ ع

جہاں میں عام پیغامِ شہ احمد رضا کر دیں

اس تناظر میں آپ نے اپنے مخلص احباب کے ساتھ سہ ماہی عرفانِ رضا کی اشاعت کا جو اہم منصوبہ بنایا ہے اس
پر آپ پوری ٹیم کے ساتھ ڈھیر ساری مبارک بادیوں کے مستحق ہیں۔

مسرت و شادمانی کی بات ہے کہ اس کا پہلا شمارہ تیاری کے بالکل آخری مرحلہ میں ہے۔

رب العزت جل جلالہ و عم نوالہ آپ کی یہ گراں قدر دینی و علمی خدمت کو شرف قبول کا اعزاز بخشے، مسلکِ اعلیٰ
حضرت کی خوب سے خوب خدمت کی توفیق خیر سے نوازے اور ہم سب کے علم و عمر، اور عمل خیر میں بے پناہ برکتیں عطا
فرمائے اور عرفانِ رضا کو رہبر و رہنما بنائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد عاقل رضوی غفرلہ القوی

صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

شکوہ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

کچھ محمد ناظر القادری مصباحی

مسلم حق اہلسنت وجماعت کی زبوں حالی پر صرف مایوسی کا اظہار کرنے والے بھی بہت ہیں اور ملت اسلامیہ کے مسائل سے آنکھیں موند کر ”سب کچھ بہت اچھے“ کا نعرہ لگانے والوں کی بھی کمی نہیں ہے، اس افراط و تفریط کے ٹھیک بچہ و بیچ، ارباب علم و دانش کی ایک بڑی جماعت ہے جو امت مسلمہ کے برہم گیسو سنوارنے میں مصروف عمل ہے، شبانہ روز رضائے الہی اور خوشنودی مصطفیٰ کی خاطر، کلمہ حق کی سر بلندی، اسلام و سنت کے فروغ، اصلاح فکر و اعمال، کے لئے کوشاں ہے، اپنی تبلیغی، تعلیمی، سماجی، دینی خدمات پر نہ تو وہ تعریف کرنے والوں کی مدح سرائی سے شداں ہو کر غفلت کا شکار ہوتے ہیں اور نہ ہی ملامت گروں کے طعن و تشنیع کے تیر، ان کے جذبات کو ماند کرتے ہیں۔ اس جماعت کی مساعی جلیلہ، پوری دنیائے سنت کی طرف سے لائقِ صد تحسین و آفرین بھی ہیں اور ہم جیسے کم علم و کم ہمت لوگوں کے لئے قابلِ تقلید و اتباع بھی ہے، ان ہی خلوص مند، پاک باز، نفوس سے راہ نمائی حاصل کرتے ہوئے، بحمدِ تعالیٰ شوشل میڈیا کے چند رفقاء نے مل کر گروپ برکات رضا کے پلیٹ فارم سے مسلک اعلیٰ حضرت اور مشرب صدر الافاضل کے ترجمان، سہ ماہی عرفانِ رضا (آن لائن) جریدے کا منصوبہ بنایا جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رسول ﷺ کی عنایت سے اب آخری مراحل میں ہے۔ کسی بھی قوم کے عقائد و نظریات، افکار و خیالات کے ابلاغ و ترسیل میں رسائل و جرائد کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ قوم و ملت کے عظیم ترین اثاثے اور ترجمان ہوتے ہیں جو مذہبی، مسلکی معاشرتی اور اقتصادی معلومات کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ یہ ابر باداں کی طرح گھر گھر پہنچ کر تشنگانِ علم و ادب کو سیراب کرتے ہیں۔ آزادی کے بعد ہمارے وطن عزیز میں سنی جرائد و رسائل کی ایک روشن و زریں تاریخ ہے جس سے اردو زبان و ادب مالا مال ہے، ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، فیض الرسول براؤں شریف، جام نور کلکتہ، جام کوثر کلکتہ، امجدیہ گھوسی، جام نور دہلی، کنز الایمان دہلی، سواد اعظم دہلی، جیسے درجنوں رسالے مسلک اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات کی نشر و اشاعت اور بدعات و ضلالت کے رد و ابطال میں مصروف عمل رہے ہیں، تاہم مغربی اتر پردیش کے اضلاع مراد آباد، رامپور، امروہہ، بجنور کی سطح پر اس وقت کوئی بھی ایسا سنی پرچہ نہیں ہے جس سے ہمارے سنی مسلمان بھائی استفادہ کر سکیں۔

اسی کمی کے پیش نظر فاضل گرامی، محب محترم حضرت مولانا محمد نفیس القادری امجدی صاحب نے مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ اور صدر الافاضل، فخر الاماثل علامہ امام سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے فیضانِ نسبت سے ایک سہ ماہی رسالے کے اجراء کے لئے اکابر علماء عظام اور مخلص احباب سے مشاورت کی جسے نہ صرف قبول کیا گیا بلکہ تشجیع کلمات سے نوازا گیا، اس رسالے کے مقاصد حسب ذیل ہیں:

﴿ اسلامی عقائد و تعلیمات کی اشاعت: ہماری زندگی کا اک اک لمحہ ربِ قدیر جل جلالہ کے بے پایاں احسانات کا مرہون ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زبان و قلم کی قوت کو اس کے دین کی سرفرازی کے لئے استعمال کرنا تقاضہٴ بندگی اور عینِ زندگی ہے، اس لیے ہماری اس کوشش کا بنیادی مقصد، عقائدِ حقہ کی ترویج، اسلامی تعلیمات کی اشاعت، رسول پاک ﷺ اور صحابہ و اہل بیت علیہم الرضوان کی پاکیزہ زندگیوں سے امتِ مسلمہ کو روشناس کرانا ہے۔

﴿ مذہبِ باطلہ، فرقِ ضالہ کا رد و ابطال: دورِ رواں میں اسلام دشمن طاقتوں اور مخالفینِ اہل سنت عناصر نے اسلام و سنیت کے خلاف ہر چہار جانب سے یلغار کر رکھی ہے، جس کے زیر اثر اتنا دو گمراہی کا ایک خوفناک سلسلہ جاری ہے، اس کا بروقت سدباب کرنا ہر مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے، سہ ماہی عرفانِ رضا کی ٹیم اس حوالے سے بھی مقدور بھر کوشش کرنے کی نیت رکھتی ہے۔

﴿ اسلافِ شناسی: ضلعِ مراد آباد و اطراف میں اکابرینِ اہل سنت کی کثیر تعداد ہے جنہوں نے اپنی حیاتِ مستعار کو دین و مسلک کی خدمات کے لیے وقف کر دیا اور اپنی علمی، روحانی روشنی سے ان گنت لوگوں کے دلوں کو روشن فرمایا، مثلاً حضرت مولانا سید کفایت علی کافی، مولانا سید وہاب الدین، خطیبِ ملت حضرت مولانا شاہ محمد نذیر الاکرم نعیمی، رحمہم اللہ (مراد آباد) قطبِ وقت، حضرت مولانا خواجہ عبدالسلام عباسی نقشبندی، حضرت مولانا صوفی محمد ابراہیم سلامی نقشبندی، رحمہم اللہ (بہار گنج شریف) حضرت قبلہ شاہ کابلی میاں، استاد الحفاظ حضرت حافظ غلام نور صاحب والد ماجد حضور حافظِ ملت، ولی کامل حضرت حافظ عبدالرحیم سلامی، عرف غنی میاں رحمہم اللہ (بھوچپور)، رفیق العلماء حضرت مفتی محمد رفیق مصباحی (ڈھکیا)، استاد العلماء حضرت مفتی محمد ممتاز نعیمی صاحب (تموٹیا) جیسے اربابِ فضل و کمال سے مراد آباد کی تاریخِ روشن ہے، مگر موجودہ نسل، ان کے زریں کارناموں، مذہب و ملت کے لیے کی گئی ان کی کوششوں سے یکسر ناواقف ہے الا ماشاء اللہ، یہ پہلو نہایت افسوس ناک ہے، بلاشبہ ان کی تبلیغی خدمات، تعلیمی کوششیں، اصلاحی مساعی، احسان فراموشی کے دبیز پردوں میں چھپانے کے بجائے کھلے دل سے خراجِ تحسین کی حقدا رہیں۔ لہذا ایک محدود پیمانے پر تحریکِ اسلاف شناسی کو آگے بڑھاتے ہوئے، ان علما و مشائخ کی حیات و خدمات سے نسل نو کو آگاہ کرنا بھی ہمارے عزم میں شامل ہے۔

﴿ اعترافِ خدمات: علما اہل سنت، انبیاء کرام کے وارث، اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سچے نائب ہیں، احقاقِ حق، ابطالِ باطل، دعوت و تبلیغ، تدریسی فرائض، تعمیری کار کے سلسلے میں ان کی گراں قدر کاوشوں کا اعتراف امر لازمی اور اخلاقی فریضہ ہے، اہل سنت میں بنیادی کام کرنے والوں کی جتنی ناقدری ہوتی ہے دوسری اقوام میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، بندہ ایک پیر مغال کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد سب کچھ اس پر نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے، مگر خون جگر پلا کر پڑھانے والے، اساتذہ کرام کو خراجِ عقیدت پیش کرنا تو دورِ سلام و مصافحہ تک کرنے سے گریز کرتا ہے، حالانکہ ان حضرات کی ذات نہ تو کسی دنیاوی اجر کی محتاج ہے اور نہ مدح و ستائش کی خواہاں، اور نہ ہی ہم اپنے اساتذہ کرام کے احسانات کا حق ادا کر سکتے ہیں، صرف حصولِ سعادت کے لئے عرفانِ رضا ٹیم نے باہمی مشاورت کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ علاقائی سطح پر جو علمائے کرام اور اساتذہ ذوی الاحترام تدریس و افتاء، تبلیغ و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں ان کا جامع اور مختصر تعارف شائع کیا جائے۔ درج بالا اغراض کے علاوہ، روز مرہ پیش آنے والے مسائل کا شرعی جواب دینا، طلبائے مدارس میں مضمون نگاری کا ذوق و شوق بیدار کرنا، اردو زبان و ادب کو فروغ

دینا، معاشرے میں پھیلی غیر شرعی رسموں کے سد باب کی کوشش کرنا، جیسے مقاصد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بروئے کار لانے کی کوشش کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس جریدہ کو جامع معقول و منقول استاد العلماء حضرت مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی صاحب پرنسپل جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کی سرپرستی کے علاوہ مندرجہ ذیل ہمارے ان اساتذہ کرام و مشائخ عظام کی پر خلوص حمایت و مشاورت حاصل ہے۔

مجلس مشاورت

- ❖ حضرت مفتی محمد سلیمان نعیمی مراد آباد
- ❖ استاد محترم مفتی حنیف مصباحی بھونچ پور
- ❖ استاد مکرم مفتی محمد اشفاق القادری مصباحی بھونچ پور
- ❖ استاد گرامی مفتی اشتیاق احمد مصباحی بھونچ پور
- ❖ استاد معظم مفتی محمد سلیم مصباحی الہ آباد
- ❖ استاد محتشم مولانا محفوظ رضا نعیمی نجیب آباد
- ❖ استاد عالی قدر قاری محمد خیر الدین رضوی بیکاولا
- ❖ مولانا محمد اکبر علی نعیمی مراد آباد
- ❖ مفتی ناظر حسین محمدی نعیمی پنسکھا
- ❖ استاذی وقار مفتی محمد علی نعیمی ماریش
- ❖ مفتی مشتاق احمد امجدی ناسک
- ❖ مولانا اذہر القادری سدھار تھ نگر
- ❖ مولانا محمد اسلم نعیمی ڈھکیا

مجلس معاونت

- ❖ مفتی محمد ایوب ازہری
- ❖ مولانا محمد عاشق مصباحی
- ❖ مولانا محمد غیاث الدین مصباحی
- ❖ مفتی محمد سلیم مصباحی
- ❖ مفتی محمد ذیشان رضا مصباحی
- ❖ مولانا محمد عظمت علی نعیمی
- ❖ مفتی محمد رضا منظری
- ❖ مولانا حسن عالم مصباحی
- ❖ مولانا محمد مظفر حسین مصباحی

- ❖ مولانا محمد شمیم اختر سعدی
- ❖ مفتی محمد رضوان نوری مصباحی
- ❖ مولانا محمد راشد حسین مصباحی
- ❖ مولانا محمد دانش سعدی
- ❖ مفتی محمد نعیم منطری
- ❖ مولانا محمد سردار عالم تحسینی
- ❖ مولانا ساجد القادری منطری
- ❖ مفتی غلام برکاتی
- ❖ مولانا محمد مستقیم رضا
- ❖ قاری عبدالسلام رضوی
- ❖ مولانا عبدالقادر مصباحی
- ❖ مولانا محمد عارف رضا نعیمی
- ❖ مولانا محمد مظاہر حسین نجیبی

یہ ہمارے مخلص احباب ہیں جن کی معاونت و نصرت ہمارے لئے باعثِ فرحت و مسرت ہے۔

ادارتی بورڈ

ہماری ادارتی ٹیم میں محب محترم مولانا محمد نفیس القادری امجدی صاحب بطور مدیر اعلیٰ شامل ہیں، موصوف بڑے ہی متحرک و فعال، دینی درد رکھنے والے، محنتی آدمی ہیں، اس رسالے کے اجرا کے لیے مشاورت، مضمون نگاروں سے رابطے، بار بار فون پر گزارشات کے علاوہ دو مضمون بھی لکھے ہیں۔ بطور مدیر حضرت مفتی محمد آصف رضا برکاتی مصباحی صاحب کی رفاقت حاصل ہے، آپ کی کئی قلمی نگارشات طبع ہو چکی ہیں، مضمون نگاری سے خوب شغف رکھتے ہیں، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے شعبہ تدریس تدریس سے منسلک ہیں۔ بطور معاون مدیر، مولانا محمد شہباز رضا مصباحی، بجنوری، دہلی یونیورسٹی میں شعبہ فارسی کے ریسرچ اسکالر، بڑی خوش خصل شخصیت ہیں۔ مدیر مسئول کے فرائض، مفتی محمد افتخار بجنوری کے ذمے ہیں موصوف جامعہ امجدیہ گھوسی سے فارغ التحصیل ہیں جہاں ہی میں درس و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں جبکہ مدیر اعزازی کی ذمہ داری فقیر کے ناتواں کاندھوں پر ہے۔

مفتی مشتاق احمد امجدی ناسک مہاراشٹر نے بھی کافی مفید مشوروں سے نوازا، حروف سازی، تزئین کاری کی ذمہ داری مولانا رضاء المصطفیٰ امجدی بھینڈی کی ہے۔

ہمیں یہ دعویٰ یا غرہ نہیں ہے کہ ہم کوئی بڑا کام کر رہے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے، یہ صرف ”شکوہ ظلمت شب“ کے بجائے ”اپنے حصے کی شمع جلانے“ کی ایک حقیر کوشش ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شرف قبول کے متمنی ہیں، سہ ماہی عرفان رضا کا پہلا شمارہ پیش خدمت ہے، امید ہے آپ اسے پسند کریں گے اور اپنی بیش قیمت آرا سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے، ہماری پوری ٹیم کو خصوصی دعاؤں اور نیک تمناؤں میں شامل رکھیں، رب قدیر ہم سب کو توفیق خیر سے نوازے۔

درس سورۃ حجرات آیت (۱)

✍ مولانا محمد ناظر القادری مصباحی
استاد جامعہ قادریہ بشیر العلوم بھوجپور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا أَيْدِيَكُمْ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِنَّ اللَّهَ لَنَبْذِلَهُمْ

عرفان قرآن کالم کے لیے فقیر نے امام عینی رحمہ اللہ کی عمدۃ القاری، قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ کی مصدق الفضل، علامہ میرٹھی رحمہ اللہ کی بشیر القاری جیسی کتب کی طرز سے فیض حاصل کرتے ہوئے درس قرآن لکھنے کی ایک حقیر کوشش کی ہے، گرچہ اس طالب علم کی یہ کوشش، ان ہستیوں کی مساعی جیلہ کے کروڑوں حصے کے بھی برابر نہیں ہے تاہم بعض احباب کی خواہش کے مطابق، اپنے عزیز طلباء کے لیے درس قرآن میں قدرے جدت لانے کی سعی کی ہے، رب قدیر اسے پر خلوص بنا کر شرف قبول سے نوازے، استاد گرامی حضرت قبلہ علامہ اشفاق القادری مصباحی صاحب مدظلہ، استاد العلما حضرت قبلہ مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی صاحب دام ظلہ کی نظر ثانی کے بعد قارئین کی نذر ہے۔

جو حضور اقدس ﷺ اللہ کی طرف سے لائے اور زبان سے اقرار کرنا۔

ثلاثی مجرد: آمن (س) الرجل أَمَنَّاوَأَمَانًاوَأَمْنَةًوَأَمْنَةً
أَمَانَةً مطمئن، بے خوف ہونا۔ (المعاني الجامع)

قدم: اس میں دو جہیں ہیں:

(۱) متعدی جس کا معنی ہے آگے کرنا، اس تقدیر پر مفعول مخدوف ہے۔ (۲) لازم ہے، اس صورت میں قدم تقدم کے معنی میں ہے، اسی سے مقدمة الجیش، مقدمة الكتاب ہے۔ (اعراب القرآن و بیانہ)

رسول: اللہ کا پیغام بر، جمع رسل، شرع میں: وہ نبی جس کی طرف وحی اور کتاب نازل کی گئی ہو، اور وہ تبلیغ کا مامور ہو۔

اللہ: لفظ اللہ میں چند اقوال ہیں:

(۱) اللہ اصل میں الہ تھا، ہمزہ تخفیفاً حذف کر دیا، اس پر لام تعریف داخل کر کے اوغام کیا گیا، اللہ ہو گیا، یہ باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ”الہ“ کے اشتقاق میں کئی اقوال ہیں:

مختصر تعارف سورۃ حجرات

حجرات، حجرۃ کی جمع ہے، حجرۃ کے معنی ہیں کمرہ، اس سورہ کی ایک آیت میں لفظ ”حجرات“ مذکور ہے، اس مناسبت سے اس کو ”سورہ حجرات“ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

اس سورہ مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ کے آداب، ادب کرنے والوں کے لئے بخشش و مغفرت کا وعدہ، ادب سے نا آشنا لوگوں کی سرزنش، بغیر تحقیق کے قبول خبر سے ممانعت، دو مسلمانوں میں تنازعہ ہونے کی صورت میں صلح صفائی کا حکم، کسی مسلمان کے مذاق اڑانے، نام بگاڑنے، غیبت، بدگمانی کرنے سے روک، حسب و نسب پر فخر کرنے والوں کو ہدایت، اسلام لانے پر احسان جتانے والوں کو تنبیہ، مومن کامل کی نشانیاں جیسے عظیم الشان مضامین بیان کیے گئے۔

علم لغت

أمن ایمان، دل سے سچا جانا، شرع میں ان چیزوں کو سچا ماننا،

(۲) الہ یالہ (ف) سے جس کا معنی ہے عبادت کرنا اس بنا پر الہ بمعنی مالوہ یعنی معبود، جیسے خلق بمعنی مخلوق۔ الہ یالہ (س) متخیر ہونا سے ماخوذ ہے، تو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے اور اک سے چون کہ عقلیں حیران و ششدر ہیں اس لیے اللہ کہا گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تفکروا فی آلاء اللہ ولا تفکروا فی اللہ“ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کیا کرو اور اس کی ذات کے بارے میں نہ سوچو۔ دوم: بعض نے کہا الہ اصل میں ولہ تھا واؤ کو ہمزہ سے بدل کر الہ بنایا، ولہ یلہ (ض) کا معنی بے خود، وارفتہ ہونا، چونکہ تمام مخلوق کو اللہ سے والہانہ محبت ہے اس لیے اللہ کہا جاتا ہے۔ (۳) بعض نے کہا کہ لہ یلوہ (ن) لیاھا سے ہے جس کا معنی ہے پردے میں چھپ جانا اور ذات باری تعالیٰ بھی نگاہوں سے مستور ہے، اس لیے اللہ کہا گیا۔ (مختص از تفسیر بیضاوی)

تقویٰ: اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا اور اسکے منہیات سے بچنا ”وقی یقی“ (ض) ”وقیفا ووقایۃ فھو وافی“ بچنا

ید: ہاتھ، جمع ید وایادی، سمع: سمعوا وسمعا وسماعۃ سنا، سمع: صفت جمع: سمعاء۔

علم: (س) علما جاننا علیم صفت جمع: علماء۔

علم صرف

أمنوا فعل ماضی معروف، صیغہ جمع مذکر غائب، مہموز فا از باب افعال، یہ اصل میں أَمَّنُوا تھا، ہمزہ ساکنہ ہمزہ متحرکہ مفتوحہ کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا۔ مہموز کا قاعدہ نمبر ۴، ہمزہ ساکنہ، ہمزہ متحرکہ کے بعد واقع ہو تو اس کو ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف علت سے بدلنا واجب ہے۔

لا تنقدموا فعل مضارع مقرون بلام نہی صیغہ جمع مذکر حاضر صحیح از باب تفعیل۔ علامت باب فاکلمہ سے پہلے تا کا زائد ہونا اور عین کلمہ کا مشدد ہونا۔ اتقوا امر معروف، صیغہ جمع مذکر حاضر، لفیف مفروق، فاکلمہ کی جگہ واؤ اور لام کلمہ کی جگہ یا ہے، از باب افتعال۔ اتقاء مصدر اصل میں او تقای تھا، واؤ اصلی افتعال کے فاکلمہ کی جگہ واقع ہونے کی

وجہ سے تا سے مبدل ہو کرتا میں مدغم ہو گیا، اتقای ہو گیا۔ معتل کا قاعدہ نمبر ۴، واؤ، یا اصلی باب افتعال کے فاکلمہ کی جگہ واقع ہوں تو اس کو تا سے بدل کرتا میں ادغام کر دیتے ہیں۔ پھر یا الف زائدہ کے بعد طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ ہو گئی۔ اتقاء ہو گیا۔

معتل کا قاعدہ نمبر (۱۹): یا اور واؤ، الف زائدہ کے بعد طرف میں واقع ہو تو انھیں ہمزہ سے بدل دیتے ہیں۔ اتقوا: اصل میں او تقیوا تھا، واؤ افتعال کے فاکلمہ میں واقع ہے اس کو تا سے بدل کرتا میں ادغام کر دیا اتقیو ہوا، بعد یا کسرے کے بعد واقع ہے، اس کے بعد واؤ ہے، لہذا یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی پھر یا ساکن غیر مدغم ضمہ کے بعد واقع ہوئی اسے واؤ سے بدل دیا اتقائے ساکنین کی وجہ سے ایک واؤ حذف کر دیا۔ اتقوا ہو گیا۔

معتل کا قاعدہ نمبر ۱۰: افعَل کے لام کلمہ کی جگہ واؤ یا یا ضمہ اور کسرہ کے بعد واقع ہوں تو ساکن کر دیتے ہیں، یا کسرے کے بعد ہو اس کے بعد (و) ہو تو یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیدیتے ہیں۔

تقویٰ: اسم مصدر۔ ازوق، یقی اصل میں تقیا تھا فعلی بالفتح کے لام کلمہ کی جگہ یا واقع ہوئی قاعدہ نمبر ۲۶ سے واؤ سے بدل دیا تقویٰ ہوا۔ اور تقیا اصل میں یوقیا تھا واؤ کوتا سے بدل دیا تقیا ہوا۔ قاعدہ نمبر ۲۶: فعلی بالفتح فا کے لام کلمہ کی جگہ یا واقع ہو تو اس کو واؤ سے بدل دیتے ہیں۔ (مستفاد از علم الصیغہ)

علم نحو

یا حروفِ ندا وہ حروف ہیں: جن کے ذریعے کسی کی توجہ کو طلب کیا جائے۔ منادی کے عامل کے بارے میں تین قول ہیں:

- (۱) علامہ مبرد کا مذہب کہ حروفِ ندا خود ناصب ہیں
- (۲) مذہب علامہ ابو علی کہ کلماتِ ندا ان کے نزدیک اسمائے افعال ہیں اور وہی ناصب ہیں۔
- (۳) مذہب علامہ سیبویہ کہ فعل مقدر (ادعو) ناصب اور وجوباً محذوف، اس لیے کہ حرفِ ندا اس کا نائب مناب ہے،

اب اگر اس کو ذکر کیا جائے اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم آئے گا۔ (بشر النابیہ)

یہی مذہب مختار ہے، اسی وجہ سے ترکیب میں ”الذین آمنوا“ کو اذعوکا مفعول بہ قرار دیا ہے۔ (ای) نکرہ مقصودہ: وہ ہے کہ حرف ندا کے ذریعے جس کی تعیین کا قصد کیا جائے۔ (ها) حرف تنبیہ: وہ ہے جس کے ذریعے مخاطب کو آگاہ کیا جائے۔ (الذین): اسم موصول وہ اسم جو صلے کے بغیر جملے کا جز و تام نہ بن سکتا ہو۔

فائدہ: معرف باللام کی ندا کی صورت میں ای اور ہائے تنبیہ، یا اسم اشارہ اور ہائے تنبیہ، یا ای اور اسم اشارہ مع ہائے تنبیہ کو وسیلہ بنایا جاتا ہے، تاکہ دو آلہ تعریف کا اجتماع بغیر فصل لازم نہ آئے۔ جیسے ”یا ایہا الذین“ میں حرف ندا اور الذین کے درمیان میں ”ای اور ہا تنبیہ“ واسطہ ہیں۔ (کافیہ) آمنوا ماضی وہ فعل ہے جو زمانہ گزشتہ سے تعلق رکھے۔

فائدہ: ماضی بنی بر ضم ہے، حالانکہ بنی میں اصل فتح ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ واؤ ضمیر بارز ما قبل ضمے کا مقتضی ہے، اس عارض کی بنیاد پر بنی بر ضم ہوا۔ (لا تقدموا): فعل نہیں وہ ہے جس کے ذریعے مخاطب کو کسی کام سے روکا جائے۔ اس میں لا جازمہ ہے، حروف جازمہ ۶ ہیں: لم، لام امر، لائے نہی، ان شرطیہ، ان مقدرہ۔

اعراب مضارع کی تین قسمیں ہیں: رفع، نصب، جزم۔ لا تقدموا حالت جزمی میں ہے، جزم کی علامت حذف نون ہے اس لیے کہ فعل مضارع کی وجوہ اعراب کے اعتبار سے چار قسموں میں یہ چوتھی قسم ہے یعنی صحیح باضمار بارز جس کا اعراب حالت جزمی میں حذف نون کے ساتھ ہے۔ (بین) ظرف مکان: وہ اسم جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ پر دلالت کرے۔

(یدی) ثنی: وہ اسم جو دو پر دلالت کرے اس سبب سے کہ اس کے مفرد کے آخر میں الف یا ما قبل مفتوح اور نون مکسور ہو۔ یہ ید کا ثنی ہے۔

فائدہ: نون اضافت کے سبب ساقط ہو جاتا ہے، اس لئے کہ اضافت اور نون تنثیہ کے مابین منافات ہے، کیوں کہ نون تنثیہ، کلمے کی تمامیت اور اس کے مابعد سے منقطع ہونے کے لئے موجب ہے جبکہ اضافت مابعد سے متصل ہونے کے لیے موجب اور انقطاع و اتصال میں منافات ہے۔ لہذا نون تنثیہ کو حذف کر دیا۔ (بشر النابیہ از صدر العلماء علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ)

(اللہ) مضاف الیہ: وہ اسم صریح یا مؤول ہے جس کی طرف کوئی شی منسوب ہو حرف جر لفظی یا تقدیری کے واسطے۔

(و) حروف عطف: وہ حروف جن کے ذریعے دو کلموں یا دو جملوں کے درمیان ربط پیدا کیا جائے۔

(رسول) معطوف بحرف: وہ تابع جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی جائے جس کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہے اور دونوں نسبت سے مقصود ہوں۔

(ہ) ضمیر مجرور متصل: وہ ضمیر جو حالت جری میں ہو اور اپنے عامل کے ساتھ متصل ہو۔

(واتق) امر: وہ فعل جس کے ذریعے مخاطب سے کوئی فعل طلب کیا جائے۔

(وا) ضمیر مرفوع متصل: وہ ضمیر جو حالت رफी میں ہو اور اپنے عامل سے متصل ہو۔

(اللہ) مفعول بہ: وہ اس (ذات) کا اسم جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔

(ان) حروف مشبہ بہ فعل: وہ حروف جو لفظاً، معنی فعل سے مشابہت رکھے۔

(اللہ) اسم ان: وہ اسم ہے جو دخول ان وغیرہ کے بعد مسند الیہ ہو۔

(سمیع علیم) خبر ان وغیرہ: وہ اسم مرفوع ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔

فائدہ: ایک اسم کی متعدد خبریں ہو سکتی ہیں کیونکہ خبر حکم ہے اور ایک شی پر متعدد احکام جاری ہو سکتے ہیں۔ تعدد دو قسم پر ہے۔

جائزہ ہر ایک کو دوسرے کے بغیر خبر قرار دینا درست ہو جیسے مذکورہ مثال

واجب: جہاں ایک کو دوسرے کے بغیر خبر قرار دینا درست نہ ہو جیسے ہذا حلو حامض۔ پہلی صورت میں اول کا ثانی پر عطف کیا جاسکتا ہے دوسری صورت میں ترک عطف واجب ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں تعدد خبر جائز ہے۔

علم الاعراب

یا ایہا الذین آمنوا یا حرف ندا، بنی اصل بر سکون قائم مقام ادعو، ادعو فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد متکلم، مفرد معتل واوی مجرد از ضمیر بارز، مرفوع بضم تقدیری، اس میں انا ضمیر متصل مرفوع محلا مشابہ بنی بر سکون اس کا فاعل، ای نکرہ مقصودہ مشابہ بنی بر ضم منصوب محلا منعوت، ہا حرف تنبیہ بنی اصل بر سکون، الذین اسم موصول مشابہ بنی بر فتح، آمنوا فعل ماضی مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب مہوز فا از باب افعال، اصل بنی بر ضم، اس میں واؤ ضمیر بارز مرفوع متصل، مشابہ بنی بر سکون اس کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ، موصول صلہ سے مل کر نعت، منعوت نعت سے مل کر مفعول بہ فعل مضارع اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ، انشائیہ ندائیہ ہوا۔

لا تقدموا این یدی اللہ ورسولہ: لا نہی حرف جزم، بنی اصل بر سکون، تقدموا فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر صحیح با ضمیر بارز، مجزوم بحذف نون، اس میں واؤ ضمیر بارز متصل مرفوع محلا مشابہ بنی بر سکون اس کا فاعل، بین مفرد منصرف صحیح منصوب بفتح مضاف یدی مثنی مجرور بیما قبل مفتوح مضاف الیہ، مضاف، اس پر حرکت موجودہ کسرہ برائے تحرز اجتماع ساکنین، (نون تثنیہ، اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا) اسم جلالہ مفرد منصرف صحیح مجرور بکسرہ متبوع معطوف علیہ و حرف عطف بنی اصل بر فتح، رسول مفرد منصرف صحیح مجرور بکسرہ مضاف، با ضمیر مجرور متصل مشابہ بنی بر سکون مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر تابع معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر بین کا مضاف الیہ، بین مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ مکانی، فعل

اپنے فاعل اور مفعول فیہ مکانی سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

واتقوا اللہ: و حرف عطف بنی اصل بر فتح، اتقوا امر حاضر معروف، صیغہ جمع مذکر، بنی اصل بر ضم، اس میں واؤ ضمیر بارز متصل مرفوع محلا مشابہ بنی بر سکون اس کا فاعل، اسم جلالہ مفرد منصرف صحیح منصوب بفتح مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ ان اللہ سمیع علیم: ان حرف مشبہ بہ فعل بنی اصل بر فتح، اسم جلالہ، مفرد منصرف صحیح منصوب بفتح لفظا اس کا اسم، سمیع مفرد منصرف صحیح مرفوع بضم لفظا صفت مشبہ، اس میں ہو ضمیر مستتر متصل، مرفوع محلا، مشابہ بنی بر ضم اس کا فاعل، صفت مشبہ اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر اول، علیم مفرد منصرف صحیح، مرفوع بضم لفظا، صفت مشبہ صیغہ واحد مذکر، اس میں ہو ضمیر متصل، مستتر، مرفوع محلا، اس کا فاعل صفت مشبہ اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر دوم، ان اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

علم بیان

اس آیت کریمہ میں دو تجوز ہیں:

(۱) مجاز مرسل (۲) استعارہ تمثیلیہ مجاز: لفظ کسی علاقے کی وجہ سے معنی موضوع لہ کے غیر میں استعمال ہو، اور ایسا قرینہ بھی ہو جو معنی حقیقی مراد لینے سے مانع ہو یہ مجاز ہے۔ وہ علاقہ اگر مشابہت کا ہو تو اس کو استعارہ کہتے ہیں اور مشابہت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو تو اس کو مجاز مرسل کہتے ہیں۔

پہلا تجوز

”بین الیدین“ کا حقیقی معنی ہے دونوں عضوؤں (ہاتھوں) کے درمیان کا فاصلہ، جب کہ اس سے مراد سامنے والی دائیں بائیں دونوں قریبی جہتیں ہیں، یدین، مشبہ، اور محاذی جہتیں، مشبہ بہ، تو یدین بول کر محاذی، قریبی جہتیں مراد لینا یہ مجاز مرسل ہے اس لیے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان غیر مشابہت، یعنی قرب و مجاورت کا علاقہ ہے۔

مجاز مرسل کے چوبیس علاقے ہیں

جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

- (۱) جزء بول کر کل مراد لینا (۲) کل بول کر جز مراد لینا
- (۳) سبب بول کر مسبب مراد لینا
- (۴) مسبب بول کر سبب مراد لینا
- (۵) ماضی بول کر مستقبل مراد لینا
- (۶) مستقبل بول ماضی مراد لینا
- (۷) حال بول کر محل مراد لینا
- (۸) محل بول کر حال مراد لینا (۹) قرب و مجاورت
- (۱۰) علت بول کر معلول مراد لینا
- (۱۱) معلول بول کر علت مراد لینا۔

دوسرا تجوز

اس آیت کریمہ میں استعارہ تمثیلیہ بھی ہے، استعارہ تمثیلیہ وہ ترکیب جو معنی موضوع لہ کے غیر میں مستعمل ہو علاقہ مشابہت کی وجہ سے ساتھ ہی ایسا قرینہ بھی ہو جو معنی حقیقی مراد لینے سے مانع ہو۔ استعارہ تمثیلیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں ہیئت ہوتے ہیں جن کا امور متعددہ سے انتراع ہوتا ہے۔ (البلاغۃ الواضحة)

اس آیت کریمہ میں میں ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حال کو، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بغیر ایک دینی معاملے میں سبقت کر رہے تھے، اس خادم کے حال سے تشبیہ دی گئی، جو مخدوم کی مرضی کے بغیر اس سے آگے آگے چل رہا ہو، پھر اس ترکیب کا جو مشبہ بہ پر دال ہے، مشبہ کے لئے استعارہ کر لیا گیا۔ دونوں میں وجہ جامع یہ ہے کہ دونوں اپنے اپنے مالکوں کی رضا کے بغیر ہی آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ قرینہ حالیہ ہے۔ (حاشیہ خفاجی علی بیضاوی)

علم معانی

ہر کلام یا تو خبر ہو گا یا انشاء، اس آیت کا پہلا جملہ ”یا ایہا الذین آمنوا“ انشاء طلبی کی قسم ندا کی قبیل سے ہے، ندا کہتے ہیں: ”طلب الاقبال بحرف نائب مناب ادعوا“ (دروس البلاغہ)

کسی کی توجہ کو طلب کرنا ایسے حرف کے ذریعے جو ادعوا کے قائم مقام ہو، یہاں وہ حرف یا ہے، اس کے ذریعے

اہل ایمان کی توجہ مبذول کرائی جا رہی ہے تاکہ حکم الہی پر گوشِ برآواز ہو جائیں۔

الذین: اسم موصول حقیقت میں اس وقت لایا جاتا ہے جب وہ بطور ایک طریقے کے متعین ہوتا ہے، لیکن یہاں ایسا نہیں ہے، پھر اسم موصول کیوں ذکر کیا؟ تو دراصل اسم موصول کبھی دیگر مقاصد، مثلاً تعلیل، خطا پر تنبیہ، تھویل وغیرہ کے لئے بھی لایا جاتا ہے، تو اس جملے میں تشویق و ترغیب کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ نے ان خوش نصیبوں کو ایمان کی نعمت سے سرفراز کیا ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل پیرا ہوں اور نواہی سے اجتناب کریں۔

آمنوا: جملہ خبریہ فعلیہ، مخصوص زمانے میں اختصار کے ساتھ حدوث کے افادے کے لئے موضوع ہوتا ہے لہذا یہ جملہ زمانہ ماضی میں ایمان کے متحقق ہونے پر دال ہے یعنی اے وہ لوگوں! جو زمانہ گزشتہ میں وصف ایمان کے ساتھ متصف ہو چکے ہو۔

لا تقدّموا: یہ انشاء طلبی کی قسم نہیں ہے، نہی کا معنی ہے: ”قول القائل لغيره على سبيل الاستعلاء (لا تفعل)“، یعنی قائل کا کسی دوسرے کو بطور استعلاء لا تفعل (تومت کر) کہنا، تو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو رسول پاک ﷺ سے قولا، فعلا آگے بڑھنے سے روک دیا۔

اصول: جب بھی سامع کو کسی حکم کا افادہ مقصود ہو تو معنی پر دلالت کرنے والے ہر لفظ کا ذکر اصل ہے، اور جو لفظ کلام سے معلوم ہوتا ہو بقیہ کلام کے دلالت کرنے کی وجہ سے تو اس کو حذف کرنا اصل ہے۔ اور جب دونوں اصلیں متعارض ہوں تو ایک کے مقتضی سے دوسرے کے مقتضی کی طرف کسی نہ کسی سبب اور داعی کی وجہ سے ہی عدول کیا جاتا ہے، تو کچھ ذکر کے داعی ہیں اور کچھ حذف کے، بر تقدیر تعدیہ، لا تقدّموا کا مفعول بہ محذوف ہے، تو اس میں داعی حذف، اختصار کے ساتھ فعل یا متعلقات فعل میں عموم پیدا کرنا ہے۔ جیسے بیچی، ویمست کے مفعول بہ کا حذف، عموم کا فائدہ دیتا ہے کہ وہی ہر نفس کو جلاتا ہے اور مارتا ہے، ایسے ہی لا تقدّموا کے مفعول کو حذف کرنے سے مفہوم یہ ہوا کہ

کسی بھی شے کو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ کرو، نہ اپنے قول و فعل کو نہ ہی دوسرے کے قول و فعل کو نہ کسی چیز کو بین یدی اللہ ورسولہ: لا تقدموا مندا اور مسند الیہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مطلق ہے لیکن اس کو ایک متعلق فعل یعنی مفعول فیہ سے مقید کیا گیا، اس مکان کو بیان کرنے کے لئے جس میں فعل کا وقوع ہوا۔

اصول: اطلاق اس مقام پر ہوتا ہے جہاں کسی بھی طریقے سے حکم کو مقید کرنے سے کوئی غرض متعلق نہ ہو، تاکہ سامع اس میں ہر ممکن طریقہ اختیار کر سکے اور تنقید وہاں ہوتی ہے جہاں حکم کو مخصوص طریقے سے مقید کرنے سے غرض وابستہ ہوتی ہے، اگر اس کی رعایت نہ کی جائے تو فائدہ مطلوبہ حاصل نہ ہو، (دروس البلاغۃ)

لہذا یہ جملہ اگر مطلق ہوتا تو مطلقاً آگے بڑھنے سے نہیں معلوم ہوتی جب کہ مقصود، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے بڑھنے کی ممانعت ہے، اس لیے ”لا تقدموا“ کو ”بین یدی اللہ“ سے مقید فرمایا۔

”یدی اللہ“ معرفہ لایا گیا کیونکہ یہاں غرض، کلام کو ذات معین (باری تعالیٰ) کے ساتھ مربوط کرنے سے متعلق ہے۔ اور یدی کو اسم جلال کی طرف مضاف کر کے معرفہ لایا گیا مضاف الیہ کی تعظیم کی وجہ سے اس لیے کہ یہاں اسم جلال بطور ایک طریقہ متعین نہیں ہے۔ ”ورسولہ“ اسم جلال کو تابع معطوف ”ورسولہ“ سے مقید کیا گیا معطوف اور معطوف علیہ کو جمع کرنے کے لئے، جس کا فائدہ واؤ دے رہا ہے جو مطلق جمع کے لئے ہے۔ اور رسول کی، ضمیر غائب کی طرف اضافت، جس کا مرجع اسم جلال ہے، تعظیم مضاف کی وجہ سے ہے۔ اور ضمیر اختصار کی وجہ سے لائی گئی، اور غائب کی ضمیر اس لیے کہ مقام غیبت کا ہے۔

واتقوا اللہ یہ انشا طلبی کی قسم امر ہے، امر کہتے ہیں ”قول الفائل لغیرہ علی سبیل الاستعلاء افعل“ یعنی قائل کا کسی دوسرے کو بطور استعلاء ”مفعول“ (توکر) کہنا۔ امر حقیقی معنی میں مستعمل ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا امر لابدی ہے۔ فاعل کو ضمیر کی صورت میں اختصار

کی وجہ سے لایا گیا، اور ضمیر حاضر اس لیے کہ مقام خطاب کا ہے۔ فعل امر کو اللہ اسم جلال مفعول بہ سے مقید کیا گیا اس ذات واجب الوجود کو بتانے کے لئے جس سے ڈرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اسم جلال علم تعظیم کی وجہ سے لایا گیا۔

کلام خبری: دو قسم پر ہے: جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ۔ جملہ اسمیہ موضوع ہوتا ہے مسند کو مسند الیہ کے لئے محض ثابت کرنے کے لئے۔ اسم جلال مسند الیہ ہے، سمیع علیم دونوں مسند ہیں، سو اس جملہ سے ذات واجب الوجود کے لئے صفت سمیع و علم کا اثبات ہے۔

خبر کی دو صورتیں ہیں:

(۱) فائدہ خبر (۲) لازم فائدہ خبر، ان اللہ سمیع علیم فائدہ خبر ہے، اس لئے کہ یہاں مخاطبین اہل ایمان کو وہ حکم پیش کیا جا رہا ہے جس پر جملہ مشتمل ہے، یعنی رب قدیر ان کے اقوال کو سنتا ہے اور ان کے دلوں کی باریکیوں سے آگاہ ہے، یہ حقیقت اہل ایمان کو باور کرائی جا رہی ہے۔

ان: حرف تاکید ہے، خبر، تاکید پر مشتمل ہونے یا تاکید سے خالی ہونے کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

(۱) خبر ابتدائی: اگر مخاطب خالی الذہن ہو تو تاکید سے خالی کلام پیش کیا جاتا ہے۔

(۲) خبر طلبی: اگر مخاطب متردد، طالب معرفت ہو تو ایک تاکید لانا مستحسن ہے۔

(۳) خبر انکاری: اگر مخاطب منکر ہو تو انکار کے مطابق تاکید لانا واجب ہے۔

ان اللہ سمیع علیم: اس آیت کریمہ میں مقتضی ظاہر کے خلاف کلام لایا گیا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے سمیع و علیم ہونے کے بارے میں متردد نہیں تھے، اس لیے تقاضہ ظاہر یہ ہے کہ کلام تاکید سے خالی ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”واتقوا اللہ“ سے ایک سوال ناشی ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے کیوں ڈریں؟ تو صحابہ کرام اس سوال کے جواب کے ایسے ہی پر شوق ہو کر منتظر تھے جیسے ایک متردد طالب معرفت منتظر ہوتا ہے اس لیے ایک تاکید لائی گئی۔

علم قرأت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا: امام یعقوب
حضری نے لا تقدموا دال کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے،
اصل میں تتقدموا تھا، باب تغل کے بعض صیغ میں جب دو
تاجع ہوتی ہیں تو ایک تا کو حذف کرنا شائع و ذائع ہے۔ دیگر
قراء نے لا تقدموا دال کے کسرے کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام یعقوب بن اسحق حضرمی

یہ قراء عشرہ سے ہیں، نام یعقوب بن اسحق حضرمی
بصری، ولادت ۱۱۷ھ جماعت کثیرہ سے تحصیل قراءت کی،
امام کسائی، محمد بن رزق کوفی، امام حمزہ سے بھی سماع حاصل ہے
، ان کی سند قرات یہ ہے: یعقوب بن اسحق بن زید، سلام بن
سلیمان الطویل، عاصم بن ابی النجود، ابو عبد الرحمن سلمی، علی
ابن ابی طالب، رسول اللہ ﷺ وفات: ذی الحجہ ۲۰۵ھ

باقی قراء تسعہ کے اسماء گرامی و

مختصر تعارف

﴿۱﴾ نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم المدنی
متولد ۷۰ھ تقریباً ستر تابعین سے سماع حاصل ہے، اور ان
سے امام اصمعی، امام مالک، قالون، عثمان بن سعید نے سماع کیا۔
وفات ۱۶۹ھ۔

﴿۲﴾ عبد اللہ بن کثیر الداری المکی متولد
۴۵ھ ہجری، انھوں نے عبد اللہ بن سائب سے تحصیل علم کی۔
ان کے تلامذہ سفیان بن عیینہ، امام النخو خلیل بن احمد
متوفی ۱۲۰ھ

﴿۳﴾ ابو عمرو بن العلاء البصری المازنی ۶۸ھ ہجری
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا،
حفص بن عمر، صالح بن زیاد، وفات ۱۵۴ھ۔

﴿۴﴾ عبد اللہ بن عامر الیصبی الشامی ولادت ۲۱ھ
حضرت ابو درداء، مغیرہ بن ابی شہاب سے سماع حاصل
ہے، ہشام بن عمار، ابن ذکوان ان کے راوی ہیں۔ وفات ۱۱۸ھ
﴿۵﴾ عاصم بن ابی النجود الأسدی الکوفی عبد اللہ
بن حبیب سلمی، سعید بن عیاش، زر بن حبیش۔

یہ حضرات حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت
عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب کے بلا واسطہ راوی
ہیں۔ ان کے تلامذہ امام اعظم ابو حنیفہ، حماد بن سلیمان، فضیل
بن عیاض، ابو بکر شعبہ حفص بن سلیمان، وفات ۱۲۷ھ
﴿۶﴾ حمزہ بن حبیب الزیات الکوفی ولادت
۸۰ھ ہجری، امام اعظم کے شاگرد ہیں، ان کے تلامذہ میں ابراہیم
بن ادہم، کسائی، سفیان ثوری جیسے اجلہ اکابر ہیں
وفات ۱۵۶ھ

﴿۷﴾ ابوالحسن علی بن حمزہ الکسائی النخوی
الکوفی ولادت ۱۱۹ھ، عیسیٰ بن عمرو اور ابو بکر بن عیاش سے
تحصیل قراءت کی، ابو الحارث اور دوری ان کے راوی ہیں،
وفات ۱۸۹ھ

﴿۸﴾ ابو جعفر یزید بن القعقاع المدنی عبد اللہ بن
عیاش مخزومی کے آزاد کردہ غلام، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن
عباس، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے تحصیل قراءت کی، امام نافع
بن ابی نعیم، سلیمان بن مسلم امام ابو عمرو ان کے تلامذہ میں
ہیں۔ وفات ۱۳۰ھ

﴿۹﴾ خلف بن ہشام بزار بغدادی ولادت ۱۵۰ھ
دس سال کی عمر میں حفظ قرآن کیا، حفاظ حدیث میں سے
ہیں، امام مسلم، امام ابو داؤد ان سے روایت کرتے ہیں۔
وفات ۲۲۹ھ
(ملخص از تدوین قرآن مصنفہ علامہ محمد احمد مصباحی)

علم تجوید

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا: اس میں مد منفصل ہے کیوں
کہ حرف مد کے بعد حمزہ دوسرے کلمے میں ہے، حروف مد
تین ہیں: الف، واؤ، یاء۔ سب مد دو ہیں: ہمزہ سکون۔ مد
منفصل میں توسط ہے اور توسط کی مقدار امام شاطبی رحمہ اللہ
کے نزدیک ڈھائی الف ہے۔

(شرح الشاطبیہ از ملا علی قادی بحوالہ فیضان تجوید)
”بین یدی اللہ“ اسم جلالت کا لام ماقبل مکسور
ہونے کی وجہ سے باریک پڑھا جائے گا۔

چوتھا قول

حضرت قتادہ نے کہا: بعض لوگ کہتے تھے کاش میرے متعلق یہ نازل ہوتا کاش میرے متعلق وہ نازل ہوتا، اس پر یہ نازل ہوئی۔ قاضی ابو بکر ابن العربی نے ان اقوال کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وہی کلھا صحیح تدخل تحت العموم، فاللہ أعلم ما کان السبب المثیر للآیۃ منها، ولعلہا نزلت دون سبب، یعنی یہ سارے اقوال صحیح ہیں، عموم کے تحت داخل ہیں، تو اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں کس سبب کی طرف اشارہ ہے، ممکن ہے اس آیت کے ایک سے زائد اسباب نزول ہوں۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبی)

آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال: سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات نہ کہو۔ ایک اور روایت میں آپ ہی سے ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے کلام کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ امام مجاہد نے کہا: اللہ اور اس کے رسول سے متعلق کوئی بات نہ کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی زبان سے بتائے۔ ابن جریر نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے پیشوا یا امام کے ارشاد کے بغیر خود ہی امر و نہی کے نفاذ میں جلدی کرے تو اہل عرب کہتے ہیں ”فلان یقدم بین یدی امامہ“، یعنی فلاں شخص اپنے امام کے آگے آگے چلتا ہے۔ زجاج نے کہا: جن عبادتوں کے اوقات مقرر ہیں ان کے وقت آنے سے پہلے ان عبادتوں کو نہ کرو۔ (النکت والعیون، ج: ۵، ص: ۳۶ بحوالہ بیان القرآن)

مصطفیٰ جان رحمت کی بارگاہ کے آداب: یہ آداب ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کی تعظیم و توقیر کے حوالے سے اہل ایمان کو تعلیم ارشاد فرمائی، ایک شاگرد استاد کی، مرید اپنے شیخ کی بیٹا اپنے باپ کی بارگاہ کے آداب سکھاتا ہے، مگر یہ مصطفیٰ کریم ﷺ کی شان محبوبی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے بارگاہ نبوت کے آداب سکھائے ہیں۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”اے ایمان والو! اللہ اور اس

ورسولہ: راء پر فتح، ضمہ ہونے کی صورت میں راء پر ہوتا ہے، اس لیے ورسولہ کا راء پر ہوگا۔

”واتقوا اللہ“ اور ”ان اللہ“ میں لفظ اللہ کا لام بھی بوجہ فتح پر ہوگا۔ ”واتقوا اللہ“ اتقوا میں تاکات میں اوغام مثیلین ہے۔ اوغام مثیلین: مدغم اور مدغم فیہ ایک جنس کے ہوں جیسے اذھب۔ اتقوا میں واؤ ساکنہ کے بعد اسم جلال کا الف لام بھی ساکن ہے، لہذا اجتماع ساکنین کی وجہ سے واؤ لفظوں میں حذف ہو گیا مگر رسامو جو ہے۔

علم تفسیر: آیت کریمہ کے اسباب نزول کے بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

پہلا قول:

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے تخریج کیا، انھوں نے کہا: قبیلہ بنو تمیم کے کچھ لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ ان پر قہقار بن معبد کو امیر مقرر فرمادیں! حضرت عمر فاروق نے عرض کی کہ اقرع بن حابس کو امیر مقرر فرمادیں۔ اس پر حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تم میرے خلاف کارادہ کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: میں نے آپ کے خلاف کارادہ نہیں کیا اس پر دونوں میں بحث بڑھ گئی یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس پر حکم نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو ان کی مرضی ہے جس کو چاہیں امیر مقرر فرمادیں اور جسے چاہیں مقرر نہ کریں۔

دوسرا قول

حضرت حسن بصری نے فرمایا: چند لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن سرکارِ دو عالم ﷺ کے نماز ادا کرنے سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔

تیسرا قول:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔

کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے، یعنی محبوبِ پاک سے پہلے کسی بھی چیز میں جلدی نہ کرو بلکہ جمیع معاملات میں ان کے تابع ہو جاؤ! نہ تو ان کے ارشاد سے پہلے کوئی بات کہو اور نہ ہی محبوبِ ﷺ سے پہلے کوئی کام کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی طریقہ کار تھا، وہ نفوسِ قدسیہ اپنے قول و فعل میں کسی بھی طرح، حضور اقدس ﷺ پر تقدم و سبقت اختیار نہ کرتے۔

حضرت ابو بکر صدیق: حضرت سہل بن سعد ساعدی کہتے ہیں کہ ”نبی اکرم ﷺ قبیلہ عمرو بن عوف کے بیچ صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے، جب نماز کا وقت ہوا تو مؤذن حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور عرض کی کہ آپ نماز پڑھادیں تو اقامت کہی جائے؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا ٹھیک ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے نماز کے دوران میں حضور اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور صف میں کھڑے ہو گئے بعض صحابہ نے ہاتھ پر ہاتھ مارا حضرت ابو بکر نماز میں کسی طرف توجہ نہ فرماتے تھے، جب صحابہ کرام نے زیادہ ہاتھ پر ہاتھ مارا تو حضرت ابو بکر صدیق نے حضور ﷺ کو دیکھا تو حضور نے اپنی جگہ ٹھہرے رہنے کا اشارہ فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر حضرت ابو بکر پیچھے ہٹ گئے اور صف میں کھڑے ہو گئے اور حضور اقدس ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضور نے فرمایا: جب میں نے تمہیں اجازت دے دی تھی تو اپنی جگہ کیوں کھڑے نہ رہے، تو حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کی ”ماکان لابن ابی قحافہ أن یصلی بین یدی رسول اللہ ﷺ ابو قحافہ کے بیٹے کو اتنا زہرہ نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے (بخاری شریف ج: ۱، ص: ۹۴)

یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حد درجہ ادب و احترام تھا کہ حضور کی موجودگی میں آپ مصلیٰ امامت پر کھڑے نہ رہے اور پیچھے ہٹ گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: چھٹی ہجری میں نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ حدیبیہ پہنچے تو قریش آپ کی تشریف آوری سے گھبرا گئے۔ ایسے حالات میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ انہیں جا کر بتاؤ کہ ہم لڑنے نہیں بلکہ عمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔ جب آپ مکہ پہنچے تو حدیبیہ میں موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان کہنے لگے کہ عثمان رضی اللہ عنہ خوش نصیب ہیں، انہیں بیت اللہ کے طواف کی سعادت نصیب ہو چکی ہوگی۔ یہ سن کر مصطفیٰ کریم ﷺ نے فرمایا: میرا نہیں خیال کہ ہم یہاں ہوں اور عثمان ہمارے بغیر طواف کر لے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے واپس تشریف لائے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا: اے ابو عبد اللہ! (یہ حضرت عثمان غنی کی کنیت تھی) آپ نے طواف کعبہ کی سعادت تو حاصل کر لی ہوگی؟ تو اس عشق و وفا کے پیکر نے جواب دیا: قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں پورا سال مکہ مکرمہ میں ٹھہرا رہتا اور مصطفیٰ ﷺ حدیبیہ میں ہوتے تب بھی میں اس وقت تک بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرتا جب تک کہ آپ ﷺ طواف نہ کر لیتے۔ ہاں قریش نے مجھے طواف کرنے کا کہا تو تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔ (دلائل النبوة، ج: ۴، ص: ۱۳۴)

سبحان اللہ! یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و احترام تھا کہ آپ نے موقع پانے کے باوجود حضور اقدس ﷺ سے پہلے طواف نہ کیا۔

حضرت معاذ بن جبل: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضور نے یمن کا گورنر مقرر فرما کر بھیجا تو فرمایا: اے معاذ فیصلہ کس چیز کے ذریعے کرو گے؟ عرض کی کتاب اللہ سے، حضور نے فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو؟ عرض کی سنت رسول سے، فرمایا: اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو حضرت معاذ بن جبل نے عرض کی: ”اجتہد برائی“ میں اپنے رائے سے فیصلہ کروں گا۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی سنت کو اپنی رائے پر مقدم کیا اور اپنی رائے کو موخر

کیا، یہ بھی بدگاہ رسالت مآب ﷺ میں ادب و احترام کی ایک صورت ہے۔ (اصول الثاشی، بحث القیاس)

علم عقائد: ایمان: دل سے سچا جانا، شرع میں ان چیزوں کو سچا ماننا جو حضور اقدس ﷺ اللہ کی طرف سے لائے۔ اصل ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اعمال بدن تو اصلاً جزو ایمان نہیں۔ رہا اقرار، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقع نہ ملا تو عند اللہ مومن ہے اور اگر موقع ملا اور اس سے مطالبہ کیا گیا اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے اور اگر مطالبہ نہ کیا گیا تو احکام دنیا میں کافر سمجھا جائے گا، نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھیں گے، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے، مگر عند اللہ مومن ہے اگر کوئی امر خلاف اسلام ظاہر نہ کیا ہو، مسلمان ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ زبان سے کسی ایسی چیز کا انکار نہ کرے جو ضروریات دین سے ہے، اگرچہ بانی باتوں کا اقرار کرتا ہو، اگرچہ وہ یہ کہے کہ صرف زبان سے انکار ہے دل میں انکار نہیں۔ (مختصر از بہار شریعت)

ایمان کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) ایمان مطبوع، فرشتوں کا ایمان۔ (۲) ایمان معصوم، انبیاء کا ایمان۔ (۳) ایمان مقبول، مومنین کا ایمان۔ (۴) ایمان موقوف، بدعتیوں کا ایمان۔ (۵) ایمان مردود، منافقوں کا ایمان۔ (تعریفات از سید السند)

اس آیت کریمہ میں اسم جلالہ کی طرف یدین کی نسبت کی گئی ہے (گو کے یدین کا مجازی معنی مراد ہے) مگر اللہ تعالیٰ کی طرف یدین کی نسبت سے اشتباہ پیدا ہو رہا ہے۔ دراصل آیات قرآنی کی دو قسمیں ہیں: محکم: وہ آیات جن کے معانی میں کوئی اشتباہ نہیں بلکہ قرآن سمجھنے کے اہلیت رکھنے والے کو آسانی سے سمجھ آجاتے ہوں مثلاً: یعنی وہ آیات جن کے ظاہری معنی یا تو سمجھ میں ہی نہیں آتے جیسے حروف مقطعات، یا جن کے معنی سمجھ تو آتے ہیں لیکن وہ مراد نہیں ہوتے جیسے اللہ تعالیٰ کے ید یعنی ہاتھ اور وجہ یعنی چہرے والی آیات۔ (صراط الجنان)

آیات متشابہات کے بارے میں تین مذاہب ہیں:

مذہب اسلم: ان کی مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی جانے ہیں، یہ عقیدہ رکھنا۔

مذہب سالم: ان آیات کو ایسے معانی پر محمول کرنا جو عقائد اسلامی سے متصادم نہ ہو، جیسے ید سے قدرت، وجہ سے ذات مراد لینا۔

مذہب زانغ: ان کے ایسے معانی مراد لینا جو عقائد اسلامی سے یکسر متصادم ہوں جیسے ان آیات سے باری تعالیٰ کے لئے جسم اور لوازم جسم ثابت کرنا۔ (افادات حضور حافظ ملت) اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کی تعظیم اور ادب کا حکم ہے۔

تعظیم رسول عقیدہ اسلامی کی روشنی میں:

حضور اقدس ﷺ کی تعظیم یعنی اعتقادِ عظمت جزو ایمان و رکن ایمان ہے اور فعل تعظیم بعد ایمان ہر فرض سے مقدم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۵، ص: ۱۶۸)

آیت کریمہ ”لَتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ“ (التحر: ۹) کے تحت ہے: یہ رسول کا بھیجنا کس لئے ہے خود فرماتا ہے: ”اس لئے کہ تم اللہ و رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو“۔ معلوم ہوا کہ دین و ایمان محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کا نام جو ان کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل و بیکار کیا چاہتا ہے“ (ماخوذ از حاشیہ بہار شریعت) علم فقہ: اس آیت مبارکہ سے مختلف اسباب نزول کے اعتبار سے متعدد مسائل فقہیہ مستنت ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق مسائل فقہیہ:

حضرت عائشہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے رمضان کا چاند دیکھنے سے پہلے ہی روزہ رکھ لیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے ممانعت فرمائی۔ یوم شک کاروزہ مکروہ ہے، حضرت عمار بن یاسر نے فرمایا: جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی، (بخاری شریف)، یوم شک: تیس شعبان کا دن، جب کہ ۲۹ شعبان کی شام کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند نہ دکھائی دیا ہو، فولد ظہیر یہ میں ہے:

”یوم الشک هو اليوم الذی یتیم بہ الثلاثون ولم یهل الهلال لیلة لاستتار السماء بالغمام“

الزكاة قبل الحول الا بيسير ، والشهر عندهم يسير“ (الاستذكار، ج: ۶، ص: ۵۱۲)

ائمہ احناف کے نزدیک ایک ماہ کی قید نہیں ہے، ایک سال، دو سال پیشتر ادائیگی سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

امام سرخسی فرماتے ہیں: ”تعجيل الزكاة عن المال الكامل الموجود في ملكه من سائمة أو غير هاجئ عن سنتين أو أكثر“

(المبسوط، ج: ۲، ص: ۱۷۶)

حضرات شافعیہ کے نزدیک ایک سال پہلے تو دے سکتے ہیں لیکن اس سے پہلے جائز نہیں ہے اس لیے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے ایک سال قبل زکوٰۃ ادا کرنے کی اجازت مانگی تھی تو حضور نے انھیں رخصت عطا فرمائی۔ امام شریانی شافعی فرماتے ہیں: ”ویجوز تعجيلها في المال الحولي قبل تمام الحول فيما انعقد حوله“ (مغنی المحتاج، ج: ۱، ص: ۴۱۲)

حضرات حنابلہ میں، امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

”ویجوز تقدمة الزكاة وجهلته انه متى وجد سبب وجوب الزكاة، وهو النصاب الكامل، جاز تقديم الزكاة“ (المغنی، ج: ۲، ص: ۴۷۰)

فقہاء کرام کی ان عبارتوں کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ زکوٰۃ وقت سے پہلے بھی دے سکتے ہیں۔

علم تصوف:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے، بندے کے لیے اپنے خالق حقیقی سے ڈرنا کتنا ضروری ہے قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور احادیث نبویہ اقوال سلف صالحین سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (نساء: ۱)

ترجمہ: اے لوگو! ڈرو اپنے اس رب سے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (نساء: ۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مسلمان ہو کر ہی مرنا۔ امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت (اتقوا الله حق تقاته) کے تحت فرمایا: بندہ، اس

مجتبیٰ میں ہے: ”اذا لم ير علامة ليلة الثلاثين والسماء متغيرة يقع الشك أما لو كانت السماء مصححة فلم ير الهلال فليس يوم الشك“

(حاشیہ ہدایہ، ج: ۱، ص: ۱۹۳)

ہاں اگر نفلی روزے رکھنے کا اس کا معمول ہو اور یوم شک آجائے تو؟ ہدایہ میں ہے: ”لا يصومون يوم الشك الا تطوعا“ (ہدایہ، ج: ۱، ص: ۱۹۳) اس کا مفاد یہ ہے کہ یوم شک میں نفلی روزہ رکھ سکتے ہیں۔

حضرت حسن بصری کی تفسیر کے مطابق مسائل فقہیہ: حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق نماز عید کی ادائیگی سے پہلے قربانی کی ممانعت ہے، لہذا شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز ہو جائے، پس نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہو سکتی اور دیہات میں چونکہ نماز عید نہیں ہے، یہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی ہو سکتی ہے اور دیہات میں بہتر یہ ہے کہ بعد طلوع آفتاب قربانی کی جائے اور شہر میں بہتر یہ ہے کہ عید کا خطبہ ہونے کے بعد قربانی کی جائے۔ (عالمگیری بحوالہ بہار شریعت)

امام زجاج کی تفسیر کے مطابق مسائل فقہیہ: مامور بہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مطلق عن الوقت: جو کسی وقت سے مقید نہ ہوں جیسے قضاء نماز، قضا روزے، نذر اعتکاف (۲) مقید بالوقت: جس میں مامور بہ کسی وقت کے ساتھ مقید ہو، جیسے نماز پنجگانہ، رمضان کے روزے، یہ اوقات مخصوصہ کے ساتھ مقید ہیں لہذا قبل از وقت ان کی ادائیگی سے بندہ عہدہ برآ نہیں ہوگا یہاں زکوٰۃ ایسا فرضہ ہے جس میں دفع حاجات فقریہ کی بنا پر تعجیل بھی جائز ہے۔

تعجيل زکوٰۃ کے بارے میں مذاہب فقہاء: جو مال نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے، تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے، لیکن سال گزرنے سے پہلے بندہ اگر زکوٰۃ ادا کرنا چاہے تو باتفاق ائمہ اربعہ کر سکتا ہے، لیکن کتنے دن پہلے دے سکتا ہے، اس بارے میں اختلاف ہے، حضرات مالکیہ کے نزدیک صرف کچھ ہی دن مثلاً ایک مہینے پہلے زکوٰۃ دے سکتا ہے اس سے پہلے جائز نہیں، علامہ ابن عبدالبر نے استذکار میں فرمایا: ”قال مالك واصحابه: لا يجوز تعجيل“

کی اطاعت کرے، نافرمانی نہ کرے، یاد کرے، اسے بھولے نہ، شکر ادا کرے، ناشکری نہ کرے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي لَئِلَهُ السَّاعَةُ عَظِيمٌ (انبیاء آیت: ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو یقیناً قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابن مسعود سے ارشاد فرمایا: اگر تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو میرے بعد خوف زیادہ رکھنا (احیاء العلوم، ۱۹۸/۶)

حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: دو نہایت اہم چیزوں کو نہ بھولنا، جنت اور دوزخ، یہ کہ کر آپ ﷺ رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میری جان ہے، اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو جنگلوں میں نکل جاؤ، اور اپنے سروں پر خاک ڈالنے لگو۔

(مکاشفۃ القلوب)
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو فرمایا: ”اے میرے بیٹے! سفلہ بننے سے بچنا، اس نے عرض کی کہ سفلہ کون ہے؟ فرمایا: وہ جو رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا“ (شعب الایمان، ج: ۱، ص: ۶۸، بحوالہ خوف خدا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا، تو کسی نے عرض کی، مجھے کچھ وصیت ارشاد فرمائیں! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، اپنے گھر کو لازم پکڑنے، اپنی زبان کی حفاظت کرنے، اور اپنی خطاؤں پر رونے کی وصیت کرتا ہوں (ایضاً)

حضرت امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خوف الہی ہی ایسی آگ ہے جو شہوت کو جلا دیتی ہے، اس کی فضیلت اتنی ہی زیادہ ہوگی جتنی زیادہ یہ شہوت کو جلائے گی، اور جس قدر یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکے اور اطاعت کی ترغیب دے، اور کیوں نہ ہو؟ کہ اسکے ذریعے پاکیزگی، ورع، تقویٰ، مجاہدہ نیز اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرنے والے اعمال حاصل ہوتے ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب، ص: ۱۹۸)

اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف اگرچہ باطنی چیز، اور قلبی کیفیت ہے مگر اس کی کچھ نشانیاں ہیں جن سے باآسانی سمجھا

جاسکتا ہے کہ بندہ اپنے رب سے ڈر رہا ہے چنانچہ حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت آٹھ چیزوں میں ظاہر ہوتی ہے: (۱) انسان کی زبان میں، وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ کا ڈر اس کو، جھوٹ، غیبت، فضول گوئی سے روکے گا اور اسے ذکر الہی، تلاوت قرآن اور علمی گفتگو میں مشغول رکھے گا۔

(۲) اس کی شکم میں، وہ اس طرح کہ وہ اپنے پیٹ میں حرام کو داخل نہ کرے گا اور حلال بھی بقدر ضرورت کھائے گا۔

(۳) اس کی آنکھ میں، وہ اس طرح کہ وہ اسے حرام دیکھنے سے بچائے گا، اور دنیا کی طرف رغبت سے نہیں بلکہ حصول عبرت کے لیے دیکھے گا۔

(۴) اس کے ہاتھ میں، وہ اس طرح کہ وہ کبھی بھی اپنے ہاتھ کو حرام کی جانب نہیں بڑھائے گا بلکہ ہمیشہ اسے اطاعت الہی میں استعمال کرے گا۔

(۵) اس کے قدموں میں یاس طرح کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں اٹھائے گا بلکہ اس کے حکم کی اطاعت کے لئے اٹھائے گا۔

(۶) اس کے دل میں، وہ اس طرح کہ وہ اپنے دل سے بغض، کینہ، مسلمان بھائیوں سے حسد کرنے کو دور کر دے اور اس میں خیر خواہی اور مسلمانوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے کا جذبہ پیدا کرے۔

(۷) اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں، اس طرح کہ وہ فقط اللہ کی رضا کے لئے عبادت کرے اور ریا نفاق سے خائف رہے۔

(۸) اس کی سماعت میں، اس طرح کہ وہ جائز بات کے علاوہ کچھ نہ سنے۔ (درۃ الناصحین، ص: ۱۲۸، بحوالہ خوف خدا)

کلام الہی کا حاصل، درادو معری: اے اہل اسلام! اللہ اور اس کے رسول سے آگے ہو، اس سے دور رہو، اور اللہ سے ڈرو۔ لامحالہ اللہ سمع والا اور علم والا ہے۔

محمد ناظر القادری مصباحی

متوطن: بنگالہ

استاد مدرسہ قادریہ مجیدیہ بشیر العلوم

بھوجپور مراد آباد یوپی

شرح حدیث إنما الاعمال بالنیات

کچھ مفتی محمد ماقل رضوی مصباحی
پرنسپل و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

کرنے کے لیے ہو تو اسکی ہجرت اسی کی طرف ہے جسکی نیت
سے اس نے ہجرت کی ہے۔

**حدیث پاک کی باب اور آیت کریمہ سے
مطابقت:**

اس حدیث مبارک کے ماسبق جو آیت کریمہ ذکر
کی گئی ہے ”إِنَّمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ“
اس سے حدیث کا کیا تعلق ہے؟ حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ نے جو باب معین کیا ہے وہ ہے ”باب کیف کان
بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ“ تو آیت کریمہ سے اس
حدیث کا تعلق یہ ہے، کہ آیت کریمہ میں ہے:

”إِنَّمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ“

(النساء، آیت: ۱۶۳)

اور حدیث میں ہے، ”إنما الاعمال بالنیات“ تو یہ اس
بات کی طرف اشارہ ہے کہ ”إنما الاعمال بالنیات“ کی وحی نبی
کریم ﷺ کی طرف بھی کی گئی اور آپ سے پہلے انبیاء کرام کی
طرف بھی وحی کی گئی، رہا یہ معاملہ کہ باب سے کیا مناسبت
ہے؟ اس لیے کہ باب تو کیف کان بدء الوحي ہے اور اس
حدیث میں ”إنما الاعمال بالنیات“ (اعمال کے اجر و ثواب کی
بنیاد) اور ہجرت کا ذکر ہے۔

چند مناسبتیں

تو باب سے مناسبت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ
حدیث ہجرت کے بیان پر مشتمل ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حدیث شریف مع سند:

”حدثنا الحميدي عبد الله بن الزبير، قال:
حدثنا سفيان، قال: حدثنا يحيى بن سعيد الانصاري،
قال: اخبرني محمد بن ابراهيم التيمي، انه سمع
علقمة بن وقاص الليثي، يقول: سمعت عمر بن
الخطاب رضي الله عنه على المنبر، قال سمعت
رسول الله ﷺ، يقول: ”إنما الاعمال بالنیات، وإنما
لأمرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى ديار يصيها
أو إلى امرأة ينكحها، فهجرته إلى ما هاجر إليه“
ترجمہ:

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان
کی حمیدی نے، انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سفيان
ابن عیینہ نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن
سعید انصاری نے انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی محمد بن ابراہیم
تیمی نے انہوں نے علقمة بن وقاص لیثی کو کہتے ہوئے سنا وہ
کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ
عنه کو مسجد نبوی میں منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا حضرت عمر
فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم کو سنا آپ نے ارشاد فرمایا:

”إنما الاعمال بالنیات: سارے اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، ہر
انسان کو وہی ملے گا جو اس نے نیت کی، تو جس انسان کی ہجرت
(ترک وطن) دنیا کمانے کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح

والسلام کے حق میں مقدمات نبوت، اللہ کی طرف ہجرت کرنا، اور غار حرا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کرنا، گویا کہ اللہ رب العزت جل جلالہ کی طرف ہجرت کرنا ہے اور تب ہی سے نزول وحی کا آغاز بھی ہوا (یعنی) اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کا جو انتخاب فرمایا اس انتخاب کی ابتدا بھی ہوئی۔

اور یہ کہ حدیث مبارک خطبہ کے قائم مقام ہے، جیسے کتاب کے آغاز میں خطبہ ہوتا ہے تو انہا الاعمال بالنیات جو حدیث ہجرت کے بیان پر مشتمل ہے گویا یہ کتاب کا مقدمہ ہے۔

سوال: یہ خطبہ کے قائم مقام کیسے ہوگی؟

جواب: یہ حدیث ممبر مسجد پر خطبہ میں بیان فرمائی جب یہ حدیث ممبر کے خطبہ میں بیان کی جاسکتی ہے تو کتاب کے مقدمہ میں بدرجہ اولیٰ خطبہ کی جگہ پر بیان کی جاسکتی ہے۔

اس لئے بعض علماء کرام نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہر مصنف پر لازم ہے کہ اپنی کتاب کے خطبہ میں اس حدیث مبارک کو ضرور ذکر کریں۔

راویان حدیث سے متعلق تحقیق:

اب آپ اس حدیث پاک کے راویان پر غور کیجئے۔

حدثننا الحمیدی، امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ حمیدی، ان کے شیخ سفیان ابن عیینہ، ان کے شیخ یحییٰ ابن سعید انصاری، ان کے شیخ محمد ابن ابراہیم، ان کے شیخ علقمہ ابن وقاص لیثی، انہوں نے حضرت عمر بن خطاب سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اس حدیث کے راوی چھ (۶) ہوئے، (۱) حمیدی (۲) سفیان ابن عیینہ (۳) یحییٰ ابن سعید انصاری (۴) محمد ابن ابراہیم (۵) علقمہ ابن وقاص لیثی (۶) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تعارف راویان حدیث:

اب ان چھ راویان حدیث کا مختصر تعارف پیش ہے:

حضرت حمیدی

ان کا نام ہے عبداللہ بن زبیر بن عیینہ اور ابو بکر انکی کنیت ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کے نسب میں قصی (ابن کلاب) میں جا کے مل جاتے ہیں ان کا وصال سنہ ۲۱۹ ہجری میں ہوا، ان کی روایت ابو داؤد، نسائی اور مسلم میں ہے اور یہ سفیان ابن عیینہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

سفیان:

نام کے دو مشہور راوی ہیں سفیان ثوری اور سفیان عیینہ اور یہ سفیان ثوری نہیں ہیں بلکہ سفیان ابن عیینہ ہیں یہ علم حدیث، فقہ، اور علم فتویٰ کے جلیل القدر امام ہیں، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے سنہ ۱۰۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے، اور ۱۹۸ ہجری میں ان کا وصال ہوا، حضرت حمیدی اور سفیان ابن عیینہ دونوں کی ہیں۔

یحییٰ ابن سعید: ابن قیس مدنی تابعی قاضی مدینہ ہیں سنہ ۱۴۴ھ ہجری میں ان کا وصال ہوا۔

محمد بن ابراہیم: کثیر الحدیث اصحاب میں شمار ہوتے ہیں، سنہ ۱۲۰ھ ہجری میں پیدائش ہوئی۔

علقمہ ابن وقاص لیثی:

جمہور علماء کرام نے ان کو تابعی قرار دیا ہے اور بعض علماء نے ان کو صحابی قرار دیا ہے، عبدالملک ابن مروان کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں ان کا وصال ہوا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ دوم، نبی کریم ﷺ کے وزیر، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بارے میں کہتے ہیں:

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سفر

اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

فاروق حق و باطل امام الہدیٰ

ترجیح مسلول شدت پہ لاکھوں سلام

ترجمان نبی ہمزبان نبی

جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

روایت کی چوتھے صحابی سے اور چوتھے صحابی نے حضور ﷺ سے۔

ایک بات اور کہ اس میں علقمہ ابن وقاص لیشی، لیث بن بکر کی طرف منسوب ہو کر لیشی کہلائے۔ اب آپ اس روایت میں دیکھیں کہ لفظ حد ثنا الحمیدی پھر اسکے بعد حد ثنا سفیان، پھر حد ثنا یحییٰ، اسکے بعد خبری محمد بن ابراہیم اسکے بعد سمع علقمہ وہ کہتے ہیں یقول سمعت عمر ابن الخطاب اس میں حد ثنا، خبر نا اور سمعتان تینوں صیغہ ادا کو جمع کیا ہے۔

آپ نے پڑھا ہے کہ یہ سمعنا، حد ثنا، اخبارنا، انبأنا، امام بخاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک سب کا ایک درجہ ہے اور بعض علماء نے فرمایا صیغہ روایت میں سب سے اعلیٰ درجہ کا صیغہ ہے سمعت، اسکے بعد حد ثنا، اسکے بعد خبر نا اور اسکے بعد عن ہے۔

سند حدیث پر حکم:

یہ حدیث اول سند کے اعتبار سے غریب ہے اور اخیر کے اعتبار سے مشہور ہے۔ یہ متواتر نہیں ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرنے والے صرف حضرت عمر بن خطاب ہیں اور حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرنے والے صرف علقمہ ابن وقاص ہیں اور علقمہ ابن وقاص سے روایت کرنے والے صرف محمد بن ابراہیم ہیں ان سے روایت کرنے والے یحییٰ بن سعید انصاری ہیں۔

یحییٰ بن سعید انصاری تک یہ حدیث غریب ہے اور آپ نے نزہۃ النظر میں ایک اعتراض کے جواب پڑھا ہے، البتہ یحییٰ ابن سعید انصاری سے روایت کرنے والی ایک کثیر جماعت ہے، پچاس سے زیادہ راویان حدیث نے یحییٰ بن سعید سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس لئے یہ حدیث اول سند کے اعتبار سے غریب ہے لیکن یحییٰ بن سعید کے جو راوی ہیں اسکے اعتبار سے یہ حدیث مشہور ہے۔

تشریح حدیث:

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: عمر جس راستہ سے گزر جاتے ہیں شیطان وہ راستہ بدل لیتا ہے اور آٹھویں پشت میں جا کر ان کا نسب نبی کریم ﷺ سے ملتا ہے انکی والدہ کانام حنتمہ بنت ہشام ابن المغیرہ ہے۔ عمر بن خطاب نام کے صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی جماعت میں کوئی دوسرے صحابی نہیں ہیں، ہاں ان کے علاوہ عمر نام کے ۲۳ ہیں اور عمرو ۲۲۴ ہیں۔

اور راویوں میں عمر بن خطاب نام کے ۶ ہیں، صحابہ کرام میں نہیں بلکہ راویان میں، دو مکی ہیں اور چار مدنی ہیں۔

سند کے عجائب:

اس روایت کے اس سلسلہ سند میں خاص بات یہ ہے کہ پہلے کے دو راوی حمیدی اور سفیان ابن عیینہ مکی ہیں، اور یحییٰ بن سعید، محمد بن ابراہیم، علقمہ ابن وقاص لیشی، عمر ابن خطاب مدنی ہیں۔

دوسری بات یہ ذہن نشین رکھیں کہ اس میں روایت تابعی عن تابعی یعنی یحییٰ بن سعید تابعی ہیں، انہوں نے روایت کیا محمد بن ابراہیم سے، یہ بھی تابعی ہیں اور انہوں نے روایت کیا علقمہ ابن وقاص لیشی سے، یہ جمہور کے نزدیک تابعی ہیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے گویا اس روایت میں یہ تین تابعی ہیں جنہوں نے ایک دوسرے سے روایت کیا اور اگر علقمہ ابن وقاص کو صحابی مانا جائے جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے تو اب اس روایت میں دو صحابی ہو جائیں گے علقمہ ابن وقاص، عمر ابن خطاب اور یحییٰ بن سعید، محمد بن ابراہیم تابعی ہیں۔

اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ سند میں کبھی چار تابعی راوی جمع ہوتے ہیں کہ روایت تابعی عن تابعی عن تابعی عن تابعی اور کبھی ایک روایت میں چار صحابی جمع ہو جاتے ہیں، ایک صحابی نے روایت کی دوسرے صحابی سے اور دوسرے صحابی نے تیسرے صحابی سے روایت کی اور تیسرے صحابی نے

”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هَجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهَجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ“

انما الاعمال بالنیات، یہ حدیث ام الاحادیث سے کہلاتی ہے، چنانچہ حضرت داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے چھ لاکھ احادیث یاد کیں، ان میں سے میں نے اڑتالیس سو احادیث کو منتخب کیا اور فرماتے ہیں کہ اگر چار حدیثوں پر عمل کر لیا جائے تو انسان کی سعادت کے لیے بہت کافی ہے، وہ چار احادیث یہ ہیں:

❖ (۱) الاعمال بالنیات

❖ (۲) الحلال بَيْنَ وَالحرام بَيْنَ

❖ (۳) مَنْ حَسَنَ اسْلَامَ الْمَرْءِ تَرَكَهُ مَا لَا يَعْنيهِ

❖ (۴) لَا يَكُونُ الْمُؤْمِنُ وَ الْمُؤْمِنِ حَتَّى يَحِبَّ لِاخِيهِ مَا يَحِبُّ لِنَفْسِهِ

اگر ان چار حدیثوں پر عمل کر لیا جائے تو سعادت کے لیے کافی ہے۔

انما الاعمال بالنیات یہ حدیث بخاری شریف میں چار جگہ پر ہے

• انما الاعمال بالنیات،

• الاعمال بالنیات،

• الاعمال بالنية

• العمل بالنية

سارے اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اس بارے میں محدثین کرام نے ارشاد فرمایا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد جوامع الکلم سے ہے۔ یعنی اسکے الفاظ نہایت مختصر ہیں لیکن بہت سارے معانی پر یہ جملہ مشتمل ہے، سارے اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

❖ (۵) ”نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ“ مومن کی

نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ یعنی مومن کی

نیت (اسکے) اس عمل سے بہتر ہے جو بلا نیت کے ہو

یابہ وجہ ہے کہ عمل میں ریاکاری ہو سکتی ہے لیکن نیت میں ریا کا دخل نہیں ہے۔ یابہ مطلب ہے کہ عمل پر ثواب تو تب مرتب ہو گا کہ جب عمل کرے گا اگر کسی عمل صالح کی نیت کر لی پھر کسی عذر شرعی کی وجہ سے وہ عمل خیر نہیں کر سکا تھا صرف نیت کی وجہ سے اس کو وہ ثواب حاصل ہو جائے گا جو عمل کرنے سے ملتا۔

اب رہا یہ کہ نبی کریم ﷺ نے یہ کب ارشاد فرمایا ایک روایت ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص نے ام قیس نام کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، تو اس عورت نے کہا کہ میں تم سے نکاح اس شرط کے ساتھ کر سکتی ہوں کہ تم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچو۔ اب یہ نکاح کے ارادے سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور ان سے نکاح کر لیا۔

تو ان کو صحابہ کرام مہاجر مکی قیس کے نام سے جانتے تھے، تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ آنے کا جس کا مقصد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا ہے۔

تو اس کو ہجرت پر اجر و ثواب ملے گا اور جسکی نیت ہجرت کرنے سے دنیا کمانے کی ہے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی ہے تو اس کی ہجرت اگرچہ صحیح ہو جائیگی لیکن اس ہجرت پر اجر و ثواب کا ترتب نہیں ہو گا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ارشاد فرمایا انما الاعمال بالنیات، یہاں پر اعمال سے مراد، اعمال صالحہ ہیں وہ اعمال ہیں کہ جو اعمال سیئہ کے علاوہ ہیں یعنی مباح اعمال بھی تو معنی یہ ہوا کہ سارے اعمال صالحہ اور مباح اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

نیت کسے کہتے ہیں؟

نیت دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں اور شریعت میں تقرب الی اللہ کے ارادے کا نام نیت ہے۔

عزم، قصد، نیت کے مابین فرق

(۱) عزم وہ ارادہ فعل ہے جو فعل سے پہلے ہو، جیسے آپ کا کہیں جانے کا ارادہ ہے تو جانے سے پہلے جو جانے کا ارادہ ہے وہ عزم کہلائے گا۔

(۲) قصد وہ ارادہ ہے جو فعل سے متصل ہو، جیسے جانے کا ارادہ جانے کے ساتھ

(۳) اگر وہ ارادہ فعل، فعل سے مقارب ہو اور غرض فعل بھی ملحوظ ہو تو اس کا نام نیت ہے۔ جیسے آپ چلے اپنے گھر سے مسجد کی طرف نماز پڑھنے کی غرض سے۔ آپ کے ارادہ صلاۃ سے نکلنے اور اس ارادہ صلاۃ کے ساتھ نکلنے وقت جو دل کا ارادہ ہے اس نیت بولتے ہیں۔

سارے اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے:

غزو تبوک کے موقع پر جب غزو تبوک سے واپس آئے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اے میرے صحابہ کرام مدینہ طیبہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو ہیں تو مدینہ طیبہ میں، مگر اس سفر تبوک کی جتنی نیکیاں ہیں ان سب میں وہ تمہارے ساتھ ہیں، صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ سفر میں کہاں ہیں! وہ تو مدینہ طیبہ میں ہیں۔

تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: حَبَسَ هُمُ الْعُذْرُ (بخاری شریف رقم: ۲۸۳۹) ان کو عذر شرعی نے روک لیا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے کوئی عمل صالح نہ کر سکے مگر اس عمل صالح کی نیت ہے تو اس کو اس عمل صالح کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا۔ اِنما الاعمال بالنیات یہاں پر عند الاحناف مضاف مقدر ہے اور معنی یہ ہے کہ اِنما الاعمال بالنیات، سارے اعمال کا ثواب نیتوں پر ہے، اعمال نیتوں پر موقوف نہیں ہیں، ثواب اعمال نیتوں پر موقوف ہے۔

بغیر نیت کے نماز کیوں درست نہیں بخلاف وضو و غسل کے؟

اگر کسی نے بلا ارادہ غسل، غسل کر لیا تو غسل ہو جائے گا۔ اور ایسے ہی بلا ارادہ نیت وضو کر لیا تو وضو ہو جائے گا۔ البتہ کسی نے بلا نیت ثواب کے لئے نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوگی۔ ایسا نہیں ہے، کہ اگر بلا نیت نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے، مگر ثواب نہ ملے۔ فرق یہ ہے کہ نماز میں ثواب ہی مقصود ہے اور نیت نہ ہونے کی وجہ سے، جب ثواب ہی نہیں ملا، تو نماز بھی صحیح نہ ہوگی۔

لیکن وضو میں، وضو (اصل) مقصود نہیں ہے بلکہ وضو تو خود قربت بھی ہے اور آلہ نماز بھی ہے اگر بلا نیت وضو کیا تو یہ آلہ نماز ہونے کے اعتبار سے تو صحیح ہو گیا لیکن عبادت نہیں بنا اور عبادت نہ ہونے کی وجہ سے اس پر ثواب کا ترتب نہیں ہوگا۔

اِنما الاعمال بالنیات سے آغاز کرنے کا سبب:

امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، اپنی جامع میں سب سے پہلے اس حدیث ”اِنما الاعمال بالنیات“ کو اس لیے ذکر کیا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ ہر کام پر ثواب نیت ہی پر مبنی ہے۔ اور نیت بد سے اچھے سے اچھا کام بیکار ہو جاتا ہے اس لئے امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انما الاعمال بالنیات، لا کر یہ بتا دیا کہ پڑھنے والے، پڑھانے والے، سننے والے، سنانے والے، سب خیر کی نیت سے کتاب کو پڑھیں کسی کی بھی نیت نیت فاسد نہ ہو، ورنہ سب محنت بیکار ہو جائیگی اور یہ بھی اشارہ کرنا ہے۔ کہ میرا اس کتاب کی جمع و ترتیب سے مقصود کچھ اور نہیں ہے بلکہ حسن نیت کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات مبارکہ کو امت محمدیہ تک پہنچانا ہے۔

”فَمَنْ كَانَتْ هَجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهَجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ“ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی طرف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اب مکہ مکرمہ سے ہجرت روانہ نہیں رہی، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لا هجرة بعد الفتح:

فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے لیکن دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت منسوخ نہیں ہے، بلکہ یہ تو قیامت تک باقی رہے گی اور جہاں جہاں پر انسان کا اسلام، ایمان عقیدہ خطرے میں پڑے تو اس انسان پر لازم ہے اس جگہ کو چھوڑ کر ایسی جگہ پر منتقل ہو جائے جہاں پر اس کے ایمان کا تحفظ ہو۔

لغوی تشریح

آپ حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے، ”ومن کان ہجرتہ الی دنیا“ میں لفظ دنیا فعلی کے وزن پر ہے اس کا مادہ، دن، و، اس کی جمع آتی، دنو، جیسا کہ کبریٰ کی جمع کبر۔ ”ما سوا اللہ“ کو دنیا کہتے ہیں۔ اور ایک تعریف بعض علماء نے یہ کی: زمین پر جو کچھ ہے، ہوا، فضا ساری مخلوق ہے چاہے جوہر ہوں یا اعراض، یہ سب دنیا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ دار آخرت سے پہلے جو بھی ہے وہ دنیا ہے۔

”ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبھا“ میں ”ھا“ کا مرجع دنیا ہے اسلئے کہ دنیا مونث ہے فعلی کے وزن پر، اور، ”أو الی“ میں او عاطفہ ہے معطوف الیہ ”الی دنیا“ ہے۔

”أو الی امرأۃ ینکحھا“ یہ امرأۃ کی صفت ہے۔ ”فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ“ سرکارِ دو عالم ﷺ نے دو جملے ارشاد فرمائے، الی دنیا یصیبھا، تو دنیا زمین پر جو فضا اور جو ہوا ہے سب کو دنیا بولتے ہیں، تو دنیا کے عموم میں تو عورت بھی داخل ہے مگر سرکارِ دو عالم ﷺ نے اسکا ذکر الگ سے فرمایا ”أو الی امرأۃ ینکحھا“ یہ تخصیص بعد تعمیم ہے اسلئے کہ دنیا کمانیہ سب ایک طرف اور عورت سے نکاح کرنا یہ مقصد ایک طرف گویا کہ یہ ایک مستقل مقصد ہوتا ہے اس

”فمن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبھا أو الی امرأۃ ینکحھا، فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ“ کہ جس انسان کی ہجرت دنیا کمانے کے لئے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اسکی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کا ارادہ کیا ہے۔

ہجرت کسے کہتے ہیں؟

پہلے آپ ہجرت کا معنی ذہن نشین کر لیں اس کا مادہ ہ، ج، ر، ہے اس کا معنی چھوڑنا ہے۔

شریعت مطہرہ میں اپنے دین کے تحفظ اور بقا کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہونا ہجرت ہے، اور لغت، مفارقتہ مکان الی مکان آخر، ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ کی طرف منتقل ہونا ہجرت ہے، نبی ﷺ کے زمانے میں چار ہجرتیں ہوئیں:

(۱) پہلی ہجرت حبشہ کی طرف مکہ مکرمہ سے۔

(۲) دوسری ہجرت بھی حبشہ کی طرف۔

(۳) تیسری ہجرت فتح مکہ سے پہلے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف، جیسے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت، اور حضرت ابو بکر صدیق، حضرت سلمان فارسی، حضرت عثمان غنی ابن عفان، حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر صحابہ کرام کی ہجرت جو فتح مکہ سے پہلے مدینہ طیبہ کی طرف۔

(۴) چوتھی قسم عرب کے مختلف قبیلوں کے اسلام لانے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنا۔

اب اصطلاح میں جب لفظ ہجرت بولتے ہیں اس سے مراد عموماً مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت ہونا ہے۔ ہجرت کا ایک دوسرا معنی ہے ”المہاجر من ہجر ما نہی اللہ ورسولہ“ اللہ اور اس کے رسول کے منہیات سے باز رہنا، یہ بھی ہجرت ہے اور منہیات شرعیہ سے باز رہنے والا مہاجر ہے۔

لئے بھی ”امراۃ“ کا ذکر الگ کیا، چونکہ دنیا میں سب سے پہلا فتنہ عورت کی وجہ سے ہوا اور جیسا کہ بتایا جا چکا، سرکار کے اس ارشاد کا سبب یہ تھا کہ ایک صاحب نے ام قیس نام کی عورت سے نکاح کرنے کے ارادے سے ہجرت کی تھی اس لئے سرکار ﷺ نے بالخصوص اس مقام پر امراۃ کا ذکر کیا۔ مطلب کہ جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو، دنیا کے مقصد کے لیے ہو دنیا حاصل کرنا، تجارت کو فروغ دینا، مال و زر کو حاصل کرنا، دنیوی عیش و آرام کی فراہمی کرنا، ہجرت سے یہ مقاصد ہوں اللہ اسکے رسول کی محبت میں نہیں، دنیا کمانے کے لیے ”او الی امراۃ ینکحھا“ یا ہجرت کی اس نے کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے اللہ اور اسکے رسول کی رضا کے لئے نہیں، ”فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ“ تو اس کی ہجرت اسی کی طرف مانی جائیگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

آپ دیکھیں شرط بھی وہی ہے جزا بھی وہی ہے، ”ومن کانت ہجرتہ الی دنیا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ“

تو اب شرط و جزا کا اتحاد بظاہر نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں اتحاد نہیں ہے جیسا کہ آپ نے شرح عقائد میں پڑھا ہے شعری، شعری، اور شعری مبتدا اور شعری خبر ہے اگرچہ دونوں لفظ میں ایک ہیں مگر معنائاً ایک نہیں ہیں، ایسے ہی یہاں پر بھی ہے، معنی یہ ہے شرط میں کہ جسکی ہجرت دنیا کمانے کے ارادے سے ہو (فہجرتہ) تو واقعہ اس کی ہجرت اسی کی طرف ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے، یہ ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف شمار نہیں کی جائیگی۔

اب آپ اس ارشاد گرامی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نیت کے بدلنے سے کس طریقہ سے احکام بدل جاتے ہیں، اور امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے إنما الاعمال بالنیات، اور

ہجرت والی حدیث ذکر کر کے یہ اشارہ فرمایا: اے لوگو! اپنی نیتیں ہمیشہ صحیح رکھو اگر آپ نے ہمیشہ نیت صحیح رکھی اور عمل نہیں بھی کر پائے تو اللہ رب العزت اپنے فضل سے اس نیت خیر پر اجر عطا فرمائے گا۔

جیسا کہ آپ اگر راستے پر چلے اور چلنے کی نیت یہ کی تھی کہ اگر کوئی غریب ملیگا تو میں اس کی مدد کرونگا، یا کوئی مسلمان ملیگا تو میں اسکو سلام کرونگا، یا کوئی ضعیف ملیگا تو میں اس کا بوجھ اٹھوا دوںگا، یا کوئی راستہ بھولا ہوا ملا تو اسے راستہ بتا دوںگا، یا کوئی اسلام کی بات یا مسئلہ معلوم کرنے والا ملا تو میں اس کو بتا دوںگا وغیرہ۔ اگر آپ نے اچھی نیتوں کے ساتھ سفر کیا گلی میں چکر لگایا لیکن نہ کوئی راستہ میں بھٹکا ہوا ملا،

یا کوئی مسئلہ معلوم کرنے والا اور نہ کوئی اسلام کی بات پوچھنے والا ملا، اور نہ کوئی غریب، مسلمان ملا، جسے آپ سلام کرتے، اور آپ نے اپنا راستہ مکمل کر لیا ایسے ہی واپس آگئے، تو اللہ رب العزت آپ کو اپنے فضل سے سلام کرنے کا بھی، مسئلہ بتانے کا بھی مدد کرنے کا بھی اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرمائیگا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ انسان نیکی کرنے کا ارادہ کر لے اور نیکی نہ کر پائے تو اللہ رب العزت اسکو اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ اور اس کا کمال کرم تو دیکھئے اگر کسی بندے نے معاذ اللہ برائی کا ارادہ کیا، کہ موقع ملا تو چوری کرونگا، موقع ملا تو میں جھوٹ بول دوںگا، موقع ملا نماز ترک کر دوںگا اور اس کو موقع نہیں ملا تو خالی اس ارادہ بدی اور گناہ کی وجہ سے اسکے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اگر عمل صالح کی نیت کر لے تو اس کو ثواب ملیگا۔

از: محمد عاقل رضوی مصباحی

پرنسپل و شیخ الحدیث

جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

آپ کے سوالات اور مفتی صاحب کے جوابات

مفتی محمد ذیشان رضامصباحی

صراحت دلالت پر فوقیت رھتی ہے (تراویح کی اجرت لینے دینے کا ایک شرعی حیلہ و طریقہ یہ ہے جو بہار شریعت میں مذکور ہے کہ حافظ صاحب کہہ دیں کہ میں کچھ نہیں لوں گا اور کمیٹی والے کہہ دیں کہ ہم کچھ نہیں دیں گے پھر کمیٹی والے حافظ صاحب کی خدمت کر دیں لیکن اس طریقہ پر عمل کرنا بظاہر بڑا مشکل ہے کیونکہ اس میں بندے کے لیے آزمائش بہت زیادہ ہے۔

تراویح میں تلاوت قرآن کا دوسرا حیلہ اور شرعی طریقہ یہ ہے جو جدید فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۱۹ کتاب الاجارہ صفحہ ۴۸۸ سے ماخوذ و مستنبط ہے جس پر عمل کرنا جملہ حفاظ کرام و اراکین کمیٹی سبھی کے لیے ہر اعتبار سے نہ صرف آسان بلکہ حرام کے ارتکاب سے بچنے کے لئے لازم و ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ مسجد کی کمیٹی والے حافظ صاحب کو اجیر (مزدور) رکھ لیں مثلاً کمیٹی والے حافظ صاحب سے کہیں کہ ہم آپ کو رات ۸ بجے سے ۹ یا ۱۰ بجے تک ایک مہینہ یا ۲۰ دن یا ۱۵ دن کے لیے بیس ہزار روپے کے بدلے اجارہ پر رکھتے ہیں ہم جو چاہیں گے وہ کام آپ سے لیں گے حافظ صاحب کو اگر بیس ہزار پر رہنا منظور ہے تو کہہ دے ہاں! ٹھیک ہے میں نے قبول کیا۔ اور اگر پیسے اس سے زیادہ چاہتے ہیں تو اضافہ بھی کروا سکتے ہیں اب یہ حافظ صاحب اتنے گھنٹوں کے لئے ان کے اجیر (مزدور) ہو گئے وہ جو کام چاہیں لیں اب اس اجارہ کے بعد کمیٹی والے حافظ صاحب سے کہیں کہ آپ اس وقت میں اتنے دنوں تک ہماری مسجد میں تراویح پڑھا دیا کریں یہ جائز ہے۔ لینا اور دینا دونوں حلال ہے، لان الاجارہ وقعت علی منافع ابداءہم لاعلی الطاعات والعبادات۔

تراویح و تلاوت قرآن پر اجرت کا شرعی حیلہ و طریقہ: جس پر ہر حافظ اور مسجد کے اراکین پر عمل کرنا لازم و ضروری ہے تاکہ حرام کے ارتکاب سے محفوظ رہیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ رمضان شریف میں حافظ صاحب کو تراویح و تلاوت قرآن عظیم کی اجرت ملے کر کے لینے دینے کا شرعی حیلہ و طریقہ کیا ہے؟

المستفتی: محمد جمشید قادری

بھوچپور، مراد آباد

الجواب: اصل یہ کہ طاعات و عبادات پر اجرت لینا دینا مطلقاً ناجائز و حرام ہے سوائے ان چند چیزوں کے جن پر اجارہ کرنے کو علمائے متاخرین نے حالات زمانہ پر نظر رکھتے ہوئے دین کے تحفظ کی خاطر ضرورتاً جائز قرار دیا اور وہ چند چیزیں یہ ہیں:

تعلیم قرآن و تدریس علوم دین و اذان و امامت، اور یہ چیز معلوم ہے کہ تراویح و تلاوت قرآن کریم عبادت و طاعت ہے لہذا اس پر اجرت لینا دینا بھی ناجائز و حرام ہے فقہ حنفی کی مشہور زمانہ مفتی بہ کتاب ”بہار شریعت میں ہے: آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں یہ ناجائز ہے دینے والا اور لینے والا دونوں گناہ گار ہیں اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ دینگے یا یہ لینگے بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ اس سے ملے نہ ہوا ہو، یہ بھی ناجائز ہے کہ المعروف کا مشروط ہاں اگر کہہ دیں کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لوں گا پھر پڑھیں اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں، الصریح یوفق الدلالة۔ (اس لئے کہ

المستفتی: محمد شعیب رضا، حوض رانی، دہلی

الجواب: امام و مؤذن کی جو تنخواہ کمیٹی کی طرف سے پہلے سے مقرر ہے وہ برقرار رہے گی موجودہ صورت حال میں اسے رد نہیں کیا جائے گا کیوں کہ اصل اجارہ اسی پر ہوا ہے۔ لہذا ہر مسجد کی کمیٹی اور ذمہ داران خوش دلی سے مقررہ وظیفے سے اپنے امام و مؤذن کی خدمت کرتے رہیں۔ وقف بورڈ کی طرف سے وقتی طور پر جو وظیفہ دیا جا رہا ہے اس کی حیثیت تحفے کی سی ہے کیوں کہ یہ وظیفہ پائیدار نہیں، کب بند ہو جائے اس کی کوئی گارنٹی نہیں، اس لیے یہ تنخواہ میں شامل ہی نہیں۔ اور ہدیہ، تحفہ، وقف بورڈ یا گورنمنٹ یا کسی اور کی جانب سے کتنا بھی ملے اس کی وجہ سے اصل تنخواہ کو ختم نہیں کیا جائے گا بلکہ اصل تنخواہ جوں کے توں جاری رہے گی، اور اس تنخواہ کا شرعاً لینا دینا دونوں جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم دہلی جیسی ترقی یافتہ اور خوشحال شہر کے مسلمانوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اس معاملے میں کشادہ قلبی کا مظاہرہ کریں اپنے ائمہ، علما کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی کوشش کرتے رہیں، ائمہ کرام، علمائے کرام معمولی تنخواہ پر خدمت دین متین میں منہمک ہیں، اس مہنگائی کے زمانے میں ان کا وظیفہ بڑھانے اور مالی اعتبار سے انھیں مضبوط بنانے کی طرف کسی کا کوئی دھیان ہی نہیں اگر چند دن کے لیے وقتی طور پر وقف بورڈ کی طرف سے امام و مؤذن صاحبان کی کچھ خدمت کی جا رہی ہے تو اس پر اپنی بری نظریں نہ گاڑھیں بلکہ اسے خوش دلی اور کشادہ قلبی سے برداشت کریں اور ائمہ، علما کو فارغ البال بنانے کی کوشش کرتے رہیں کیوں کہ علما اور ائمہ جتنے زیادہ فارغ البال ہوں گے دین کا کام بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

کتبہ: فقیر قادری محمد ذیشان رضامصباحی

خادم تدریس و افتاء قضا
جامعہ عربیہ اہلسنت بدرالعلوم جس پور، اترکھنڈ

یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ صورت اجارہ کی ہے لہذا جتنی اجرت پر کمیٹی والے اور حافظ صاحب راضی ہوں گے اتنی ہی مقرر ہوگی مثلاً کمیٹی والے دس ہزار روپے دینے کو بولتے ہیں تو حافظ صاحب ان سے کہہ سکتے ہیں کہ دس ہزار تو کم ہیں اگر آپ بیس یا پچیس ہزار دیں گے تب ہم آپ کے یہاں کام کریں گے ورنہ نہیں! اس طرح باہم معاملہ طے کرنا جائز و درست ہے۔

تراویح کی اجرت کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حافظ صاحب کو امامت کے لئے پانچ وقت یا ایک وقت کی نماز پڑھانے کے لئے مقرر کر لیں، اور اجرت بھی اتنی مقرر کر لیں جس پر حافظ صاحب اور کمیٹی والے باہم راضی ہو جائیں تو اس صورت میں بھی اجرت لینا دینا جائز و درست ہے۔ کیونکہ علمائے متاخرین نے امامت پر اجرت لینے دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: فقیر قادری محمد ذیشان رضامصباحی

خادم تدریس و افتاء قضا
جامعہ عربیہ اہلسنت بدرالعلوم جس پور، اترکھنڈ

دہلی کے امام و مؤذن کی تنخواہ کے متعلق ایک اہم سوال اور مختصر جواب:

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں : کہ دہلی وقف بورڈ کی جانب سے دہلی کے تمام ائمہ و مؤذنین حضرات کو کچھ دنوں سے تنخواہ دی جانے لگی ہے اور یہ کب بند ہو جائے اس کا کوئی بھروسہ نہیں، بورڈ کی تنخواہ سے پہلے مسجد کی کمیٹی کی جانب سے بھی تنخواہ دی جاتی تھی لیکن اب کچھ مسجد کی کمیٹی والوں نے مسجد کی تنخواہ کو یہ کہہ کر روک دیا کہ جب بورڈ کی جانب سے تنخواہ مل رہی ہے تو ہم کیوں دیں؟ حضور مفتی صاحب قبلہ! دہلی کی عوام صحیح مسئلہ کی رہنمائی چاہتی ہے رہنمائی فرمائیں کہ مسجد کی تنخواہ کے ساتھ بورڈ سے ملنے والی تنخواہ امام کے لیے لینا صحیح ہے یا نہیں؟ مسجد کی کمیٹی کے لیے کیا حکم ہے انہیں تنخواہ دینا چاہیے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

فضائلِ ماہِ شعبان اور معمولاتِ اہل سنت

کچھ مفتی افتخار الحسن قادری امجدی

بھلائی کی مہر لگاتا ہے (۱) شبِ عید الاضحیٰ (۲) شبِ عید الفطر (۳) ماہِ رجب کی پہلی شب (۴) ماہِ شعبان کی پندرہویں شب۔ ماہِ شعبان المعظم میں حضور اکرم ﷺ کے معمولات کیا ہوتے تھے اس سلسلہ میں ہم بقدر کفایت گفتگو اپنے قارئین کی نذر کرتے ہیں۔

ماہِ شعبان المعظم میں صیام رسول:

آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ اس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ اس بارے میں چند احادیث طیبہ ذیل میں ملاحظہ کریں۔

حدیث نمبر ۱: عن ابی سلمة عن عائشة رضی اللہ عنہا حدثتہ قالت: لم یکن النبی ﷺ یصوم شہرا اکثر من شعبان فانہ کان یصوم شعبان کلہ وکان یقول: خذو من العمل ما تطیقون، فإن اللہ لا یملُ حتی تملّوا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث، ۱۹۷۰) ترجمہ: حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آقائے دو جہاں ﷺ ماہِ شعبان سے زیادہ کسی اور ماہ میں روزہ نہیں رکھتے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ عمل وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل اس وقت تک نہیں روکتا جب تک تم خود ہی نہ اکتا جاؤ۔

حدیث نمبر ۲: عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سئل النبی ﷺ ای الصوم افضل بعد رمضان فقال: شعبان لتعظیم رمضان، (ترمذی، رقم الحدیث، ۶۲۳) یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مہتمم ﷺ سے پوچھا گیا کہ رمضان کے بعد سب سے افضل کون سے روزے ہیں تو پیارے آقا ﷺ نے

اللہ رب العالمین نے مہینوں کی تعداد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”ان عدة الشہور عند اللہ اثنا شہرا فی کتاب اللہ“ (بیشک مہینوں کی کثرت اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں) اللہ جل شانہ نے ان تمام مہینوں کو یکساں فضیلت نہیں بخشی بلکہ بعض ماہ کو دیگر مہینوں پر بہت سی فضیلتوں کا حامل بنایا جیسے ماہِ شعبان کہ اس کی فضیلت پر کتب احادیث میں متعدد احادیث مرقوم و مکتوب ہیں، سرور کون و مکاں سید الانبیاء ﷺ کا ارشاد پاک ہے: ”شعبان شہری و رمضان شہر اللہ“ (الجامع الصغیر للسیوطی رقم الحدیث: ۳۸۸۹) یعنی شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔ پیارے آقا ﷺ نے اس ماہ کی نسبت اپنی جانب فرما کر اس کی عزت و عظمت، فضل و شرف اور شان و بزرگی کو دوبالا فرمادیا، صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ماہِ رجب کی آمد پر رحمتِ دو عالم ﷺ یوں دعا فرماتے تھے:

”اللہم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان“ (المجم الاوسط، رقم الحدیث: ۳۹۳۹)

یعنی اے اللہ! ماہِ رجب اور ماہِ شعبان میں ہمارے لئے برکتوں کا نزول فرما اور ماہِ رمضان کی بہاریں ہمیں عطا فرما۔ اس ماہ میں برکت نازل ہونے کے لیے پیارے رسول ﷺ نے دعا فرمائی اور آپ کی دعا سے جہاں ماہِ شعبان المعظم کی عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے وہیں آپ کا وصف رحمتِ دو عالم اور اپنی امت سے پیار بھی آشکارہ ہے۔

محدث دیلمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ”اللہ تعالیٰ چار راتوں میں

فرمایا کہ ماہ شعبان کے روزے جو ماہ رمضان کی تعظیم کے لیے ہوں۔

حدیث نمبر ۳: عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان احب الشهور الی رسول اللہ ﷺ ان یصومہ شعبان ثم یصلہ برمضان۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۳۱)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ کو ماہ شعبان کے روزے رکھنا بہت محبوب تھا، آپ ﷺ ماہ شعبان المعظم کے روزوں کو ماہ رمضان سے ملایا کرتے تھے۔

ماہ شعبان المعظم کے روزے آپ ﷺ کو کیوں محبوب تھے اس کی وجہ سید الانبیاء ﷺ نے خود ارشاد فرمائی، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ ﷺ!

لم ارك تصوم شهر من الشهور ماتصوم من شعبان؟ قال: ذلک شهر یغفل الناس عنہ بین رجب ورمضان، و هو شهر ترفع الاعمال الی رب العلمین فاحب ان یرفع عملی وانا صائم۔

(نسائی شریف، حدیث نمبر ۲۳۵۷)

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ آپ جس طرح ماہ شعبان المعظم کے روزے رکھتے ہیں اس طرح کسی اور ماہ کے روزے نہیں رکھتے آپ نے فرمایا کہ یہ مہینہ رجب اور رمضان کے بیچ میں ہے لوگ اس سے غافل ہیں جبکہ لوگوں کے اعمال اس ماہ میں اللہ کریم کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اور مجھے یہ محبوب ہے کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ پیارے ﷺ نے اس ماہ کی وجہ تسمیہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: انما سمي شعبان لانه ينشعب فيه خير كثير للصائم حتى يدخل الجنة۔

یعنی اس ماہ کو شعبان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں روزے دار کیلئے بہت سی بھلائیاں (شاخوں کی طرح) پھوٹی ہیں، (اندوین فی اخبار قزوین الحدیث، ۱۵۳)

ماہ شعبان اور اصحاب رسول ﷺ

صحابہ کرام کی بابرکت زندگی اہل ایمان کے لیے مشعل راہ اور نمونہ عمل ہے، ماہ شعبان المعظم کے متعلق صحابہ کرام کا طرز عمل کتابوں میں یوں مرقوم ہے کہ اس ماہ

کے آغاز ہی سے صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین تلاوت قرآن مجید اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے تھے، حضور اقدس ﷺ کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”کان المسلمون اذا دخل شعبان انكبوا علی المصاحف فقرأوها، و اخر جواز کوۃ اموالہم تقویۃ للضعیف والمسکین علی صیام رمضان“ یعنی جب ماہ شعبان آتا تو مسلمان قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرتے تاکہ کمزور اور مسکین کو بھی روزہ رکھنے کی طاقت ملے۔ (ماذنی شعبان ص، ۴۴، للسید محمد بن علوی بن عباس المالکی)

شب برأت کی عبادت و فضیلت

اس ماہ کی پندرہویں شب یعنی شب برأت خاص طور سے اپنے دامن میں بے شمار رحمتیں، برکتیں، نعمتیں اور بخششیں سمیٹیں ہوئے آمد پزیر ہوتی ہے اور مسلمانان عالم کو دعوت عبادت و ریاضت اور بخشش و سخاوت دیتی ہے اور صاحبان عقل و خرد بندگانِ خدا اس رات کو اپنے معبود حقیقی کی طرف سے اپنے لئے نعمت عظمیٰ اور غنیمت کبریٰ سمجھ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوتے ہیں اور توبہ و استغفار، سجد و قیام میں رات اور تلاوت و صیام میں دن گزارتے ہیں، ان عبادت گزار اور شب بیدار افراد کیلئے مالک حقیقی کی جانب سے پوری رات یہ صدائے مسرت و شادمانی سنائی جاتی ہے کہ ہے! کوئی میرا بندہ جو مجھ سے مغفرت مانگے تو میں اسے پروانہ بخشش دوں، ہے! میرا کوئی بندہ جو مجھ سے رزق مانگے تو میں اسے رزق دوں، ہے! کوئی فلاں بندہ ہے! کوئی فلاں بندہ۔ مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

قال رسول اللہ ﷺ اذا كانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلہا وصوموا یومہا، فان اللہ ینزل فیہا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا مستغفرلی فاعفرلہ الا مسترزق فارزقہ الا مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر (ابن ماجہ ۱۳۸۸)

یعنی اللہ کے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی رات آئے تو رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس رات غروب شمس سے آسمان دنیا پر

النصف من شعبان الى السماء الدنيا فيغفر لاکثر
من عدد شعر غنم کلب

(مشکوٰۃ ۱۲۷۲)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

کہ ایک مرتبہ رات میں رحمت عالم ﷺ کو میں نے بستر پر
نہیں پایا (جب میں نے تلاش کیا تو یکایک) کیا دیکھا کہ آپ
جنت البقیع میں تشریف فرما ہیں (مجھے دیکھ کر رحمت عالم نے
ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں اس بات کا خوف تھا کہ اللہ اور
اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے عرض کیا یا رسول
اللہ ﷺ مجھے خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی اور بیوی کے پاس
تشریف لے گئے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پندرہویں
شعبان کی رات اللہ تعالیٰ اپنی (شایان شان) آسمان دنیا پر نزول
فرماتا ہے اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی
مغفرت فرماتا ہے۔

نزہۃ المجالس میں حضور ﷺ سے مروی ہے کہ
اپنے بدنوں کو ماہ شعبان کے روزے رکھ کر رمضان کیلئے پاک
کر لو کوئی مومن بندہ شعبان کی کسی تین تاریخوں میں روزہ رکھ
کر کئی بار وقت افطار درود نہیں پڑھتے مگر اللہ تعالیٰ اس کے
سابقہ گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے رزق میں برکت کرتا
ہے اور فرمایا مجھے جبریل علیہ السلام نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اس
ماہ میں رحمت کے تین سو دروازے اپنے بندوں پر کھلے رکھتا
ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسی مبارک رات کی فضیلتوں
سے محروم نہ رہیں، نہیں معلوم آئندہ سال زندہ رہیں یا نہ رہیں
اس رات میں بموجب تفاسیر معتبرہ اور روایات صحیحہ برکت
رزق، تنگی مال، صحت و تندرستی، موت و حیات، بلاء اور بقاء
وغیرہ جو کچھ اس سال میں مقدر ہے ہر انسان کے متعلق احکام
ان فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں جو ان امور پر معین
ہیں۔

اللہ جل شانہ نے اس رات میں مسلمانوں کے لئے
بے شمار رحمتیں رکھیں ہیں اسی لئے بزرگوں نے اس رات کے
کئی اسماء تحریر فرمائیں ہیں۔

(اپنی شایان شان) نزول فرماتا ہے اور صبح صادق تک ارشاد فرماتا
ہے کیا ہے! کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش
دوں کیا ہے! کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اسے رزق دوں
کیا کوئی (کسی بیماری میں) مبتلا ہے کہ میں اسے عافیت عطا
کروں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت
میں اس مفہوم کو یوں بیان کیا گیا ہے:

عن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ
عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال ان الله لیطلع فی لیلة
النصف من شعبان فیغفر لجميع خلقه الا مشرک
أو مشاحن“ (ابن ماجہ)

یعنی صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے روایت کی کہ
آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات (اپنے
بندوں پر) نظر رحمت فرماتا ہے تو اپنی ساری مخلوق کی مغفرت
فرماتا ہے سوائے مشرک یا (مسلمان بھائی) سے دشمنی رکھنے
والے کے۔

فائدہ تمام سنی صحیح العقیدہ مسلمان مرد و
عورت پر لازم ہے کہ اس رات کی آمد سے قبل جس طرح
ممکن ہو آپسی تنازعات و اختلافات دور کر کے صلح کر لیں اور
بغض دنیوی دل میں نہ رکھیں رہی دینی دشمنی جو اللہ کے
دشمنوں (وہابی، خارجی، رافضی، دیوبندی، چکڑالوی، مرزائی
، نیازی، نیم رافضی وغیرہ فرقہ باطلہ) سے ہو وہ عین ایمان ہے۔

شبِ برأت میں زیارتِ قبور:

حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ اس رات جنت
البدیع میں تشریف لے گئے اور اپنی امت مرحومہ کے لئے
دعائے مغفرت فرمائی، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بنو کلب کی بکریوں سے زیادہ لوگوں کی
مغفرت کی بشارت بھی سنائی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا اپنی آپ بیتی یوں بیان فرماتی ہیں۔

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت
فقدت رسول الله ﷺ ذات لیلة فاذا هو بالبقیع
فقال اکنث تخافین ان یحیف الله علیک ورسوله
قلت یا رسول الله ﷺ اینی ظننت انک اتیت
بعض نسائك فقال ان الله تعالیٰ ینزل لیلة

کفارہ کی رات

جنت الاسلام علامہ امام غزالی رحمہ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف مکاشفۃ القلوب میں علامہ سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں ”علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ رات سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے، جمعرات ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ اور لیلة القدر عمر بھر کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے یعنی ان راتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور یاد الہی میں ساری رات جاگ کر گزار دینا گناہوں کے کفارہ کا سبب ہوتا ہے اسی لئے اس رات کو کفارہ کی رات بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ منذری نے مرفوعاً یہ حدیث نقل فرمائی کہ جس نے دو عید راتیں اور پندرہ شعبان کی رات جاگ کر گزار دی تو ایسے دن میں جبکہ تمام دل مرجائیں گے، اس انسان کا دل نہیں مرے گا۔“

(مکاشفۃ القلوب، ۶۳۲)

شفاعت کی رات

امام غزالی فرماتے ہیں اسے شفاعت کی رات بھی کہتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے تیرہویں کی رات اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کیلئے شفاعت کی، تو اللہ تعالیٰ نے ایک تہائی امت کی شفاعت مرحمت فرمائی اور آپ نے چودہویں کی رات پھر امت کی شفاعت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ دو تہائی امت کی شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائی پھر آپ نے پندرہویں کی رات اپنی امت کی شفاعت کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے تمام امت کی شفاعت منظور فرمائی مگر وہ شخص جو رحمت الہی سے اونٹ کی طرح دور بھاگ گیا ہو اور گناہوں پر اسرار کر کے خود ہی دور سے دور تر ہوتا گیا ہو۔ (اس شفاعت سے محروم رہے گا۔)

آزادی کی رات

اس رات کو آزادی کی رات بھی کہتے ہیں جیسا کہ ابن اسحق نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے کسی کام سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھیجا میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی، جلدی کیجئے میں حضور ﷺ کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ آپ پندرہ شعبان کے

سلسلہ میں گفتگو فرما رہے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ سے فرمایا اے انس! بیٹھ میں تجھے شعبان کی پندرہویں رات کی بات سناؤں، ایک مرتبہ یہ رات میری باری کی رات تھی حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور میرے ساتھ لحاف میں لیٹ گئے، رات کو میں بیدار ہوئی تو میں نے آپ کو نہیں پایا میں نے اپنے دل میں کہا شاید حضور ﷺ اپنی لونڈی قبطیہ کی طرف تشریف لے گئے ہوں، میں اپنے گھر سے باہر نکلی جب میں مسجد سے گزری تو میرا پاؤں آپ پر پڑا آپ فرما رہے تھے کہ ”میرے جسم اور میرے خیال نے تجھے سجدہ کیا میرا دل تجھ پر ایمان لایا اور یہ میرا ہاتھ ہے میں نے اس ہاتھ سے کبھی اپنے جسم کو گناہ سے آلودہ نہیں کیا اے رب عظیم تجھ سے ہی ہر عظیم کام کی امید کی جاتی ہے میرے بڑے گناہوں کو بخش، میرے اس چہرے نے تجھے سجدہ کیا جسے تو نے پیدا فرمایا اسے صورت بخشی اور اس میں کان، آنکھ پیدا فرمائی۔ پھر آپ نے سر اٹھا کر کہا اے اللہ! مجھے ڈرنے والا دل عطا فرما جو شرک سے بری اور منہ ہو کافر اور بد بخت نہ ہو، پھر آپ سجدہ میں گر گئے میں نے سنا اس وقت آپ فرما رہے تھے اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیری ندامتگی سے پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کے طفیل تیرے عذاب سے، تیرے طفیل تیری گرفت سے پناہ مانگتا ہوں، میں تیری مکمل تعریف نہیں کر سکتا جیسا کہ تو نے اپنی تعریف کی ہے، میں وہی کچھ کہتا ہوں جو میرے بھائی داؤد علیہ السلام نے کہا، میں اپنا چہرہ اپنے آقا کے سامنے خاک آلود کرتا ہوں اور میرا آقا اس لائق ہے کہ اس کے سامنے چہرہ خاک آلود کیا جائے پھر آپ نے سر اٹھایا تو میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ یہاں تشریف فرما ہیں اور میں وہاں بھی آپ نے فرمایا: اے حمیرا! کیا تم نہیں جانتی کہ پندرہ شعبان کی رات ہے اس رات میں اللہ تعالیٰ بنو کلب کی بکریوں کے ریوڑ کے برابر لوگوں کو آگ سے آزاد فرماتا ہے مگر چھ آدمی اس رات بھی محروم رہتے ہیں:

- (۱) شراب خور (۲) والدین کا نافرمان
- (۳) زنا کا عادی (۴) قاطع رحم
- (۵) چنگ و رباب بجانے والا (۶) چغل خور۔

معمولات اہل سنت

اکابرین اہل سنت یہ رات عبادات و ریاضات میں گزارتے حضرت خالد بن معدان، حضرت لقمان بن عامر وغیرہ بزرگان دین شبِ برأت میں اچھا لباس پہنتے، خوشبو لگاتے، سرمہ لگاتے اور رات کو مسجد میں جمع ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت اسحق بن رھویہ بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں اور اس رات مسجد میں جمع ہو کر نفلی عبادت کرنے کے متعلق فرماتے ہیں یہ کوئی بدعت کام نہیں ہے علامہ شہاب الدین احمد بن حجازی فرماتے ہیں شبِ برأت میں عبادت کرنا مستحب ہے (ماذنی شعبان)

اور قبرستان جا کر اپنے مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کرنا سنتِ رسول ﷺ اور طریقہِ مسلمین ہے، صدقہ و خیرات تقسیم کرنا آقائے دو جہاں ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا اہل سنن کی عادت مبارکہ رہی ہے۔

مسلمان شبِ برأت کس طرح گزاریں

اگر قضا نمازیں باقی ہوں تو پہلے قضا نمازیں پڑھیں اور جن حضرات کے ذمہ قضا نماز نہ ہوں وہ موقع کو غنیمت جان کر صلوٰۃ التَّسْبِيح وغیرہ نوافل پڑھیں، تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ تلاوت قرآن کریں صدقہ و خیرات کریں قبرستان جا کر اپنے مرحوم مسلمان ماں، باپ، بھائی، بہن، احباب، رشتہ دار اور جملہ مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کریں درود شریف کی کثرت کریں ذکر الہی و ذکر رسول کی محافل سبائیں حمد و نعت اور منقبت پڑھیں اور سنیں، اپنے گناہوں سے سچی توبہ و استغفار کریں اپنے اہل و عیال اور تمام مسلمانوں کی صحت و سلامتی کے لئے دعا کریں دن میں روزہ رکھیں خلاصہ یہ کہ حسنات کریں اور سینات سے اجتناب کریں۔

ہندوستان میں اکثر مقامات پر اہل سنن چودھویں شعبان کو حلوہ بنا کر اپنے بزرگوں کے ایصالِ ثواب کیلئے فاتحہ خوانی کا اہتمام کرتے ہیں اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں مگر یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس رات سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تھے اور پیارے آقا ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا تھا اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دندان شریف محبت رسول ﷺ میں توڑے اور

حلوہ بنا کر کھا یا تھا اس واسطے حلوہ پر فاتحہ ضروری ہے یہ باتیں صدق پر مبنی نہیں کیونکہ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غزوہ احد ساتویں یا گیارہویں شوال کو واقع ہوا لہذا یہ عقیدہ غیر صحیح ہے کہ فاتحہ کیلئے حلوہ ضروری ہے۔ اگر اس نیت کے ساتھ حلوہ بنائیں، فاتحہ دلائیں اور تقسیم کریں کہ آپ ﷺ میٹھا پسند فرماتے تھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کان النبی ﷺ یحب الحلواء و العسل“ یعنی حضور ﷺ میٹھی چیز اور شہد محبوب رکھتے تھے۔

(ترمذی شریف)
الحاصل: یہ رات آتش بازی، فضول خرچی، کھیل کود، عیاشی مکاری اور دیگر فواحشات میں نہ گزاریں بلکہ اپنے رب کو راضی کرنے میں گزاریں۔

و ماتوقفی الا بالله العلی العظیم

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں ماہ شعبان المعظم خصوصاً شبِ برأت کی برکتوں سے مالا مال فرمائے، اس حسین شب کی قدر کرتے ہوئے اس میں نیک اعمال کرنے اور برے کاموں سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

طالب دعا

محمد افتخار الحسن قادری امجدی

امام و خطیب: جامع مسجد اہل سنت و جماعت، لال بازار، منورانی پور، جھانسی



واقعہ معراج مصطفیٰ ﷺ اور منکرین کے شبہات کا ازالہ

کھ محمد نفیس القادری امجدی مراد آباد

کرائی، حالانکہ مسجد اقصیٰ مکہ مکرمہ سے تیس دن سے زیادہ کی مسافت پر ہے، وہ مسجد اقصیٰ جس کے ارد گرد ہم نے دینی و دنیوی برکتیں رکھی ہیں، اور سیر کرانے کی حکمت یہ تھی کہ اللہ جل جلالہ اپنے پیدلے حبیب ﷺ کو اپنی عظمت اور قدرت کی عظیم نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔ روایت ہے کہ جب سرکارِ دو عالم ﷺ شبِ معراج درجِ جاتِ عالیہ اور مراتبِ رفیعہ پر فائز ہوئے تو اللہ جل جلالہ نے خطاب فرمایا اے محمد! ﷺ یہ فضیلت و شرف میں نے تمہیں کیوں عطا فرمایا؟ حضورِ اقدس ﷺ نے عرض کی، اس لئے کہ تو نے مجھے عبدیت کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا اس پر یہ آیت مبلکہ نازل ہوئی۔ (سورۃ بنی اسرائیل، زیر لیت: ۱/ خزائنِ عرفان/ ص: ۵۰۷)

اَسْمٰی بَعْدَہ: اپنے بندے کو سیر کرائی۔ لیت کے اس حصے میں نبی اکرم ﷺ کے معراج شریف کا تذکرہ ہے۔ معراج شریف نبی کریم ﷺ کا ایک جلیل القدر معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس سے نبی کریم ﷺ کا وہ کمال قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الٰہی میں آپ ﷺ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ نبوت کے بارہویں سال سید المرسلین ﷺ معراج جسمانی سے نوازے گئے، البتہ مہینے کے بارے میں اختلاف ہے، مگر اشرہ یہ ہے کہ ستائیسویں شبِ رجب المرجب کو معراج ہوئی۔

مکہ مکرمہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے سے حصہ میں تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازلِ قرب میں پہنچنا احادیثِ صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے، جو حد تو اتر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج شریف بحالتِ بیداری جسم و روح دونوں کے

واقعہ معراج اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ اور معرفت الٰہی پر دلیل اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے مقام ارفع و اعلیٰ پر واضح ثبوت ہے۔ بلاشبہ خالق کائنات نے اپنے بے مثال رسول ﷺ کو ایسے کمالات سے نوازا جو مخلوقات میں کسی دوسرے کو عطا نہ ہوئے۔ جب ہم کتاب اللہ اور احادیثِ نبویہ کا بنظرِ عمیق مطالعہ کرتے ہیں تو معراج کی حقانیت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

اس حوالے سے چند آیات قرآنی مع تشریح و توضیح درج ذیل ہیں:

آیت نمبر ۱: ”سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْمٰی بَعْدَہ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَوَّكُنَا حَوْلَہٗ لَیْلًا مِّنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ“ (سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۱) ترجمہ: پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے (کنز الایمان)

سُبْحٰنَ الَّذِیْ: پاک ہے وہ ذات، اس کا معنی یہ ہے اللہ جل جلالہ کی ذات ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ سے ”سُبْحَانَ اللہ“ کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تَزَیُّہُ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَنْ کُلِّ سُوْءٍ ہر بری چیز سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔ (تفسیر الحسنات/ ص: ۶۱۰، جلد سوم)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر کمزوری، عیب اور نقص سے اللہ رب العزت جل جلالہ کی عظیم ذات پاک ہے، جس نے اپنے خاص بندے یعنی محمد ﷺ کو شبِ معراج کے کچھ حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر

ساتھ واقع ہوئی، یہی جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحاب رسول ﷺ کی کثیر جماعتیں، اسی کے معتقد ہیں، آیات و احادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ اور جہاں تک پیچھے فلسفیوں کا تعلق ہے جو علت و معلول کے چکر میں پھنس کر عجیب و غریب شکوک و شبہات کا شکار ہیں تو ان کے فاسد اوہام محض باطل ہیں، قدرت الہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں۔ (سورۃ بنی اسرائیل / تحت الآیۃ: ۵۰ / تفسیر الحسنات، ص: ۲۱۱، جلد سوم)

آیت معراج کی مختصر توضیح: ارشاد باری تعالیٰ ہے ”سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ“ اللہ رب العزت جل جلالہ نے اس سفر عظیم کو سُبْحَنَ سے شروع فرمایا۔ جو تعجب کے مقام میں استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ سفر معراج بھی ایک عجیب و غریب سفر تھا جو انسانی عقل و فہم سے بلند و بالا تھا۔ اسی وجہ سے کفار مکہ نے انکار کر دیا تو اللہ جل جلالہ نے سُبْحَنَ ارشاد فرما کر یہ بتلایا کہ سفر معراج ایک عجیب و غریب سفر ہے مگر اس ذات نے یہ سفر کرایا جو سُبْحَنَ ہے۔ اللہ جل جلالہ کے لیے کوئی مشکل نہیں وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس آیت میں ”الَّذِي أَسْرَىٰ“ سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ”الْأَسْرَاءُ السَّيْرُ بِاللَّيْلِ خَاصَّةً اسری محاورہ عرب میں رات کی سیر کو کہتے ہیں۔ وَقَالَ اللَّيْثُ يَقَالُ أَسْرَىٰ لِأَوَّلِ اللَّيْلِ۔ لیث کے نزدیک اسری رات کی ابتدائی سیر کو کہتے ہیں۔ (تفسیر الحسنات / ص ۲۱۱، جلد سوم)

اللہ رب العزت جل جلالہ نے رات کو سیر کرائی، سیر کرانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی اللہ جل جلالہ نبی کریم ﷺ کو رات میں سیر کرانے لے گیا۔

”بِعَبْدِهِ“ عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ سُلَيْمَانَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا وَصَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الدَّرَجَاتِ الْعَالِيَةِ وَالْمُرَاتِبِ الرَّفِيعَةِ أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَىٰ إِلَيْهِ يَا مُحَمَّدُ بِمَنْ نُشَرِّفُكَ قَالَ بَنَسْتِي إِلَيْكَ بِالْعِبَادَةِ فَانْزَلَ اللَّهُ تَعَالَىٰ سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ۔ جب نبی کریم ﷺ درجات عالیہ اور مراتب رفیعہ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا

اے محمد! ﷺ کس نام سے آپ کو مشرف کروں؟ نبی کریم ﷺ نے عرض کیا اس نسبت سے جو میری تیرے پاس ہے عبودیت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ“۔ ”قُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ“ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔ (تفسیر الحسنات، ص: ۲۱۱، جلد سوم)

بِعَبْدِهِ... میں لفظ ب مصاحبت کے لیے ہے۔ یعنی سیر کرانے والا، سیر کرنے والے کے ساتھ تھا اور یہ صحبت و معیت جو بیان میں نہیں آسکتی۔ اور بعبدہ میں ”وہ“ ضمیر کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے اور ”عَبْدٌ“ خاص ہمارے نبی کریم ﷺ کی ذات ہے۔ صرف ”عَبْدٌ“ ہونا اور بات ہے ”عَبْدٌ“ ہونا بڑے کمال کا درجہ رکھتا ہے۔ جس عَبْدٌ کا ذکر آیت کریمہ میں ہوا وہ کوئی عام عَبْدٌ نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا خاص عَبْدٌ ہے جس کی عبودیت پر اسے ناز ہے۔

”لَيْلًا“ یہ ظرف ہے اسری کا۔ اور لیل پر تنوین تنکیر برائے تقلیل و تحقیر ہے اور مدت اسری کی تقلیل اور بعض اجزاء لیل ظاہر فرمائی گئی۔ چنانچہ قرأت عبد اللہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما ”مِنْ اللَّيْلِ“ بھی ہے۔ جس کے معنی ہوتے ہیں بعض حصہ رات سے جیسے ”مِنْ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ“ فرمایا گیا۔ یعنی معراج ساری رات نہیں ہوئی بلکہ رات کے تھوڑے سے حصے میں اتنا طویل اور عظیم سفر طے ہوا ہے اس عظیم سفر پر صرف ایک لمحہ لگا ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اللہ رب العزت جل جلالہ قادر ہے، وہ چاہے تو قصیر زمانہ کو طویل کر دے اور طویل زمانہ کو قصیر کر دے۔ (تفسیر الحسنات، ص: ۲۱۱، جلد سوم / سیرت حلبی، ص: ۴۱۴ / انوار البیان، ص: ۴۰۰، ۴۰۱، جلد دوم)

”مِنْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ“ مسجد حرام مکہ مکرمہ کی عزت والی مسجد جس کے چتر میں بیت اللہ واقع ہے مگر مسجد سے مراد مکہ مکرمہ ہے نہ خود مسجد شریف۔ کیونکہ معراج حضرت ام ہانی کے گھر سے ہوئی جو حرم شریف میں ہے (انوار البیان، ص: ۴۰۲، جلد دوم / حاشیہ جلالین، ص: ۲۲۸)

آیت نمبر ۲: قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے کہ اے لوگو! سفر معراج کے دوران ”مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ“ تمہارے آقا ﷺ نہ بہکے اور نہ بے راہ چلے بلکہ

سارے سفر کو بڑی دلجمعی اور سکون کے ساتھ طے کیا جیسے پہلے ہی تمام مراحل و مدارج سفر سے آگاہ ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ“ اور محمد ﷺ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ نہیں مگرو جی جو انہیں کی جاتی ہے۔ بلکہ ان کی ہر بات سر اسروحی الہی ہوتی ہے۔ مزید ارشاد ہوا ”عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ“ انہیں سکھایا سخت قوتوں والے زور آور نے بلکہ انہوں نے علم زبردست قوت رکھنے والے رب العزت جل جلالہ سے حاصل کیا۔ اسے علم اور اسرار الہیہ کے تمام خزانے براہ راست عطا کئے گئے۔ اس کے بعد اللہ رب العزت جل جلالہ نے معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلندی اور علو مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ”وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ“ اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا۔ جس کے آگے کوئی کنارہ اور حد نہیں۔ جب خدا کی ذات اپنی صفاتی تجلیات کے ساتھ اس کے قریب ہوئی تو ارشاد ہوا ”ثُمَّ دَنَا“ پھر جلوہ نزدیک ہوا فَتَنَّا“ پھر خوب اتر آیا۔ پھر ارشاد ہوا ”فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ“ تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ قرب و وصال کی اس انتہائی منزل پر دونوں کی ملاقات ہوئی اور قرب کی اس انتہا کو پہنچ کر ”فَاَوْجَىٰ إِلَىٰ عِبْدِهِ مَا أَوْجَىٰ“ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ اس کی خبر وحی کرنے والے کو ہے یا اسے ہے جسے وحی کی گئی کسی اور کو اس کی کوئی خبر نہیں کہ راز و نیاز کی باتوں میں محب اور محبوب کے سوا کوئی تیسرا شامل نہ تھا۔ پھر فرمایا ”مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ“ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ اس رسول معظم ﷺ نے جو کچھ پچشم سر دیکھا دل نے اس کو نہیں جھٹلایا یعنی دیدار خداوندی کے معاملے میں آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اس دیکھنے کی تصدیق کی اور رویت باری تعالیٰ کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ رب العزت جل جلالہ کو اپنے قلب مبارک سے دو بار دیکھا (مسلم) ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپ نے اللہ رب العزت

جل جلالہ کو حقیقتہً پچشم مبارک سے دیکھا یہ قول حضرت انس بن مالک اور حسن و عکرمہ کا ہے (خزان العرفان ص: ۹۷) وعید فرمائی گئی کہ ”اَفْتَمِدُّوْهُ عَلٰی مَا يُوْرِي“ تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ تم اس بارے میں جھگڑتے ہو کہ اس نے کس کا دیدار کیا۔ پھر دیکھنا صرف ایک بار نہ تھا ”وَلَقَدْ رَاَهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ“ انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔ اس نے دوسری مرتبہ اسے دیکھا۔ یہ دیکھنا ایسا ہی تھا جیسے دم رخصت پچھڑنے سے پہلے کوئی محبوب کو مڑ مڑ کر دیکھتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ رب العزت جل جلالہ کو اپنے قلب مبارک سے دو مرتبہ دیکھا اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ رب العزت جل جلالہ کو آنکھ سے دیکھا اور یہ دیکھنا ”عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ“ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ“ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ پہلی مرتبہ جلوہ محبوب قاب قوسین پر دیکھا اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ پر جس کے قریب جَنَّتُ الْمَأْوَىٰ ہے۔ جب منظر یہ تھا کہ ”اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ“ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ یعنی سدرہ کو ڈھانپنے والی چیزوں نے ڈھانپ لیا تھا۔ گویا فرشتوں کا انبوہ کثیر سدرہ میں حضور ﷺ کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ ”مَا لَئِذَا بَصَرُوْهُمَا طَفَعِيَ“ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے کمال قوت کا اظہار ہے کہ اس مقام میں جہاں عقلمیں حیرت زدہ ہیں آپ ثابت رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہوئے، دائیں، بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہوئے، نہ مقصود کی دید سے آنکھ پھیری، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش ہوئے بلکہ اس مقام عظیم میں ثابت رہے۔ (سورۃ النجم آیت ۷، ۸، ترجمہ و تفسیر کنز الایمان، خزان العرفان)

معراج مصطفیٰ ﷺ احادیث نبویہ کی روشنی میں: معراج جسمانی کے بارے میں سینکڑوں احادیث ہیں جن کا ایک

مختصر خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ معراج کی رات حضرت جبریل بدگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کو معراج کی خوشخبری سنائی اور آپ ﷺ کا مقدس سینہ کھول کر اسے آب زمزم سے دھویا، پھر اسے حکمت و ایمان سے بھر دیا۔ اس کے بعد تاجدار رسالت ﷺ کی بدگاہ میں براق پیش کیا اور انتہائی اکرام و احترام کے ساتھ اس پر سوار کر کے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گئے، اور بیت المقدس میں سید المرسلین ﷺ نے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی امامت فرمائی۔ پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے باری باری تمام آسمانوں کے دروازے کھلوائے، پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام، دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور اقدس ﷺ کی زیدت و ملاقات سے مشرف ہوئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی عزت و تکریم کی اور تشریف آوری کی مبارک بلایاں پیش کیں، حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرماتے اور وہاں کے عجائبات دیکھتے ہوئے تمام مقررین کی آخری منزل سدرة المنتہی تک پہنچے۔ اس جگہ سے آگے بڑھنے کی کسی مقرب فرشتے کو بھی مجال نہیں ہے اس لئے حضرت جبریل امین آگے ساتھ جانے سے معذرت کر کے وہیں رہ گئے، پھر مقام قرب خاص میں نبی کریم ﷺ نے ترقیاں فرمائیں اور اس قربِ اعلیٰ میں پہنچے کہ جس کے تصور تک مخلوق کے افکار و خیالات بھی پرواز سے عاجز ہیں۔ وہاں رسول اکرم ﷺ پر خاص رحم و کرم ہوا اور آپ ﷺ انعامات الہیہ اور مخصوص نعمتوں سے سرفراز فرمائے گئے، زمین و آسمان کی بادشاہت اور ان سے افضل و برتر علوم پائے۔ امت کے لئے نمازیں فرض ہوئیں، نبی کریم ﷺ نے بعض گناہ گاروں کی شفاعت فرمائی، جنت و دوزخ کی سیر کی اور پھر دنیا میں اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے۔ جب سرورِ عالم ﷺ نے اس واقعہ کی خبریں دیں تو

کفار نے اس پر بہت واویلا کیا اور حضور اقدس ﷺ سے بیت المقدس کی عداوت کا حال اور ملک شام جانے والے قافلوں کی کھچتیں دریافت کرنے لگ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں سب کچھ بتا دیا اور قافلوں کے جواحوال سید المرسلین ﷺ نے بتائے تھے، قافلوں کے آنے پر ان سب کی تصدیق ہوئی۔ (خزان العرفان ص: ۱۱۰۹، سورۃ بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱/ مسلم شریف، جلد: ۱، ص: ۹۱، کتاب الایمان/ بخاری شریف، کتاب الصلوٰۃ، جلد: ۱، ص: ۵۰، ۵۱، لمضاً)

تفسیر وحدیث کی چند کتابوں کے مطالعہ پر اکتفا کر لینے سے معراج کی حقیقت کو سمجھ لینے کا دعویٰ خام خیالی ہے اس کی تفصیلات کے لئے کثیر کتابوں کو کھگانا پڑے گا۔ قلت مطالعہ کی بنا پر واقعہ معراج کی عظمت و رفعت کو جھٹانا انصاف و دانشمندی کے تقاضوں کے منافی ہے۔

معراج مصطفیٰ کس مقام سے ہوئی: حضرت ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے مختلف روایات میں تطبیق فرمائی پھر بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی چچا زاد بہن حضرت ام ہانی کے گھر آرام فرماتے یعنی مقام ام ہانی سے معراج کی ابتدا ہوئی۔

(سیرت حلبی، ص: ۲۰۵/ تفسیر ابن کثیر، ص: ۲۵۲، جلد دوم/ الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۱۴، جلد: ۱/ انوار البیان، ص: ۴۰۰، جلد دوم)

معراج مصطفیٰ کس شب میں ہوئی: معراج پیر کی رات میں ہوئی۔ پیر کی رات میں آپ پیدا ہوئے اور پیر ہی کو وصال فرمایا اور پیر کو اعلان نبوت کیا۔ پیر ہی کو مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور پیر ہی کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

(سیرت حلبی، ص: ۲۰۵، انوار البیان، ص: ۴۰۰، جلد دوم)

معراج مصطفیٰ کس مہینے اور تاریخ میں ہوئی: شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ دید عرب میں لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ نبی کریم ﷺ کی معراج شریف ۲ رجب المرجب کو ہوئی۔ (ماثبت بالسنۃ، ص: ۱۳۹، بحوالہ انوار البیان، ص: ۴۰۰، جلد دوم)

وَنَقَلَ عَنْهُ الْفَاضِلُ الْمَلَّا أَمِينُ الْعُمَرَى فِي شَرْحِ الشِّفَا الْجَزْمُ بِأَنَّهُ كَانَ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ عَشْرَةَ مِنَ الْبَعْثِ. پختہ تحقیق ملا امین کی یہ ہے کہ معراج بعثت کے بارہویں سال ہوئی۔ (تفسیر الحسنات، ص: ۶۱۶، جلد سوم) اور اسی کو حضور صدق الافاضل نے تفسیر خزان العرفان میں بیان فرمایا کہ نبوت کے بارہویں سال سید عالم ﷺ معراج سے

نوازے گئے۔ البتہ مبینے میں اختلاف ہے۔ (خزائن العرفان، ص: ۵۰۷)

نبی کریم ﷺ کو ۳۴ معراجیں ہوئیں: تفسیر الحسنات میں زیر آیت ”عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُسْتَهَى“ ہے کہ معراج نبی کریم ﷺ کو کل ۳۴ بار ہوئی جن میں سے ایک بد حالت بیداری میں معراج جسمانی اور باقی خواب میں روحانی۔ شیخ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

”إِنَّ أَسْرَاءَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَتْ أَوْ بَعَاوَتْ ثَلَاثِينَ وَاحِدًا بِجِسْمِهِ وَالْبَاقِي بِرُوحِهِ“ نبی کریم ﷺ کو اسراء تو چونتیس بار ہوا ایک بد بحمد و روح اور باقی روحانی۔ (تفسیر الحسنات، ص: ۶۲۰، جلد سوم)

معراج جسمانی کے دلائل اور منکرین کے شبہات کا ازالہ:

عالم بیداری میں جسمانی معراج مصطفیٰ ﷺ پر بے شمار دلائل موجود ہیں یہاں پر چند دلائل بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ (۱) ارشاد باری تعالیٰ ”أَسْرَىٰ بَعْبِدَهُ“ فرمانا لفظ عبد قرآن وحدیث یا عربی زبان میں صرف روح کو نہیں کہا جاتا ہے یا صرف جسم کے لئے نہیں بولا جاتا ہے بلکہ روح اور جسم کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے اس لئے لفظ عبد استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ معراج شریف جسمانی تھی۔ امام رازی فرماتے ہیں: ”ان العبد اسم لمجموع الجسد والروح فوجب ان يكون الاسراء حاصلًا لمجموع الجسد والروح“ (مفاتیح الغیب) یقیناً یہ سیر دونوں کے مجموعہ کو حاصل ہوئی۔

(۲) حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لئے براق کی سواری پیش کی گئی جس پر نبی کریم ﷺ سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ براق کا سواری بننا اور نبی کریم ﷺ کا براق پر سوار ہونا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ معراج مصطفیٰ جسمانی تھی۔ جیسا کہ (بخاری شریف، ص: ۵۰، ۵۱، جلد: ۱/ مسلم، ص: ۹۱/ جلد: ۱/ مشکوٰۃ، ص: ۵۲۷)

(۳) ارشاد باری تعالیٰ: ”أَسْرَىٰ رَاتٍ“ سیر کو کہتے ہیں ”أَسْرَىٰ“ کا اطلاق اس سیر پر نہیں ہوتا کہ جو خواب میں ہو بلکہ ”أَسْرَىٰ“ کا اطلاق اس سیر پر ہوتا ہے جو رات کے وقت عالم بیداری میں ہو۔ ”أَسْرَىٰ“ کا استعمال اس بات کی دلیل ہے

معراج مصطفیٰ جسمانی تھی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: ”وَالْإِسْرَاءُ السَّيْرُ بِاللَّيْلِ خَاصَّةً“ یعنی ”أَسْرَىٰ“ محاورہ عرب میں رات کی سیر کو کہتے ہیں۔

وَقَالَ اللَّيْثُ يُقَالُ أَسْرَىٰ لَأَوَّلِ اللَّيْلِ. لیث کے نزدیک ”أَسْرَىٰ“ رات کی ابتدائی سیر کو کہتے ہیں۔ (تفسیر الحسنات، ص: ۶۱۱، جلد سوم)

(۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”مَّا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ“ (پ: ۵، ع: ۵) آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی۔ (کنز الایمان)

بَصَرُ کا لفظ جسمانی نگاہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ خواب میں دیکھنے کے لیے بَصَرُ کا لفظ نہیں استعمال کیا جاتا لہذا آیت مذکورہ میں بَصَرُ کے لفظ کا استعمال ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ معراج مصطفیٰ جسمانی تھی۔

(۵) معراج نبی کریم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے اگر خواب میں معراج ہوتی تو خواب کی بات معجزہ کیسے بن جاتی، معراج کا معجزہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ معراج جسمانی تھی۔ شیخ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں: ”إِنَّ أَسْرَاءَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَتْ أَوْ بَعَاوَتْ ثَلَاثِينَ وَاحِدًا بِجِسْمِهِ وَالْبَاقِي بِرُوحِهِ“ (تفسیر الحسنات، ص: ۶۲۰، جلد سوم)

(۶) نبی کریم ﷺ نے جسمانی معراج کا ذکر کیا تھا اگر معراج خواب کی بات ہوتی تو کفار مکہ کے کافر مذاق نہ بناتے اور تکذیب نہ کرتے، کفار و مشرکین کا اس شدت سے معراج کا انکار کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ معراج جسمانی تھی۔ اور ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ رب العزت جل جلالہ کو چشم سر دیکھا چنانچہ حضرت حسن بصری قسم کھا کر فرماتے ہیں: معراج میں نبی کریم ﷺ نے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے رب کو دیکھا، رب کو دیکھا، رب کو دیکھا، یہاں تک فرمایا کہ آپ کی سانس بند ہو گئی۔ اور روح البیان اور مشکوٰۃ باب المساجد میں بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ“ میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا

(مشکوٰۃ شریف، جلد اول، اذان کا بیان، حدیث: ۶۸۸)

منکرین معراج شریف کا دندان شکن جواب: اللہ رب العزت جل جلالہ نے نبی کریم ﷺ کو عالم بیداری میں جسم اقدس اور روح پاک کے ساتھ عرش اعظم پر اپنے قرب خاص میں بلا کر اپنی عین ذات کا مشاہدہ کرایا اور دیدار عطا فرمایا۔ چنانچہ علامہ سعدا لدین تفتازانی معراج جسمانی کے متعلق عقیدہ اہل سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے رقم ترازیں: ”وَلَا يَحْفَظِي أَنَّ الْمُعْرَاجَ فِي الْمَنَامِ أَوْ بِالرُّوحِ لَيْسَ بِمَا يُتَكَبَّرُ كُلُّ الْإِنِّكَارِ وَ لَكُفْرَةِ أَنْكَرُوا أَمَرَ الْمُعْرَاجِ غَايَةَ الْإِنِّكَارِ بَلْ كَثِيرٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَدْ أَزَلُّوا بِسَبَبِ ذَلِكَ“ (شرح عقائد نسفی، ص: ۱۰۵) یعنی اس میں کوئی خفا نہیں کہ معراج منامی ہو یا روحانی، ان امور میں سے نہیں ہے کہ جس کا کلی طور پر انکار کیا جائے، اور کافروں نے واقعہ معراج کا شدت سے انکار کیا بلکہ کثیر مسلمان اس کی وجہ سے مرتد ہو گئے۔

جو لوگ معراج جسمانی کے منکر اور منامی کے قائل ہیں ان کے شبہات کا ازالہ: بعض لوگوں نے آیت کریمہ ”وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ“ ترجمہ: اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۶۰)

اس سے حجت پکڑی کہ نبی کریم ﷺ کی معراج منامی تھی، جسمانی نہ تھی۔ لیکن قرآن کریم کی اسی آیت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معراج جسمانی ثابت فرمائی ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ روایا سے مراد یہاں رویت چشم ہے خواب میں دیکھنا مراد نہیں ہے۔ شب معراج نبی کریم ﷺ کو جو نشانیاں دکھائی گئی تھیں وہ خواب میں نہ تھیں۔

لام لغت ابن دحیہ نے بھی صراحت کی ہے کہ رویا کا معنی دیکھنے کے بھی آتے ہیں ”رَأَيْتُ رُؤْيَا“ نیز ”وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ“ کا آخری ٹکڑ ”فِتْنَةً لِلنَّاسِ“ رویت چشم اور معراج جسمانی کی تائید کرتا ہے اس لئے کہ خواب کے بیان میں کوئی فتنہ اور آزمائش نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی خوابوں کی تکذیب نہیں کرتا۔ (درمنثور) ”فِتْنَةً لِلنَّاسِ“ کی تفسیر روایت ذیل سے ہوتی ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ آیت سے وہ نشانیاں مراد ہیں جو بیت المقدس جاتے وقت نبی کریم ﷺ کو دکھائی گئی تھیں جب نبی کریم ﷺ نے وہ نشانیاں بیان فرمائیں تو بہت سے لوگ تکذیب کر کے مرتد ہو گئے۔ (معارج النبوة) اور عربی ادب میں بھی یہ لفظ اکثر استعمال ہوا ہے جیسا کہ دیوان متنبی میں ہے:

مضى الليل والفضل الذى لك لا يمضى
ورق ياك احلى فى العيون من الغمض.

(دیوان متنبی ص: ۱۸۸ اقا فیہ الضاد)

ترجمہ: رات ختم ہو گئی اور تیرا فضل ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اور تیرا دیدار جمال آنکھوں میں نیند سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس میں لفظ ”رؤ یا“ رویت بصری کے معنی میں استعمال ہوا ہے علاوہ ازیں اسی آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ”هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أَرِيَهَا رَسُولُ اللَّهِ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ“۔ (بخاری، ص: ۵۵۰، جلد: ۱)

علامہ کرمانی نے اس حدیث پر کہا: رؤ یا عین بہ للأشعار بأن رؤ یا بمعنى الرؤية فى اليقظة لا رؤ یا المنام۔ (بخاری شریف، ص: ۵۵۰، حاشیہ: ۵) ترجمہ: رو یا عین کے ساتھ یہ ظاہر کرنے کے لئے مقید فرمایا کہ لفظ رو یا یہاں بحالت بیداری دیکھنے کے معنی میں ہے سونے والے کے خواب کے معنی میں نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی ہے۔ آیت قرآنیہ و احادیث مبارکہ معراج جسمانی پر دلیل قاطع ہیں اور قاعدہ بھی ہے ”النصوص تحمل على الظواهر“، لہذا قرآن اور کتب احادیث میں مذکورہ آیت اور حدیثوں سے اعراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور معراج جسمانی کو حق تسلیم کرنے پر کوئی استحالہ بھی نہیں ہے۔ اللہ رب العزت جل جلالہ حق تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

نوک قلم: محمد نفیس القادری امجدی

خطیب و امام جامع مسجد منڈیا/خادم تدریس جامعہ قادریہ

مدینۃ العلوم، گلڑیہ، معانی، مراد آباد، یوپی

حضور اقدس ﷺ کے تعدد ازواج کی حکمتیں

کچھ مفتی مشتاق احمد امجدی، ازہری دارالافتاء، ناسک

اسلام میں ایک مرد کو اکٹھا صرف چار بیویوں کی اجازت ہے پانچویں نہیں رکھ سکتا ہے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے محقق دوراں شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی دام ظلہ رقمطراز ہیں:

”اسلام دینِ فطرت ہے، اس کے سارے اصول انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں، اسلام بدکاری کو دور کرنا چاہتا ہے اور یہ مقصد صرف چار بیویوں سے بخوبی حاصل ہو جاتا ہے، پانچویں کی قطعی ضرورت نہیں رہتی، ہاں اگر صرف تین تک اجازت ہوتی تو اس سے بدکاری کا مکمل سد باب نہیں ہوتا، اس اجمال کی ایک مختصر سی تفصیل یہ ہے، مثلاً کسی صحتمند انسان نے کسی صحتمند خاتون سے نکاح کیا، تو اگر دونوں مکمل صحتمند ہیں تو اغلب یہی ہے کہ پہلی ہی قربت میں بیوی حاملہ ہو جائے، حاملہ ہوجانے کی صورت میں تین ماہ تک اس سے قربت حاملہ کے لیے طبعی نقطہ نظر سے مضر نہیں مگر تین مہینے کے بعد احتیاط برتنی ہوگی اور شوہر کو اس کی صحبت سے خود کو بچانا ہوگا، اب اس حال میں شوہر کی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لیے اور اس کو بدکاری سے بچانے کے لیے دوسری شادی کی اجازت دیدی ہے، وہ بھی اگر پہلی ہی قربت میں حاملہ ہوگئی تو اس کے ساتھ بھی تین ماہ تک شوہر کے مشغول رہنے میں مضائقہ نہ رہا، تین ماہ کے بعد شوہر کو حسب سابق اس سے بھی الگ ہو جانا پڑا تو اس کی تیسری شادی کی اجازت مل گئی اور پھر اس نے تیسری عورت سے نکاح کر لیا، اس کا بھی یہی حال رہا کہ پہلی صحبت میں حاملہ ہوگئی اور اس کے قریب بھی شوہر احتیاطاً تین ہی مہینے رہ سکا، تین مہینے کے بعد اس کو چوتھے نکاح کی رخصت مل گئی اور پھر وہ بھی پہلی قربت میں حاملہ ہوگئی اور شوہر کو اس سے قربت بھی تین ہی مہینے طبعی نقطہ نظر سے مناسب رہی، چنانچہ تین مہینے کے بعد اسے اس کی قربت سے الگ ہو جانا پڑا، مگر

مذہب اسلام دینِ فطرت ہے، اس کا کوئی قانون انسانی فطرت سے بالاتر نہیں، اسلام کا منشا و مقصد یہ ہے کہ اس کے پیروکار بدکاری سے کامل طور پر دور و نفور ہیں اور مسلم معاشرہ سے زنا اور اس کے دواعی کا مکمل طور پر سد باب ہو، اسی لیے مذہب اسلام ایک تندرست و صحتمند شخص کو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت فراہم کرتا ہے مگر تعدد ازواج کی یہ اجازت چند بنیادی شرائط کے ساتھ مشروط ہے مثلاً حقوق زوجیت پر قدرت کے ساتھ سب کے درمیان نفقہ، سکنی، شب باشی وغیرہ امور میں عدل و مساوات کر سکتا ہو ورنہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کی تلقین کرتا ہے چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے:

فَإِنْ كُنْتُمْ أَهْلًا لِّمَا كَلَّمَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنًى وَثُلَّةً وَدَلِيلًا خِفْتُمْ أَتَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً [سورہ نساء، ۳]

ترجمہ: تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دودو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو (کنز الایمان)

دور جاہلیت میں اسلام کا سورج طلوع ہونے سے قبل ایک بے ہودہ اور غیر شرعی رسم و رواج یہ بھی تھا کہ ایک مرد جتنی عورتوں کو چاہتا بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ لیتا، عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنے کی کوئی حد بندی نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعہ دور جاہلیت کے نظام کثرت ازواج کو ختم کر دیا اور اسے ایک حد پر لا کر محدود کر دیا وہ بھی چند اہم شرائط کے ساتھ لہذا اسلامی قانون کے مطابق ایک صحت مند آدمی بیک وقت صرف چار بیویاں ہی رکھ سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں، اسلام کے دیگر قوانین کی طرح یہ قانون بھی عین فطرت انسانی کے مطابق ہے، عقل انسانی اس کی حکمت کا ادراک کر سکے یا ادراک کرنے سے قاصر رہے،

انہوں نے خود کو اس کا پابند نہ کیا اور اپنی جنسی خواہشات کی تسکین کے لیے گیارہ شادیاں کی، معاذ اللہ رب العالمین۔
پچھلے سطور میں آپ نے عام مومنین کے لیے چار شادیوں کی حکمت تفصیل سے مطالعہ فرمایا یہاں سرکارِ عالم ﷺ کی کثرتِ ازواج کی حکمتوں پر چند کلمات ہدیہ ناظرین ہیں۔

چند توجہ طلب امور

پیغمبر اسلام کی کثرتِ ازواج جنسی تسکین کے خاطر تھی یا جنسی تسکین کے ماسوا اس کے کچھ دوسرے مقاصد تھے اس پر تفصیلی گفتگو سے قبل درج ذیل امور ذہن نشین رہیں تاکہ زیر تحریر مسئلہ کے اسرار و حقائق اور اس کی باریکیوں کو سمجھنے میں مدد ملے۔

(۱) نبی کریم ﷺ نے پچیس برس کی عمر تک کوئی شادی نہیں کی۔

(۲) آپ ﷺ نے جنسی اباحت کے پر آشوب ماحول میں اپنا عنفوانِ شبابِ تجرد کی حالت میں گزاریا لیکن کسی کو آپ کے دامنِ عفت پر کوئی دھبہ نظر نہ آیا۔

(۳) آپ نے پہلی شادی پچیس سال کی عمر میں ایک چالیس سالہ بیوہ خاتون سے کی گویا جس خاتون کو سب سے پہلے آپ نے اپنی زوجیت کا شرف بخشا وہ آپ سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھیں اور آپ ﷺ کے نکاح میں آنے سے قبل وہ دو خاندانوں کی زوجیت میں رہ چکی تھیں۔

(۴) آپ ﷺ نے اپنی عمر کے پچاس سال تک، پچیس برس کا ایک طویل عرصہ اپنی اسی زوجہ مکرمہ کے ساتھ گزارا، جب تک وہ زوجہ محترمہ زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہجرت سے تین برس قبل پینسٹھ سال کی عمر میں ماہ رمضان المبارک میں مکہ معظمہ میں ہوا۔

(۵) پہلی بیوی کے وصال کے بعد جس خاتون سے عقد نکاح فرمایا وہ ایک بیوہ اور عمر رسیدہ خاتون تھیں۔

(۶) آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کوئی بھی باکرہ نہ تھیں حالانکہ آپ ﷺ خود اپنے امتیوں کو باکرہ عورتوں سے

اس کے باوجود اب اسے پانچویں کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ اس چوتھی کے تین مہینے پورے ہونے تک، اس کی سب سے پہلی بیوی بچے سے فارغ ہو چکی ہوگی اور اس پر مزید تین مہینہ گزر چکا ہوگا، اب اس سے قربت کرنے میں کسی طرح کا کوئی مضائقہ نہ ہوگا اور جب اس پہلی کا تین مہینہ پورا ہوگا تو دوسری فارغ ہو کر تین مہینے گزار چکی ہوگی، یوہی جب دوسری کا تین مہینہ پورا ہوگا تو تیسری اس منزل میں پہنچی ہوگی کہ اس سے قربت کی جاسکے، تیسری کے بعد چوتھی کا بھی یہی حال ہوگا، اس طرح ایک دور پورا ہو جاتا ہے اور پھر دوسرے دور کے لیے پہلی بیوی اپنی سابقہ حالت پر پہنچی ہوگی، المختصر چوتھی کے بعد کسی حال میں بھی پانچویں کی ضرورت نہیں اور صرف تین سے مکمل طور پر ضرورت پوری نہیں ہوتی اور پوری طور پر بدکاری کا سد باب نہیں ہوتا۔ اب اگر کوئی سوچے کہ جس صورت حال کی تصویر کشی کی گئی ہے، وہ شاذ و نادر ہی پیش آسکتی ہے تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ ایک جامع قانون و ضابطہ بنانے کے لیے شاذ و نادر حالت پر ہی نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔“

[سید التفاسیر المعروف بہ۔ تفسیر اشرفی۔ جلد دوم، ص ۱۳۴]

ہاں یہ خدائی قانون امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مردوں کے لیے ہے، جبکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا حکم اس سے جدا اور الگ ہے چنانچہ آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں متعدد حکمتوں کے پیش نظر گیارہ خوش نصیب خواتین اسلام کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا اور بوقت وصال آپ کے نکاح میں نو بیویاں باحیات تھیں۔

کچھ ناواقف اندیش، ناخدا ترس اور بزمِ خویش روشن خیال افراد پیغمبر اسلام کی حیاتِ طیبہ کے اس پہلو کو لے کر سخت واویلا مچاتے ہیں، طرح طرح کے مغالطات بکتے ہیں اور بے جا اعتراضات کرتے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر اپنے ماننے والوں کو خواہش پرستی کی تعلیم دیتے ہوئے چار شادیاں کرنے کی اجازت دیتے ہیں اور خود اس بلا میں اتنے آگے پہنچے ہوئے ہیں کہ انہوں نے اپنی امت کے مردوں کے لیے بیویوں کی جو تعداد مقرر کی ہے

شادی کی ترغیب دیتے تھے جیسا کہ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مستفاد ہوتا ہے۔

(۷) آپ ﷺ کی اکثر شادیاں آپ کی عمر کے پچپن برس سے اسیٹھ برس کی عمر کے درمیان ہوئیں۔

معزز قارئین مذکورہ بالا نکات کو بامعان نظر اور بغور پڑھیں، ان امور میں غور کرنے کے بعد یقیناً ہر قاری پر یہ امر غمّ و غمّ کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ ایک عالی نسب، خوب رو اور نیک نام شخص جس کے لیے ابھرتی جوانی میں متعدد شادیاں کرنے میں معاشرتی اور معاشی لحاظ سے کوئی ممانعت نہ ہو نیز حسین سے حسین تر و شیرازوں کے ساتھ شادی کرنے کے راستے میں اس کے لیے کوئی روکاؤ بھی نہ ہو پھر بھی اپنی عمر سے پندرہ سال بڑی ایک بیوہ عورت کو شادی کے لیے منتخب کرے اور اپنی عمر کے بہترین ایام ۲۵ سے ۵۰ برس تک مکمل ۲۵ سال اسی بیوی خاتون کے ساتھ گزار دے پھر پچاس سال کی عمر کے بعد شادیاں کرے بھی تو مختلف قبیلوں کی اکثر ان بیوہ خواتین سے ہی جو فطری طور پر جنسی تحریک کے لیے کوئی خاص رغبت نہ رکھتی ہوں۔ پھر بھی ان کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ متعدد شادیاں جنسی تسکین اور جنسی جذبے کے تحت تھیں تو یہ نہایت ناانسانی اور اخلاق و دیانتداری سے گری ہوئی بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سارے اعمال و افعال حکمتوں سے پر تھے، آپ کے ہر عمل کے پیچھے کوئی نہ کوئی حکمت پنہاں ہو کرتی تھی اسی طرح آپ کی حیات طیبہ کا یہ روشن پہلو بھی بے شمار حکمتوں سے مالا مال ہے، یقیناً حضور اقدس ﷺ کا متعدد خواتین سے شادی کرنا جنسی خواہشات کی تسکین کی خاطر نہ تھا بلکہ اس کے کچھ اور ہی حکمتیں تھیں جن کی وجہ سے آپ نے کثیر شادیاں کیں۔

حضور علیہ السلام کی شادیوں کی حکمتیں

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کثرت ازواج کی حکمتوں پر علامہ محمد علی صابونی استاذِ کلیۃ الشریعہ والدراسۃ الاسلامیہ مکہ مکرمہ نے ایک مختصر مگر نہایت جامع رسالہ تحریر فرمایا ہے، اس رسالے کا نام ”شبہات و اباطیل

حول زوجات الرسول“ ہے، آپ نے اس رسالہ میں حضور ﷺ کی متعدد شادیوں کے کثیر حکمتوں کا قول کر کے چار حکمتوں میں سب کا استقصا فرمایا:

(۱) تعلیمی حکمت (۲) تشریعی حکمت (۳) سماجی

حکمت (۴) سیاسی حکمت۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

ایہا الاخوة الفاضل: ان الحکمة من تعدد زوجات الرسول کثیرة و متشعبة و يمكن ان نجملها فیہا یلی: اولاً: الحکمة التعلیمیة، ثانیاً الحکمة التشریعیة، ثالثاً: الحکمة الاجتماعیة، رابعاً: الحکمة السیاسیة.

[شبہات و اباطیل حول زوجات الرسول، ص ۱۳]

ذیل میں ان چاروں حکمتوں پر قدرے روشنی ڈالی

جاتی ہے۔

تعلیمی حکمت

ہجرت کے بعد مسلمانوں کی تعداد میں بہت تیزی سے اضافہ ہونا شروع ہو گیا تھا، بہت جلد مومنوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی، اسلامی اصولوں کے مطابق مردوں کی طرح عورتیں بھی مکلف ہیں، یہ بات ممکن نہیں کہ اسلام صرف مردوں کے مسائل کا حل پیش کرے اور عورتوں کے مسائل کو نظر انداز کر دے نیز عورتوں کے مسائل میں بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خاص عورتوں کی نسوانی زندگی سے ہے جیسے حیض و نفاس، جنابت اور امور زوجیت وغیرہ ان کے متعلق نہ تو عورتیں کھل کر حضور ﷺ سے پوچھ سکتی تھیں اور نہ ہی حضور اقدس ﷺ کھل کر ان کا جواب دے سکتے تھے کیوں کہ شرم و حیاء دونوں جانب سے مانع تھی، روایتوں میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اتنے حیا دار تھے کہ جتنی حیا دار دلہن اپنے جملہ عروسی میں ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی خاتون خاص عورتوں سے متعلق آپ سے کوئی مسئلہ معلوم کرتی تو آپ اس کا جواب اشاروں کنایوں میں ارشاد فرماتے مگر عورتیں سرکار کی مراد سمجھنے سے بسا اوقات قاصر رہتیں، چنانچہ کتب احادیث میں بکثرت ایسی مثالیں ملتیں ہیں کہ جب بھی کسی سائل نے آپ کی خدمت میں کوئی مسئلہ دریافت کیا، آپ نے اشارے اور کنائے کے ذریعہ اس مسئلے کا جواب سائل کو سمجھانا چاہا لیکن وہ اس مسئلے کو نہ سمجھ سکی، غرض کہ حضور ﷺ عورتوں کے مسائل سے متعلق جو تعلیمات لے کر مبعوث ہوئے تھے ان تعلیمات کو

جڑ پکڑ لیے تھے جنہیں ختم کرنا اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک خود آپ ﷺ ان جاہلی رسم و رواج کے خلاف عمل کر کے لوگوں کے سامنے اپنا نمونہ عمل نہ پیش کرتے۔

معاشرہ میں پھیلی بے جا اور غیر شرعی رسمومات میں سے ایک رسم بدیہ بھی تھی کہ جب کوئی شخص کسی اجنبی کے بیٹے کو یہ کہہ دیتا کہ تو میرا بیٹا ہے تو اس کے اس قول سے وہ اس کا بیٹا قرار پاتا جسے فقہا کی زبان میں ”متبنی“ کہا جاتا ہے، نسب، وراثت، نکاح و طلاق وغیرہ تمام مسائل میں اس کی حیثیت ایک حقیقی بیٹے جیسے ہوتی، یہ رسم معاشرتی اور شرعی کثیر مفاسد کا دروازہ کھولتا ہے، اس رسم کو ختم کرنا نہایت ضروری تھا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس ﷺ کا نکاح خاص اسی رسم بد کو دفع کرنے کے لیے ہوا تھا، جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ اہل عرب کے دستور کے مطابق پہلے حضور اقدس ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو اپنا منہ بولا بیٹا (متبنی) بنایا اور پھر اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کے ساتھ ان کا نکاح کرایا، اللہ تعالیٰ نے منہ بولے بیٹے کے متعلق غلط رسم و رواج کا قلع قمع کرنے کی ظاہر تدبیر یہ کی کہ پہلے حضرت زید بن حارثہ حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دیں اور پھر عدت گزرنے کے بعد حضور اکرم ﷺ ان کے ساتھ نکاح کر لیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ نے حضرت زینب کو طلاق دی اور عدت گزرنے کے بعد حضور اقدس ﷺ نے رب تعالیٰ کے حکم سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمایا جو آپ کے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ تھیں، اہل عرب کے مطابق یہ سخت خلاف مزاج اور معیوب و ناپسندیدہ کام ہوا کیوں کہ وہ متبنی کو نسی بیٹے کی حیثیت دیتے تھے اور نسی بیٹے کی طرح متبنی کی بیوی کو اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے مگر جب خود بانی اسلام نے متبنی کی مطلقہ سے نکاح فرمایا اور امتیوں کے سامنے پیدائے نبی ﷺ کی سنت آگئی تو اب غلط اور غیر شرعی رسم کے خلاف عمل کرنا بے معنی سمجھا جانے لگا اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہونے والوں کے لیے ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ اور ممانعت باقی رہ گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی کثرت ازواج میں ایک بڑی حکمت

امت کی عورتوں تک پہنچانے، عورتوں کو وہ مسائل سمجھانے اور ان پر عمل کر کے دکھانے کے لیے آپ کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو انتہائی پاک باز، ذہین و فطین اور دینت دار ہوں جو حضور اقدس ﷺ سے عورتوں سے متعلق تعلیمات نبوی کو محفوظ کرتیں اور انہیں امانت و دینت کے ساتھ امت کی عورتوں تک پہنچاتیں، اور خواتین اپنے جن مسائل کو حضور کی خدمت میں پیش کرنے سے شرماتی تھیں، ان سے وہ مسائل سنتیں اور ان مسائل کو حضور کی خدمت میں پیش کرتیں اور حضور ان کا جو حل ارشاد فرماتے اسے عورتوں تک پہنچاتیں اور ان کو ان پر عمل کرنے کا طریقہ بھی سمجھاتیں۔ گویا حضور اکرم ﷺ کے کثیر شادیوں کا ایک بنیادی مقصد امت کی عورتوں کے لیے دین سکھانے والی معاملات و مہلکات کی ٹیم تیار کرنا تھا جو فی نفسہ ایک بہت بڑی حکمت ہے، چنانچہ علامہ صابونی رقمطراز ہیں:

”لقد كانت الغاية الاساسية من تعدد زوجات الرسول ﷺ هي تخریج بضع معلمات للنساء، يعلمهن الاحكام الشرعية، فالنساء نصيف المجتمع وقد فرض عليهن من التكالييف ما فرض على الرجال وقد كان الكثيرات منهم يستحيين من سؤال النبي ﷺ عن بعض الامور الشرعية وخاصة المتعلقة بهن كاحكام الحيض والنفاس والجنابة والامور الزوجية وغيرها من الاحكام وقد كانت المراه تغالب حياءها حينما تريد ان تسأل الرسول الكريم عن بعض هذه المسائل، كما كان من خلق الرسول الحياء الكامل وكان كما تروى كتب السنة، اشد حياء من العذراء في خدرها فما كان عليه الصلاة والسلام يستطيع ان يجيب عن كل سوال يعرض عليه من جهة النساء بالصراحة الكاملة بل يكنى في بعض الاحيان ولربما لم تفهم المرأة عن طريق الكناية مراده عليه السلام“ [ايضا، ص ۱۴]۔

تشریعی حکمت

حضور اکرم ﷺ کے فرائض نبوت و رسالت میں جس طرح اللہ کی زمین کو کفر و شرک سے پاک کرنے کا عمل شامل تھا یوں ہی انسانی معاشرہ سے تمام بدعات و منکرات اور فرسودہ رسمومات کو دور کرنا بھی آپ ﷺ کے فرائض میں شامل تھا، عرب معاشرہ میں کچھ ایسی غلط رسم و رواج نے

معاشرہ میں پھیلے غیر شرعی رسمومات کو دور کر کے اسے ایک مثالی معاشرہ تشکیل دینا بھی ہے، علامہ صابونی تشریحی حکمت کے تحت اس نکاح کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”وقد كان هذا الزواج بامر من الله تعالى ولم يكن بدافع الهوى والشهوة كما يقول بعض الافاكين المرجفين من اعداء الله، وكان لغرض نبيل وغاية شريفة هي ابطال عادات الجاهلية و قد صرح الله تعالى عز وجل بخرج هذا الزواج بقوله ”ليكلا يكون على المؤمنين حرج في ازواج ادعيائهم اذا قضيتموهن وطراً روى البخارى بسنده ان زينب رضى الله تعالى عنها كانت تفخر على ازواج النبي ﷺ وتقول: روجكن اها ليكن وزوجنى الله من فوق سبع سموات وهكذا كان هذا الزواج للتشريع وكان بامر الحكيم العليم“ [ايضا، ص، ۲۳، ۲۲]۔

سماجی حکمت

ایک اچھے اور مثالی سماج کی خوبی یہ ہے کہ اس سماج کے بے سہاروں کو سہارا، محتاج کی حاجت روائی اور غمزدوں کی غم خواری کی جائے، دکھیاروں کے دکھ دور کیے جائیں، جنگ بدر اور پھر جنگ احد میں بہت سے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جام شہادت نوش کیے، کئی گھرانے بے آسرا ہو گئے، بیوگان اور یتیموں کا کوئی سہارا نہ رہا ایسے کٹھن ماحول میں پیغمبر اسلام ﷺ کو کب گوارا تھا کہ سماج کے ان بے سہاروں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتے اور ان کے دکھ درد کا مداوانہ کرتے چناں چہ آپ نے سماج کے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اپنے جانثار صحابہ کو بیوہ عورتوں سے شادی کرنے کو کہا اور لوگوں کو ترغیب دینے کے لیے آپ نے خود حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب بن خزيمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مختلف اوقات میں نکاح فرمایا، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پچاس سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں اب وہ اس قابل نہ تھیں کہ کوئی ان سے شادی کرتا اور ان کا معاشی و معاشرتی سہارا نہ ملتا چناں چہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اور ان کا مضبوط سہارا بن کر ان کے غموں کو دور کیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد میں بازو پر تیر لگنے کی وجہ سے شدید زخمی ہوئے اور اسی زخم

سے ۴ ہجری کو وصال فرما گئے، شوہر کے وصال کے بعد جبکہ انہیں دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں ان کا یوں بے یار و مددگار رہ جانا بہت بڑا حادثہ تھا، حضور اکرم ﷺ نے بچوں سمیت ان کے سہارے کے لیے انہیں اپنی زوجیت کا شرف بخشا، اسی طرح حضرت زینب بنت خزيمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت عبداللہ بن حبش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جنگ احد میں شہید ہو گئے تو سلمہ ہجری میں حضور اقدس ﷺ نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا اور آپ ام المومنین کے معزز لقب سے سرفراز ہوئیں۔

نیز ایک صالح سماج کی بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ محسنین کا احسان یاد رکھا جائے اور انہیں ان کا صلہ دیا جائے، نبی کریم ﷺ نے بتکم خداوندی جب توحید و رسالت کا پرچم بلند فرمایا، دین حق کی دعوت عام کی تو ایسی مشکل گھڑی اور پر آشوب ماحول میں نے آپ کی نصرت و حمایت اور دعوت دین کی تبلیغ و اشاعت میں سب سے زیادہ جو لوگ پیش پیش رہے اور اپنی جان و مال ہر چیز کی قربانی پیش کی ان میں سر فہرست حضرت سیدنا ابو بکر صدیق، عمر فاروق اعظم، عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے۔

غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے ایشاور قربانی کا اصل صلہ تو خالق کائنات خود بروز قیامت انہیں عطا فرمائے گا تاہم سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس دنیا میں بھی اپنے غلاموں کو نوازنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا، آپ نے اپنے جانثاروں کو نوازنے کے لیے یہ اسلوب اپنایا کہ آپ ان کے ساتھ رشتہ مصاہرت قائم فرمائیں، چنانچہ آپ نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صاحبزادیوں کو اپنے نکاح میں لے لیا، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح میں اپنی صاحبزادیاں عطا فرمائی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہو گئیں تھیں، ایسے میں ان کا اپنی صاحبزادی کے مستقبل کے لیے فکر مند ہونا ایک فطری شے ہے، حضور اکرم ﷺ نے ان کی بیوی بیٹی کو اپنے نکاح میں قبول فرما کر ایک طرف تو ان کی پریشانی دور فرمائی اور دوسری طرف ان کو وہ اعزاز عطا فرمایا کہ جو ان کے لیے حاصل زندگی تھا، یقیناً اس طرح کا نکاح جیسی

تسکین کی خاطر نہیں ہوتا بلکہ اس رشتہ ازدواج میں ایک صالح اور مثالی سماج کی تشکیل کی حکمت مضمّن تھی۔

سیاسی حکمت

حضور کی کثرت ازواج میں ایک بہت بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ اسلامی انقلاب میں وسعت پیدا کی جائے اور اس کے لیے اسلام مخالف طاقتوں کو زیر کرنا، دشمنان اسلام کے دل جیتنا اور با اثر قبائل سے معاشرتی تعلقات استوار کر کے اسلام کے ساتھ ان کی مخالفت کم کرنا نہایت ضروری تھا، اسی حکمت بالغہ کی وجہ سے آپ نے مختلف قبائل اور الگ الگ خاندانوں کی متعدد عورتوں سے شادی کی تاکہ اس طرح لوگ قریب ہوں اور ان تک نور حق پھیلانے میں راہ ہموار ہو سکے نیز عربوں میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص ان کا دلا دین جاتا تو اس کی نصرت و حمایت کے لیے تیار رہتے اور اس کے خلاف جنگ کرنا اپنی عزت کے خلاف سمجھتے تھے، چنانچہ خاص اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے کئی شادیاں فرمائیں، علامہ صابونی قلمبند فرماتے ہیں:

”لقد تزوج النبی ﷺ ببعض النسوة، من اجل تالیف القلوب علیہ وجمع القبائل حوله، فمن المعلوم ان الانسان اذا تزوج من قبيلة او عشيرة یصبح بینہ و بینہم قرابة ومصاهرة وذلك بطبیعته یدعوهم الی نصرته وحمايته“ [ایضاً، ص ۲۶]۔

تاریخی اوراق میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں، ذیل میں چند نمونے قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش ہیں:

(۱) حضرت ام حبیبہ سے نکاح: یہ سردار مکہ ابوسفیان کی بیٹی ہیں، ابوسفیان اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا، کفار مکہ نے اسلام کے خلاف جو جارحانہ کاروائیاں کی تھیں ان میں سے اکثر کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی، یہ اسلام کا کمال تھا کہ دین کے اس سخت ترین دشمن کی بیٹی باپ سے پہلے ہی حلقہ بگوش اسلام ہو چکی تھی، ان کا نکاح سب سے پہلے عبید اللہ بن حبش سے ہوا تھا، یہ بھی مسلمان ہو گیا تھا جو بد قسمتی سے حبشہ پہنچ کر مرتد ہو گیا اور عیسائی دھرم قبول کر لیا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سے علاحدہ ہو گئی اور دین عزیز کی خاطر اپنے ماں باپ، قبیلہ اور خاندان، گھر بار اور خاوند سب کچھ چھوڑ

دیا اور اب دیدار غیر میں بے یار و مددگار رہ گئیں، حضور اکرم ﷺ کو جب دین کی اس مخلص مجاہدہ کے حالات کا علم ہوا تو آپ نے ان کی بے کسی کو ختم کرنے اور انہیں ان کی قربانیوں کا صلہ دینے کا ارادہ فرمایا اور آپ نے شاہ حبشہ نجاشی کے ذریعہ حضرت ام حبیبہ کو پیغام نکاح بھیجوا دیا، یہ نوید جانفزاسن کو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پیشکش کو سعادت دارین سمجھ کر قبول کر لیا، نجاشی نے حضور اقدس ﷺ کے حکم کے مطابق ان کا نکاح حضور کے ساتھ کر دیا اور اپنے پاس سے چار سو دینار بطور مہر ادا کیے، نجاشی کی طرف سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا اور اس نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ حضرت شریحیل بن حسنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ کر دیا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حرم نبوی میں داخل ہو کر ام المومنین کا معزز لقب پالیا۔

حضور اقدس ﷺ کے اس نکاح سے نہ صرف ایک مخلص مومنہ کا غم دور ہوا اور بے آسرا کو سہارا ملا بلکہ اس سے بے شمار سیاسی فوائد بھی حاصل ہوئے، اس نکاح کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ابوسفیان جو اسلام کا بڑا دشمن تھا، اسلام مخالف ہر محاذ کی قیادت کرتا تھا، اس نکاح کی وجہ سے اس کی اسلام مخالف سرگرمی میں کمی واقع ہو گئی، یہ نکاح ۷ ہجری میں ہوا تھا اس کے بعد ابوسفیان اسلام کے خلاف کسی کارروائی کی قیادت کرتا ہوا نظر نہیں آتا گویا اس نکاح نے اس کی مخالفت کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا۔ بلکہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ اس نکاح کی برکت سے سردار قریش ابوسفیان حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور اس کے نتیجے میں لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہونے لگے، یہ نکاح حضور اکرم ﷺ کی دوراندیشی، معاملہ فہمی اور سیاسی بصیرت کی واضح دلیل ہے۔

(۲) حضرت جویریہ سے نکاح: حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبیلہ بنو مصطلق کے سردار اعظم حارث بن ضرار کی بیٹی ہیں، یہ قبیلہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی میں پیش پیش تھا، غزوہ بنو مصطلق میں اس قبیلے کو شکست ہوئی اور اس قبیلے کے متعدد لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قیدی بنائے گئے، ان قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی

بلاشبہ یہ سب سرکارِ دو عالم ﷺ کی سیاسی بصیرت، دور رس اور دور اندیشی تھی جس کی وجہ سے اسلام کو تقویت ملی، باطل قوتوں کو زیر کرنے میں مدد ملی اور غیر قوموں میں نورِ حق پھیلانے کا حسین موقع ملا۔ ان کے علاوہ آپ کی کثرتِ ازواج کی کثیر حکمتیں ہیں، ان حکمتوں کا مطالعہ کرنے سے یہ امر آفتابِ نیم روز کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام نے کثیر شایاں کسی جنسی جذبہ تسکین کی خاطر نہ کی تھیں بلکہ آپ ﷺ کی کثرتِ ازواج کے مقاصد اتنے اونچے تھے کہ جن کا تصور ہماری فہم و بصیرت سے بالاتر ہے، سید عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ان پہلوؤں سے صرفِ نظر اور مذکورہ بالا حکمتوں سے آنکھ موند کر حضورِ اقدس ﷺ کی کثرتِ ازواج کا سبب جنسی تسکین قرار دینا سراسر زیادتی، نا انصافی اور ہٹ دھرمی ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ ہمیں عقلِ سلیم کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہِ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلى آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

مختار دعا

مشتاق احمد امجدی غفرلہ / خادم ازہری دارالافتا
امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک
متوطن: احمد پور (پنجیم ٹولہ افریل) کدوا، کٹیہار، بہار
8830789911

حمد باری تعالیٰ

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستیاں بتایا
تجھے حمد ہے خدا یا
تم ہی حاکم بر اتم ہی قاسم عطا یا
تم ہی دافع بلا یا تم ہی شافع خطا یا
کوئی تم سا کون آیا
وہ کنواری پاک مریم وہ نفخت فیہ کادم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا
وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
بھی میں نے چھال ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

فَاذْفَرَعْتَ فَأَنْصَبْ يَه مَلَا هَيْ تَمَّ كُوْ مَنْصَبْ
جو گد ا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا
کرو قسمت عطا یا

وَإِلَى إِلَهِ فَاذْغَبْ كِرْوَعْرَضْ سَبْ كَيْ مَطْلَبْ
کہ تمہی کو تکتے ہیں سب کروان پر اپنا سایا
بنو شافع خطا یا

ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
مرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدا یا
نہ کوئی گیا نہ آیا

کبھی خندہ زیر لب ہے کبھی گریہ ساری شب ہے
کبھی غم کبھی طرب ہے نہ سبب سمجھ میں آیا
نہ اسی نے کچھ بتایا

کبھی خاک پر پڑا ہے سر چرخِ زیرِ پا ہے
کبھی پیش در کھڑا ہے سر بندگی جھکایا
تو قدم میں عرش پایا

کبھی وہ تپک کہ آتش کبھی وہ ٹپک کہ بارش
کبھی وہ ہجومِ نالش کوئی جانے ابر چھایا
بڑی جوششوں سے آیا

یہ تصوراتِ باطل ترے آگے کیا ہیں مشکل
تری قدرتیں ہیں کامل انہیں راست کر خدا یا
میں انہیں شفیع لایا

ہمیں اے رضا ترے دل کا پتا چلا بہ مشکل
درِ روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا

عظمت صحابہ و اہل بیت و ردِ روافض و خوارج

کھجور مفتی محمد آصف رضامصباحی
استاد جامعہ اشرفیہ مبارکپور

رہی ہیں بہستیں جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں
رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔ (کنز الایمان)
ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح صحابہ کرام
کو کامیاب اور جنتی قرار دیا اور کتنی عزتیں ان کو عطا فرمائیں۔

﴿لَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَوَّزَ الْيَنبُغُ
الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْغَضِبَ أُولَئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ﴾ (فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ
وَنِعْمَةً ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ) (حجرات، ۷/۸)

ترجمہ: لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیرا کر دیا ہے اور
اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر، حکمِ عدولی اور
نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں ان پر
اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام
کفر، فسق اور گناہ سے محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں
میں ایمان کی محبت پیدا فرمائی کہ انھیں راہِ حق پر ثابت قدم بنا
دیا، ان کے قلوب ایمان اور تقویٰ و طہارت سے مزین و معمور
ہیں، لہذا ان میں کوئی بھی صحابی فاسق نہیں، ہر صحابی عادل،
مفتی اور جنتی ہے اس لیے ان کی تعظیم ہر مسلمان پر واجب
ہے۔ بہر حال قرآن پاک میں بہت سارے مقامات پر اللہ
تعالیٰ نے صحابہ کرام کا تذکرہ فرمایا ہے، اور نہ صرف تذکرہ کیا
بلکہ ان کی عظمتوں کو بلند فرمایا، اور قیامت تک کے لیے اپنی
مقدس کتاب میں صحابہ کی عظمتوں کو محفوظ فرمایا ہے۔

خود نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کی عظمتوں اور
فضیلتوں کو بے شمار مقامات پر بیان فرمایا ان تمام احادیث کے
لیے تو مستقل کتاب کی ضرورت ہے، مگر چند احادیث سر
دست ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

تمام صحابہ کرام مفتی، عادل اور جنتی ہیں ان کا تذکرہ
خیر ہی کے ساتھ کرنا فرض ہے اور تمام صحابہ کرام کی تعظیم و
توقیر واجب ہے اور کسی بھی صحابی کے ساتھ بغض رکھنا بدعتی
و گمراہی اور جہنم کا مستحق ہونا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی مقدس
کتاب قرآن عظیم اور احادیث طیبہ میں جا بجا صحابہ کرام کے
عادل و مفتی ہونے اور فسق سے محفوظ ہونے کی گواہی موجود
ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صحابہ کرام کو لفظ مومن سے
مخاطب کیا اور ان کی مدح سرائی فرمائی، دیکھئے سورہ انفال میں
کس شان کے ساتھ تذکرہ کیا:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ لِلدِّينِ أَوْ وَا نَصَرُوا
أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ تَابَتْ لِكُرْبِهِمْ﴾ (انفال: ۷۴)

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی
راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی پکے ایمان
والے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور اچھی عزت کی روزی۔
(کنز الایمان)

اس آیت میں مہاجرین و انصار صحابہ کی شان بیان
ہوئی اور کس خوبصورت انداز میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مفتی اور
مومن فرمایا نیز ان کی مغفرت اور باعزت روزی کا اعلان فرمایا:

﴿لَكِنَّ الرِّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْبَاقِيُونَ﴾ (۱) أَعَدَّ اللَّهُ
لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ (سورہ توبہ: ۸۸/۸۹)

ترجمہ: لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے
انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انھیں کے لیے
بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے، اللہ نے ان کے لیے تیار کر

(۱) عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال : قال النبي ﷺ : إن الله اختار أصحابي علي العالمين سوي النبيين والمرسلين.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ نے میرے صحابہ کو انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے علاوہ تمام جہان پرچند۔ (تاریخ بغداد ۳/۳۸۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نشر و اشاعت اور اسکی سر بلندی کے لیے انبیاء و مرسلین کے علاوہ کسی کو چنا ہے تو وہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت ہے، اور صحابہ نے اس فرض کو بخوبی انجام بھی دیا اس کی انجام دہی کے لیے انھوں نے اپنے مال و جان کو بھی قربان کر دیا۔

(۲) عن ضحاک بن مزاحم قال النبي ﷺ مثل أصحابي مثل الملح لا يصلح الطعام إلا به و مثل أصحابي مثل النجوم لا يهتدي إلا بها فأي قول أصحابي أخذتم به اهتديتم.

ترجمہ: حضرت ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میرے صحابہ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کھانے میں نمک کہ کھانے کی درستی نمک کے بغیر نہیں، اور میرے صحابہ کی مثال ستاروں کی طرح ہے کہ راستوں کی رہنمائی ستاروں سے ہی ہوتی ہے، تو تم میرے جس صحابی کو فرمان اختیار کرو گے راہ راست پا جاؤ گے۔ (البدیع المنیر لابن المقنن ۹/۵۸۶)

(۳) عن انس بن مالك رضي الله عنه قال النبي ﷺ من أحب الله فليحبني ومن أحبني فليحب أصحابي.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص اللہ سے محبت کرنا چاہے وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرنا چاہے وہ میرے صحابہ سے محبت کرے۔ (میزان الاعتال: ۵۸۶/۴)

دیکھئے اس حدیث میں تاجدار کائنات نے کس خوب صورت انداز میں اپنے صحابہ کے مراتب کو بلند فرمایا کہ اللہ کی محبت کو اپنی محبت پر موقوف فرمایا اور اپنی محبت کو صحابہ کی محبت پر موقوف فرمایا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو صحابہ سے محبت نہیں کرتا وہ کسی بھی حال میں اللہ اور اس کے رسول کا محبوب نہیں بن سکتا، خواہ وہ ساری زندگی ریاضت و مجاہدہ میں گزار دے، یعنی صحابہ کی عداوت بد دینی اور بد مذہبیت ہے اور ان سے بغض رکھنے والا دنیا و آخرت میں تباہی کے سوا کچھ نہیں پا سکتا۔ صحابہ کا بغض اور ان کی دشمنی سینہ میں رکھنا جہنم کی طرف راہ ہموار کرنا ہے، روافض اور خوارج صحابہ سے محبت نہیں کرتے بلکہ ان کو برا بھلا کہتے ہیں اور بعض صحابہ کو تو گالیاں تک دیتے ہیں اور وہ اپنی محفلوں میں خطبوں میں تقریروں میں تحریروں میں ہر طرح بعض صحابہ کو سب و شتم کرتے ہیں اور نہ صرف سب و شتم بلکہ لعن طعن تک کرتے ہیں، ایسے لوگ نہ صرف یہ کہ جہنمی ہیں بلکہ جہنم کے کتے ہیں۔ اللہ کے رسول نے صاف صاف حکم فرمایا کہ صحابہ کو گالیاں نہ دینا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: عن أبي هريرة رضي الله عنه : قال النبي ﷺ لا تسبوا أصحابي لا تسبوا أصحابي فوالذي نفسي بيده لو أن أحدكم انفق مثل أحد ذهباً ما أدرك مد أحدهم ولا نصفه.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دینا، میرے صحابہ کو گالی نہ دینا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کی برابر سونا خرچ کر دے تو اس مد کے برابر نہیں ہو سکتا جو میرے صحابی نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ (صحیح مسلم ۲۵۴)

دیکھئے اس حدیث میں کتنے واضح طور انداز میں فیصلہ کیا کہ احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا کسی صحابی کی ایک مٹھی کے مقدار کا مقابلہ نہیں کر سکتا، یعنی اگر ہم پوری زندگی اللہ کی عبادت میں گزار دیں تو صحابی کی ایک نماز کے برابر ہماری ساری زندگی کی عبادت نہیں ہو سکتی چہ جائے کہ برابری۔ صحابی کو سب و شتم کرنا نہ صرف ایمان و اعمال کو تباہ کرتا ہے بلکہ اللہ اور رسول کی بارگاہ کا ملعون ہونا ہے، جیسا کہ امام ابو نعیم

مناجات

یا الہی! ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الہی! بھول چاؤں نزع کی تکلیف کو
شادی دیدارِ حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الہی! گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
اُن کے پیارے منہ کی صبح جاں فزا کا ساتھ ہو

یا الہی! جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الہی! جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الہی! گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہو کا ساتھ ہو

یا الہی! نامہ اعمال جب کھنکھنے لگیں
عیب پوشِ خلق، ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الہی! جب چلوں تاریک راہِ پل صراط
آفتابِ ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الہی! جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سلیم کہنے والے غم زد کا ساتھ ہو

یا الہی! جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آئیں ربِّنا کا ساتھ ہو

یا الہی! جب رضا خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

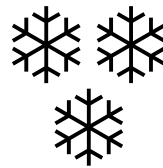
نے حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے: عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا تسبوا أصحابی لعن اللہ من سبہم۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو گالی نہ دینا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس شخص پر جس نے میرے صحابہ کو گالی دی۔
(حلیۃ الاولیاء ۳/۴۰۱)

اس سے زیادہ سخت بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ صحابہ کو سب و شتم کرنا اللہ کا ملعون ہونا ہے اور اللہ کا ملعون دنیا و آخرت میں کہیں ٹھکانا نہیں پاسکتا اس کا صرف ایک ہی ٹھکانا ہو سکتا ہے اور وہ ہے جہنم۔ روافض اور خوارج اللہ اور رسول کی لعنت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کی محبت سے ہمارے سینوں کو معمور فرمائے اور فتنہ خوارج سے ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے آمین۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پدارتھ صاحبِ حضور
نجم ہے اور ناؤ ہے عمرت رسول اللہ ﷺ کی

از قلم: محمد آصف رضا مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، یوپی



علم طب میں اعلیٰ حضرت کی مہارت

کچھ محمد مفتی رضوان نوری مصباحی منظری
ڈھکیا، مراد آباد

ریاست علی قادری نے اپنے مقالہ امام احمد رضا کی جدید علوم و فنون پر دسترس میں لکھتے ہیں:

”معلمی حضرت کو ایک سو پانچ علوم و فنون پر مہارت و دسترس کاملہ حاصل تھی“

مگر ماہنامہ سنی دنیا نے آپ کے علوم و فنون کی مقدار ۱۰۰ لکھی ہے۔ ”آپ کو علوم درسیہ کے علاوہ علوم جدیدہ و قدیمہ پر بھی مکمل دسترس و عبور حاصل تھا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان میں بعض علوم ایسے ہیں جن میں کبھی کسی استاد کی رہنمائی حاصل کئے بغیر اپنی خدا داد صلاحیت و ذہانت سے کمال حاصل کیا“ (ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف، ماہ اگست)۔

انہیں علوم و فنون میں جن میں آپ نے کسی استاد کی رہنمائی حاصل نہیں کی ایک علم، علم طب ہے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں:

”العلم علمان علم الأبدان، وعلم الأديان“

(حلیۃ الاولیاء)

امام اہلسنت کو علم طب میں بھی دیگر علوم کی طرح بڑی مہارت و حذاقت حاصل تھی۔ مگر جس طرح دیگر علوم میں ایک ہزار سے زائد آپ کی تصنیف ہیں ان میں علم طب کو اگرچہ مستقل کتاب یا رسالے کی حیثیت سے جگہ نہیں مل سکی اور نہ ہی میں نے اپنے مختصر مطالعے میں کسی ایسے قلم کار کو پڑھا ہے جس نے اس تعلق سے آپ کے بارے میں اپنے قلم کو زحمت دی ہو، فقیر اس مضمون میں آپ کے صرف ایک خط کو شامل کر رہا ہے جس کے ذریعہ آپ نے ایک حکیم صاحب کو ایسی نصیحتیں کی ہیں جو ایک طبیب حاذق ہی کر سکتا

یوں تو دنیا میں روزانہ نہ جانے کتنے لوگ جنم لیتے ہیں اور نہ جانے کتنے لوگ اپنی زندگی کے متعین ایام گزار کر اس دار فانی کو خیر آباد کہ جاتے ہیں۔ ان آنے جانے والوں میں مختلف جہت کے افراد ہوتے ہیں۔ بعض وہ جن کو ان کا خاندان، گاؤں، شہر یا علاقہ ہی یاد کرتا ہے۔ اور وہ بھی کچھ دنوں کے بعد ان کی یادوں کے نقوش اپنے دل سے نکال دیتے ہیں۔ مگر کچھ شخصیات وہ ہوتی ہیں جن کو صرف ان کے اہل خانہ یا شہر، گاؤں یا علاقہ و ملک اور اپنے ہی نہیں بلکہ بیگانے بھی کسی نہ کسی سبب سے ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ انہیں شخصیتوں میں ایک نام عارف شریعت و طریقت، غواص بحر معرفت، تاج الحقیقین، یکتائے زمانہ، روحانی و جسمانی طبیب الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کا ہے۔ جو ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ بوقت ظہر ملک ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے مشہور شہر بریلی شریف کے محلہ جسولی میں پیدا ہوئے۔ اللہ نے ان پر اپنے کرم کی اتنی بارشیں کیں کہ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن شریف کا ناظرہ کر لیا اور چھ سال کی عمر میں عید میلاد النبی کے موقع پر جامع تقریر کی اور آٹھ سال کی عمر میں علم نحو کی مشہور کتاب ہدایۃ النحو کی شرح تحریر کی اور کل تیرہ سال دس ماہ اور کچھ دن میں ہی مروجہ علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہو گئے۔ بس جوں جوں زندگی آگے بڑھتی رہی اللہ پاک اپنے حبیب کے صدقے آپ پر برکتوں، رحمتوں اور عنایتوں کے دروازے کھولتا رہا جس کا حتمی ثبوت، علم کی وجہ سے آپ کی شخصیت کا پوری دنیا میں متعارف و مشہور ہونا ہے۔ اللہ نے آپ کو کثیر علوم و فنون پر مہارت تامہ عطا فرمائی تھی۔ جن کی مقدار مختلف سوانح نگاروں نے منفرق بیان فرمائی ہے۔ سید

ہے ورنہ جس کو علم طب کے بارے میں معلوم ہی نہ ہو وہ نصیحت کیسے کرے گا۔

”برادر عزیز مولانا عبدالعزیز سلمہ العزیز عن کل رجز السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط آیا خوش کیا اللہ تعالیٰ آپ کو دست شفا بخشے اور جفا و شقا سے محفوظ رکھے برادر تم طیب ہو اور میری آپ سے دلی محبت ہے جو مجھے تمہارے لیے مجبور کرتی ہے کہ چند حرف تمہارے گوش گزار کروں۔

(۱) جان برادر جس طرح فقہ میں صدہا حوادث (سینکڑوں واقعات) ایسے پیش آتے ہیں جو کتب میں نہیں اور ان میں حکم لگانا ایک دشوار گزار پہاڑ کا عبور کرنا ہے جس میں بڑے بڑے ٹھوکریں کھاتے ہیں بعینہ یہی حال طب کا ہے بلکہ اس سے بھی نازک تر، بالکل بے دیکھی چیز پر حکم کرنا ہے۔ پھر اگر آدمی قابلیت تامہ نہیں رکھتا اور برائے خود کچھ کر بیٹھا اگرچہ اتفاق سے ٹھیک بھی اتنی گناہ گار ہوگا۔ جس طرح تفسیر قرآن کے بارے میں ارشاد ہوا:

”من قال فی القرآن برائیہ فأصاب فقد أخطا“ ترجمہ: جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے اور ٹھیک ہی کہے جب بھی خطا کی۔ (ترمذی، ج: ۴، ۴۴۰، حدیث: ۲۹۶۱) یوں ہی حدیث شریف میں فرمایا:

”من تطلب ولم یعلم منه طب فهو ضامن“ ترجمہ: جو طب کرنے بیٹھا اور طب کو نہ جانتا ہو اس پر تاوان ہے۔ (مشکوٰۃ، ج: ۱، ص: ۳۵۰۴) یعنی اس علاج سے کوئی بگڑ جائے تو اس کا خون بہا اس کی گردن پر ہوگا۔ اگرچہ کسی استاد شفیق نے تمہیں ماذون و مجاز کر دیا ہو (یعنی علاج کرنے کی اجازت دے دی ہو) مگر میری رائے میں تم ہر گز ہر گز ہنوز مستقل تنہا (علاج) گوارا نہ کرو اور جب تک ممکن ہو مطب دیکھتے اور اصلاحیں لیتے رہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جداگانہ معالجہ کے لیے نہ بیٹھو، بیٹھو مگر اپنی رائے کو ہر گز رائے نہ سمجھو اور ذرا ذرا میں اساتذہ سے استعانت (مدد) لو۔

(۲) رائے لینے میں کسی چھوٹے بڑے سے عار (شرم) نہ کرو۔ کوئی علم (میں) کامل نہیں ہوتا، آدمی

(نے) بعد فراغ درس (تعلیم حاصل کرنے کے بعد) جس دن اپنے آپ کو عالم مستقل جانا اسی دن اس سے بڑھ کر کوئی جاہل نہیں۔

(۳) کبھی محض تجربہ پر بے تشخیص حادثہ خاص (بیماری کو DIAGNOSE کئے بغیر) اعتماد نہ کرو۔ اختلاف فصل، اختلاف بلد، اختلاف عمر، اختلاف مزاج (موسم، شہر، عمر، مزاج کے مختلف ہونے) وغیرہا بہت باتوں سے علاج مختلف ہو جاتا ہے ایک نسخہ ایک مریض کے لیے ایک فصل میں صدہا بار مجرب (سینکڑوں بار تجربہ) ہو چکا، کچھ ضرور نہیں کہ دوسری فصل میں بھی کام دے بلکہ ممکن کہ ضرر (نقصان) پہنچائے و علی ہذا اختلاف البلاد والاعمار و امتزجہ وغیرہا (شہروں، عمروں، اور مزاجوں کے مختلف ہونے کا بھی یہی معاملہ ہے۔

(۴) مرض کبھی مرکب ہوتا ہے ممکن کہ ایک نسخہ ایک مرض کے لیے تم نے فصول مختلفہ، بلاد متعددہ و اعمار متفاوتہ و امزجہ متباہنہ (مختلف موسموں، شہروں، عمروں اور مزاجوں) میں تجربہ کیا اور ہمیشہ ٹھیک اترتا مگر وہ مرض سازج (سادہ، simpal) تھا یا کسی ایسے مریض (patient) کے ساتھ جسے یہ مضر (نقصان دہ، harmful) نہ تھا، اب جس شخص کو دے رہے ہو اس میں (سادہ مرض) ایسے مرض سے مرکب ہو جس کے خلاف ضرر (نقصان) کوے گا اور وہ تجربہ صد (۱۰۰) سالہ لغو بے کار ہو جائے گا۔

(۵) ابھی ابتدائے امر (practice کا آغاز) ہے۔ کبھی بعض دلالات (علامتوں) پر مدار تشخیص (بیماری کی پہچان کی بنیاد) نہ رکھو مثلاً نبض یا مجرد تفسرہ (صرف قارورہ) یا محض استماع حال (حالت سننے) پر قناعت نہ کرو۔ کیا ممکن نہیں کہ نبض دیکھ کر ایک بات تمہاری سمجھ میں آئے اور جب قارورہ (پیشاب کی شیشی، urine Bottle) دیکھو، رائے (Opinion) بدل جائے، تو بالضرور حتی الامکان بطرف تشخیص (مرض کی پہچان کے ایک سے زائد ذرائع) کو عمل میں لاؤ، اور ہر وقت اپنی علم و فہم و حول و قوت سے بری

ہو کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجا کرو کہ القائے حق (صحیح بات کی طرف رہنمائی کرنا) فرمائے۔

(۶) کبھی کیسے ہی ہلکے سے ہلکے مرض کو آسان نہ سمجھو اور اس کی تشخیص و معالجہ میں سہل انگاری (سستی) نہ کرو۔ دشمن نہ تو اس حقیر و بے چارہ شمر د (دشمن کو چھوٹا اور بے چارہ نہیں سمجھنا چاہئے) ہو سکتا ہے کہ تم نے بادی النظر (سرسری نظر) میں سہل (آسان) سمجھ کر جہد تام نہ کیا (خوب کوشش نہ کی) اور وہ باعث غلطی تشخیص ہوا جس نے سہل کو دشوار کر دیا یا فی الواقع (در حقیقت) اسی وقت ایک مرض عسیر (مشکل) تھا اور تم نے قلت تحقیق سے آسان سمجھ لیا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا، دق (ٹی بی) سادہ شوار مرض العیاذ باللہ تعالیٰ سہل معلوم ہوتا ہے۔

(۷) مریض یا اس کے تیماردار جس قدر حال بیان کریں کبھی اس پر قناعت نہ کرو، ان کے بیان میں بہت باتیں رہ جاتی ہیں جنہیں وہ نقصان نہیں سمجھتے یا ان کے خیال اس طرف نہیں جاتے۔ ممکن ہے کہ وہ سب بیان میں آئے (تو) صورت واقعہ دگرگوں (کچھ اور) معلوم ہو۔ میں نے مسائل میں صدہا (سیکڑوں) مرتبہ آزمایا ہے کہ سائل نے تقریر آیا تحریر آج کچھ بیان کیا اس کا حکم کچھ اور تھا، جب تفتیش کر کے تمام مالہ و ماعلیہ (تفصیلات) اس سے پوچھے گئے۔ اب حکم بدل گیا۔ بہت مواقع پر ہم لوگوں (مفتیان کرام) کو رخصت ہے کہ محرد (صرف) بیان سائل پر فتویٰ دیے مگر طبیب (Doctor) کو ہر گز اجازت نہیں کہ تشخیص کامل (مرض) کو اچھی طرح Diagnose کیے بغیر زبان کھولے۔

(۸) تمام اطبا (Doctors) کا معمول ہے الامن شاء اللہ (چند ایک کے علاوہ) کہ نسخہ لکھا اور حوالہ کیا، ترکیب استعمال زبان سے ارشاد نہیں ہوتی۔ بہت مریض جھلائے زمانہ (بے پڑھے لکھے) ہوتے ہیں کہ آپ کا لکھا ہوا نہ پڑھ سکیں گے۔ طبیب (Doctor) صاحب کو اعتماد یہ ہے کہ عطار (دوا بیچنے والا) بتا دے گا، عطار کی وہ حالت ہے کہ مزاج

نہیں ملتے اور ہجوم مرض (یعنی مریضوں کے ہجوم) سے اس بیچارے کے خود ہو اس گم ہیں۔ اس جلدی میں انہوں نے آدھی چہارم (نامکمل) بات کہی اور دام سیدھے کئے اور رخصت۔ بار بار دیکھا گیا ہے کہ غلط استعمال سے مریض کو مضرتیں پہنچ گئیں (نقصان پہنچ گیا)۔ لہذا بہت ضروری ہے کہ تمام تراکیب دوا اور طریقہ اصلاح و استعمال خوب سمجھا کر سمجھ کر ہر مریض سے بیان کرے، خصوصاً جہاں احتمال ہو کہ فرق آنے سے نقصان پہنچ جائے گا۔

(۹) اکثر اطباء نے کج خلقی و بدزبانی و خردماغی و بے اعتنائی اپنا شعار (پہچان) کر لی، گویا طب کسی مرض مزمن (پرانی بیماری) کا نام ہے جسے یوں بد مزاج کر لیا۔ یہ بات طبیب کے لیے دین و دنیا میں زہر ہے۔ دین میں تو ظاہر ہے کہ تکبر و رعونت و تشدد و خشونت (سختی) کس درجہ مذموم ہے خصوصاً حاجت مند کے ساتھ اور دنیا میں یوں کہ رجوع خلق ان کی طرف کم ہوگی، وہی آئیں گے جو سخت مجبور ہو جائیں گے۔ لہذا طبیب پر اہم واجبات سے ہے کہ نیک خلق، شریں زبان، متواضع، حلیم، مہربان ہو جس کی میٹھی باتیں شربت حیات کا کام کریں۔ طبیب کی مہربانی و شیریں زبانی مریض کا آدھا مرض کھودیتی ہے۔ اور خواہی نخواہی دل اس کی طرف جھکتے ہیں۔ اور نیک نیت سے ہوتا ہے تو خدا بھی راضی ہوتا ہے۔ جو خاص جالب دست شفا ہے۔

(۱۰) بہت جاہل اطباء کا انداز ہے کہ نبض دیکھتے ہی مرض کا عسیر العلاج (مشکل علاج والا) ہونا بیان کرتے لگتے ہیں اگرچہ واقعی میں سہل التدارک (آسان علاج والا) ہو۔ مطلب یہ کہ اچھا ہو جائے گا تو ہمارا شکر زیادہ ادا کرے گا اور شہرہ بھی ہو گا کہ ایسے بگڑے کو تندرست کیا حالانکہ یہ محض جہالت ہے۔ بلکہ اگر واقع میں مرض دشوار بھی ہوتا، ہم ہر گز اسکی بوائے نہ پائے (مریض کو اس بات کا پتہ نہ چلنے پائے) کہ یہ سن کر درد مند دل ٹوٹ جاتا ہے اور صدمہ پا کر ضعف طبیعت یا عث غلبہ مرض ہوتا ہے، بلکہ ہمیشہ بکشاہدہ پیشانی تسکین و تسلی کی جائے کہ کوئی بات نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ آپ اچھے ہوئے۔

(۱۱) بعضی احمق ناکردہ کار یہ ظلم کرتے ہیں کہ دوا کو ذریعہ تشخیص مرض بتاتے ہیں یعنی جو مرض اچھی

طرح خیال میں نہ آیا انہوں نے رجماً بالغیب (اندازے سے) ایک نسخہ لکھ دیا کہ اگر نفع کیا تو فہما ہو نہ کچھ حال تو کھیلے گا، یہ حرام قطعی ہے۔ علاج بعد تشخیص ہونا چاہئے نہ کہ تشخیص بعد علاج۔

مدد لیتا تھا۔ اور واقعی صبح صبح مریضوں کا قارورہ دیکھنا پڑ جاتا تھا۔ کوئی بھی کتنا ہی انکار کرے مگر حقیقت یہی ہے کہ جس طرح آپ ایک ماہر مفتی، محدث، فقیہ مدرس، سائنس داں تھے ایسے ہی آپ حاذق طبیب بھی تھے کیوں کہ آپ کی تصنیفات کا اگر بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے اور دیکھا جائے تو طب کے تعلق سے ایسے ایسے بیش قیمتی اقوال اور مفردات ملیں گے جن کو اطباء اپنی زندگی کا معمول بنالیں تو وہ اس فن کے ماہر بن سکتے ہیں اللہ کریم ہمیں فیضانِ اعلیٰ حضرت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین۔



اس قسم کی صد ہا باتیں ہیں مگر اس قلیل کو کثیر پر حمل کرو اور میں ان شاء اللہ تعالیٰ وفاقاً تمہیں مطلع کرتا ہوں۔ بہت باتیں ایسی ہیں جن کا اس وقت بیان کرنا ضرور نہیں، جب خدا نے کیا کہ تمہارا مطب (Clinic) چل نکلا اور رجوعِ خلاق ہوئی اس وقت ان شاء اللہ تعالیٰ بہت نفع پاؤ گے اور اگر یہ سمجھ کر کہ یہ طب سے جا مل ہے، اس فن میں اس کی بات پر کیا اعتماد، تو بے شک یہ خیال تمہارا بہت صحیح ہے۔ اس تقریر پر مناسب ہے کہ اپنے اساتذہ کو دکھا لو اور وہ پسند کریں (تو) معمول یہ کرو۔ والسلام خیر ختام فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۷ جمادی الآخر روز جمعہ ۱۳۰۶ھ
(حوالہ: کلیات مکتب رضاء دوم، ص: ۱۲۷)

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کی مذکورہ تحریر سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کو علم طب میں کس درجہ مہارت حاصل تھی کیونکہ ایسی بیش بہا نصیحتیں وہی کر سکتا ہے جو خود ایک طبیب حاذق ہو لیکن اس مہارت و صداقت کے باوجود آپ نے خود اس علم (علم طب) کو اپنا پیشہ نہیں بنایا کہ باضابطہ مطب کھول کر علاج کرتے جس کی وجہ آپ نے خود اپنے ایک شاگرد رشید حضرت علامہ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے ارشاد فرمائی جس کو خود صدر الشریعہ بیان کرتے ہیں: میں جب اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دریافت فرمایا: مولانا کیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کی مطب کرتا ہوں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مطب بھی اچھا کام ہے ”العلم علمان علم الأبدان و علم الأبدان“ مگر مطب کرنے میں خرابی یہ ہے کہ صبح صبح قارورہ (یعنی پیشاب) دیکھنا پڑتا ہے اس ارشاد کے بعد مجھے قارورہ سے انتہائی نفرت ہو گئی اور یہ اعلیٰ حضرت کا کشف تھا کیونکہ میں امراض کی تشخیص میں قارورہ سے ہی

رمضان المبارک کے فضائل و مسائل

کچھ مولانا محمد عاشق رضا مصباحی
خطیب و امام جامع مسجد سما تھل، مراد آباد

«أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظْلَكَكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ،
شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ
اللَّهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً، وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ
بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ، كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ،
وَمَنْ أَدَّى فِيهِ فَرِيضَةً كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً
فِيمَا سِوَاهُ، وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ،
وَشَهْرُ الْمَوَاسَاةِ، وَشَهْرٌ يَزْدَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ، مَنْ
فَطَّرَ فِيهِ صَائِتًا كَانَ مَغْفِرَةً لِدُنُوبِهِ وَعَتَقَ رَقَبَتَهُ مِنَ
النَّارِ، وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مَنْ غَيْرُ أَنْ يَتَقَصَّ مِنْ
أَجْرِهِ شَيْءٌ»، قَالُوا: لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا يُفَطِّرُ الصَّائِمَ،
فَقَالَ: «يُعْطِي اللَّهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِتًا عَلَى
تَمْرَةٍ، أَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ، أَوْ مَذَقَةٍ لَبَنٍ، وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ
رَحْمَةٌ، وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ، وَآخِرُهُ عِتَقٌ مِنَ النَّارِ، مَنْ
خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوكِهِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ، وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ،
وَاسْتَكْتَرُوا فِيهِ مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ: خَصْلَتَيْنِ تُرْضُونَ
بِهِمَا رَبَّكُمْ، وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنَى بِكُمْ عَنْهُمَا، فَأَمَّا
الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُونَ بِهِمَا رَبَّكُمْ: فَشَهَادَةُ أَنْ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَتَسْتَغْفِرُونَ، وَأَمَّا اللَّتَانِ لَا غِنَى بِكُمْ
عَنْهُمَا: فَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الْجَنَّةَ، وَتَعُوذُونَ بِهِ مِنَ النَّارِ،
وَمَنْ أَشْبَعَ فِيهِ صَائِتًا سَقَاهُ اللَّهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةٍ لَا
يَظْمَأُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ»، (صحیح ابن خزیمہ، ج: ۲، ص: ۹۱۱،
باب فضائل شہر رمضان / رقم الحدیث ۱۸۸۷)

رمضان المبارک کو دیگر تمام مہینوں پر فضیلت
حاصل ہے۔ اس مہینہ میں اللہ رب العزت کی رحمتوں،
عنایات اور کرم نوازیوں کی عجیب شان ہوتی ہے۔ انہی برکات
کا یہ ثمرہ ہے کہ اس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر
اور ایک فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔
(مشکوٰۃ المصابیح، ج: ۱، ص: ۳۷، کتاب الصوم / الفصل الاول)

اس مہینہ میں عبادات و ریاضات کی کیا کیفیت
ہونی چاہیے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس
حدیث پر نظر ڈالیے، فرماتی ہیں: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا
دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهُ، ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهُ
حَتَّى يَسْلُخَ. (شعب الایمان للبیہقی، ج: ۳، ص: ۱۰۳، فضائل شہر
رمضان) ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ ﷺ
کمر ہمت کس لیتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک
کہ رمضان گزر جاتا۔

لیکن جب رمضان کی آخری دس راتیں آتیں تو سیدہ
عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ
الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا. (صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۷۲،
باب الإجتہاد فی العشر الأواخر... الخ) ترجمہ: رسول
اللہ ﷺ آخری دس دنوں میں جو کوشش فرماتے وہ باقی
دنوں میں نہ فرماتے تھے۔

بلکہ رمضان کی آمد سے قبل آپ ﷺ نے اس
کی تیاری اور اس میں بھرپور محنت کرنے کے لیے ایک خطبہ
بھی ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے شعبان کی
آخر تین میں ہمیں وعظ فرمایا:

رمضان المبارک کی عبادات کی فضیلت اور مسائل کا جاننا ضروری ہے تاکہ انسان اس مہینہ میں عبادات کو بطریق احسن ادا کر کے خدا تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہو سکے۔

رمضان و روزہ کے فضائل

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أُعْطِيََتْ أُمَّتِي خَمْسَ خِصَالٍ فِي رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهَا أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ، خُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُفْطَرُوا وَيَزِينُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَسَدَهُ ثُمَّ يَقُولُ يُوْشِكُ عِبَادِي الصَّالِحُونَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمْ الْمُتُونَةَ وَالْأَذَى وَيَصِيرُوا إِلَيْكَ وَيُصَفَّدَ فِيهِ مَرَدَّةُ الشَّيَاطِينِ فَلَا يَخْلُصُوا إِلَى مَا كَانُوا يَخْلُصُونَ إِلَيْهِ فِي غَيْرِهِ وَيَغْفِرُ لَهُمْ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدَرِ؟ قَالَ لَا وَلَكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوفَّى أَجْرَهُ إِذَا قَضَى عَمَلَهُ. (مسند احمد، ج: ۸، ص: ۳۰، رقم الحديث ۷۹۰۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کو رمضان شریف میں پانچ چیزیں خاص طور پر دی گئیں ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں دی گئیں۔

(۱) ان کے منہ کی بوالہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۲) ان کیلئے فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ افطار کے وقت تک دعا کرتے ہیں۔ (۳) جنت ہر روز ان کیلئے سجادی جاتی ہے۔ پھر اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ عنقریب میرے نیک بندے مشقتیں اپنے اوپر سے ہٹا کر تیری طرف آئیں گے۔ (۴) اس مہینہ میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اور لوگ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں جاسکتے ہیں۔ (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی! کیا یہ شب قدر ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو مزدوری کام ختم ہونے کے وقت دی جاتی ہے۔

ترجمہ: تم پر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا اور بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کی رات کے قیام کو ثواب کی چیز بنایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کوئی نیکی کر کے اللہ کا قرب حاصل کرے گا ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض کو ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے گا وہ ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرائض ادا کرے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے، اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہو گا اور اسے روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ہو گا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائیگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (یہ ثواب پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) بلکہ اگر کوئی بندہ ایک کھجور سے روزہ افطار کر دے یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ لسی کا پلا دے، تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی یہ ثواب مرحمت فرمادیتا ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام اور نوکر کے بوجھ کو ہلکا کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتا ہے اور آگ سے آزادی عطا فرماتا ہے۔ اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت کیا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے لیے ہیں اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے رب تعالیٰ (روزِ قیامت) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائے گا جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللَّهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ. (مسند احمد، ج: ۹، ص: ۳۶۶، رقم الحديث: ۹۸۷۰)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک دن رمضان کا روزہ چھوڑ دے اور پھر تمام عمر کے روزے بھی رکھے تو اس ایک روزے کا بدل نہیں ہو سکتا۔

(۳) قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ الصَّوْمُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرَفْهَا. (سنن النسائي، ج: ۱، ص: ۳۱۱، باب فضل الصيام)

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: روزہ انسان کے لئے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔
فائدہ: ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے اور روزہ پھاڑ ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں جھوٹ، غیبت اور اس قسم کے ناجائز کام کیے جائیں۔ لہذا روزہ کے حقیقی فوائد اور ثمرات اس وقت حاصل ہوں گے جب انسان ان گناہ کی چیزوں اور لالچنی کاموں سے بچا رہے۔

(۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ لَا يَرُدُّ دَعَاؤُهُمْ؛ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ فَوْقَ الْعَمَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ بَعِزِّي لِأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ. (مسند احمد بن حنبل، ج: ۹، ص: ۲۹۸، رقم الحديث: ۹۷۰۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی؛ ایک روزہ دار کی جب وہ روزہ افطار کرتے وقت مانگتا ہے، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم انسان کی جس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور آسمان کے دروازے

کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ (اے بندے!) میں تیری ضرورت مدد کروں گا، گو (کسی مصلحت کی وجہ سے) کچھ دیر ہو جائے۔

(۵) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَحْضَرُوا الْمُنْبِرَ فَحَضَرْنَا، فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّلَاثَةَ قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ مِنَ الْمُنْبِرِ قَالَ: فَقُلْنَا لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ سَمِعْنَا الْيَوْمَ مِنْكَ شَيْئًا لَمْ نَكُنْ نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَضَ لِي فَقَالَ: بَعْدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَقُلْتُ: آمِينَ فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بَعْدَ مَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّلَاثَةَ قَالَ: بَعْدَ مَنْ أَدْرَكَ وَالِدِيهِ الْكِبَرَ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدَهُمَا، فَلَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ - أَظُنُّهُ قَالَ - فَقُلْتُ: آمِينَ. (شعب الایمان للبیہقی، ج: ۲، ص: ۲۱۴، باب فی تعظیم النبی ﷺ... الخ)

ترجمہ: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ (قریب قریب) حاضر ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نے منبر کے پہلے زینہ پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب دوسرے زینہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین، جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ جب آپ علیہ السلام خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے ایسی بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت جبریل میرے پاس آئے تھے۔ جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا اور پھر بھی اس کی مغفرت نہیں ہوئی، میں نے کہا: آمین، پھر جب میں دوسرے زینہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا: آمین، جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے اس

کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کی حالت میں آئیں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں، میں نے کہا: آمین۔
(۶) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ذَاكِرُ اللَّهِ فِي رَمَضَانَ يُعْفَرُ لَهُ وَسَائِلُ اللَّهِ فِيهِ لَا يَحْبِبُ. (شعب الایمان للبیہقی، ج: ۳، ص: ۳۱۱، فضائل شہر رمضان)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے، اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا بے مراد نہیں رہتا۔“
(۷) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ فَطَرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ. (السنن الکبریٰ للبیہقی، ج: ۴، ص: ۲۴۰)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی غازی کو سامانِ جہاد دیا، اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔“

روزے کے 30 مسائل اور ان کا حل:

سوال (۱) کیا قے (الٹی) سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: قے کی صرف دو صورتیں ایسی ہیں جن میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے باقی تمام صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا، جن صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہیں: (۱) روزہ یا دھونے کے باوجود جان بوجھ کر قے کی مثلاً نگی وغیرہ حلق میں ڈال کر قے کی اور وہ قے منہ بھر ہوئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ قے کھانے، پانی، خون وغیرہ کی ہو۔ (۲) بغیر اختیار کے منہ بھر قے آئی اور ایک چنے یا اس سے زیادہ مقدار میں واپس حلق سے نیچے لوٹادی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری، درمختار) **فائدہ:** جس قے کو بغیر تکلف کے نہ روکا جاسکے اسے منہ بھر قے کہتے ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

سوال (۲) کیا روزے میں احتلام ہو جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: روزہ میں احتلام ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (درمختار)

سوال (۳) اگر روزے کی حالت میں فرض غسل کرنا ہو تو کیا کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا منع ہے؟

جواب: روزہ شروع ہونے سے پہلے غسل فرض ہو یا روزہ میں احتلام ہو جائے تو روزہ کی حالت میں غسل کے تمام فرائض ادا کیے جائیں گے۔ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں نرم حصہ تک پانی پہنچانا فرض ہے اس کے بغیر نہ غسل اترے گا نہ نمازیں ہوں گی۔ (عامہ کتب فقہ)

سوال (۴) روزے میں فرض غسل کرنا ہو تو کیا غرغہ کر سکتے ہیں؟

جواب: روزہ ہو تو غرغہ نہیں کریں گے اور عام دنوں میں بھی غرغہ غسل کا فرض یا کلی کا حصہ نہیں بلکہ ایک جداگانہ سنت ہے وہ بھی اس وقت سنت ہے جب روزہ نہ ہو، کیونکہ روزے کی حالت میں غرغہ مکروہ ہے۔ (عامہ کتب فقہ)

سوال (۵) کیا روزے کی حالت میں مسواک کر سکتے ہیں؟

جواب: روزے کی حالت میں دن کے کسی بھی وقت مسواک کر سکتے ہیں، اور اس سے اور دنوں کی طرح سنت کا ثواب بھی حاصل ہوگا البتہ اگر مسواک چبانے سے اس کے ریشے چھوٹتے ہوں پامزہ محسوس ہو تو ایسی مسواک روزے کی حالت میں نہیں کرنی چاہیے۔ (بجرا لرائق، رد المحتار، فتاویٰ رضویہ)

سوال (۶) کیا روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ اور منجن کر سکتے ہیں؟

جواب: روزے کی حالت میں ضرورتِ صحیحہ کے بغیر ٹوتھ پیسٹ اور منجن وغیرہ کرنا مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر اس کا کوئی جز حلق سے نیچے اتر گیا تو روزہ ہی ٹوٹ جائے گا، اس لیے روزے کی حالت میں ان کو استعمال کرنے سے بچنا چاہیے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

سوال (۷) روزے کی حالت میں تیل لگانا اور زیرِ موئے ناف بنانا کیسا ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں تیل لگانا اور موئے زیرِ ناف بنانا جائز ہے، ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (عامہ کتب فقہ)

سوال (۸) کیا سرمہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (الجوہرۃ النیرۃ، رد المحتار)

سوال (۹): کیا روزے کی حالت میں سرے کی طرح کاجل بھی لگا سکتے ہیں؟

جواب: جی نہیں! کاجل کا حکم سرمہ والا نہیں لہذا روزے کی حالت میں کاجل نہیں لگا سکتے۔ (دارالافتاء اہلسنت)

سوال (۱۰): کیا روزے کیلئے سحری شرط ہے؟

جواب: روزے کے لئے سحری شرط نہیں ہے، رات میں روزے کی نیت کر لی جائے یا پھر زوال سے پہلے بھی نیت کر سکتے ہیں، لیکن سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد اور زوال سے پہلے نیت اس وقت کر سکتے ہیں جب دو چیزیں پائی جائیں: (۱) پہلی یہ کہ روزہ بند ہونے کے بعد سے کوئی منانی روزہ کام مثلاً کھانا پینا وغیرہ نہ کیا ہو (۲) دوسرا یہ کہ یہ نیت کرے کہ میں روزہ بند ہونے کے وقت سے روزے سے ہوں۔ (عامہ کتب فقہ)

سوال (۱۱): کیا خون نکلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: روزہ کسی چیز کے معدے کے راستہ میں یا دماغ میں جانے سے ٹوٹتا ہے، جسم سے کوئی چیز باہر آنے پر نہیں ٹوٹتا لہذا خون زخمی ہونے پر نکلے یا پھر ٹیسٹ کروانے کے لئے نکلویا جائے یا کسی کو دینے کے لئے نکلویا جائے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ: ”روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو اندر جائے، جو باہر نکلے اس سے نہیں ٹوٹتا“۔ (مسند ابویعلیٰ و عامہ کتب فقہ)

سوال (۱۲): کیا انجیکشن اور ڈرپ لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: قوی اور مضبوط دلائل کی روشنی میں انجیکشن اور ڈرپ لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لہذا ضرورت ہو تو انجیکشن یا ڈرپ لگوا سکتے ہیں۔ (فتاویٰ نوریہ، فتاویٰ فیض رسول، فتاویٰ یورپ، فتاویٰ بریلی، فتاویٰ اہلسنت وغیرہ)

سوال (۱۳): کیا اذانِ فجر تک سحری کر سکتے ہیں؟

جواب: جب سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو اذانِ فجر اور نمازِ فجر کا وقت شروع ہوتا ہے لہذا جو سحری بند ہونے کے باوجود اذان ختم ہونے تک سحری کرتے رہتے ہیں (یعنی کھاتے پیتے رہتے ہیں) تو وہ اپنا روزہ برباد کر دیتے ہیں کیونکہ اس طرح ان کا روزہ ہوتا ہی نہیں اور سارا دن بھوک پیاس کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (فیضانِ رمضان)

سوال (۱۴): کیا تھوک اور بلغم کو نکلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: تھوک اور بلغم جب تک منہ میں ہوں، ان کو نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ منہ سے باہر مثلاً تھیلی پر تھوک کر پھر منہ میں دوبارہ ڈالا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور ایسا عام طور پر کوئی نہیں کرتا۔ (در مختار مع رد المحتار)

سوال (۱۵): کیا روزے کی حالت میں خوشبو سو گھننے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: خوشبو مانع (یعنی لیکوڈ) حالت میں ہو یا ٹھوس حالت میں، اس کو سو گھننے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (عامہ کتب فقہ)

سوال (۱۶): اگر بتی کا دھواں منہ یا ناک کے ذریعے اندر گیا تو روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی جگہ یا کمرے میں اگر بتی سُلگ رہی ہو اور اس کا دھواں منہ یا ناک کے ذریعے اندر گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا البتہ اگر منہ یا ناک کو اگر بتی کے قریب جاکر اس کے دھواں کو ٹھینچھا اور روزہ بھی یاد ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔
نوٹ: یونہی کسی بھی خوشبودار یا غیر خوشبودار دھوئیں کی دھوئی اس طرح لی کہ اس کے دھوئیں کو ناک یا منہ سے حلق میں داخل کیا حالانکہ روزہ بھی یاد ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (در مختار مع رد المحتار)

سوال (۱۷): کیا روزے کی حالت میں پان، تمباکو اور نسوار منہ میں رکھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں منہ میں پان، تمباکو اور نسوار رکھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد: ۱۰)

سوال (۱۸): کیا سگریٹ اور حقہ وغیرہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: سگریٹ اور حقہ وغیرہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (بہار شریعت)

سوال (۱۹): کیا حقہ (یعنی پاخانے کے مقام میں دوا داخل کرنے سے) روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: روزہ یاد رہنے کے باوجود حقہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

سوال (۲۰): کیا مشیت زنی (یعنی اپنے ہاتھوں سے منی نکالنے) سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اگر مشیت زنی سے انزال ہو جائے (یعنی منی نکل آئے) تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (در مختار مع رد المحتار)

سوال (۲۱): اگر گرمے کا مریض سانس کو بحال کرنے کیلئے روزے کی حالت میں انسہیلر استعمال کرے تو کیا حکم ہوگا؟

جواب: انسہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے گیس اور باریک بوندوں کی شکل میں پانی اور دوا کے اجزاء مریض کے پھیپھڑوں تک پہنچتے ہیں۔ (فتاویٰ اہلسنت)

سوال (۲۲): کیا روزے کی حالت میں آکسیجن ماسک لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں آکسیجن ماسک لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (فیضانِ فرضِ علوم)

سوال (۲۳): روزے کی حالت میں ناک میں سپرے کرنے یا دوا چڑھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں ناک میں سپرے کرنے یا دوا چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (در مختار)

سوال (۲۴): کیا کسی کو خون دینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: کسی کی جان بچانے کے لئے خون دینا بلا کراہت جائز ہے اور اس سے روزہ بھی ٹوٹتا ہے۔ (فیضانِ فرضِ علوم)

سوال (۲۵): کیا غیبت و گالی گلوچ کرنے اور جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: غیبت کرنے، گالی گلوچ کرنے اور جھوٹ بولنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر یہ سب کام گناہ کے ہیں اور ان سے روزے کی نوارائیت ختم ہو جاتی ہے۔ (بہارِ شریعت و عامہ کتب فقہ)

سوال (۲۶): اگر دانتوں سے خون نکل آئے تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اگر دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر حلق سے نیچے نہ اترے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (در مختار)

سوال (۲۷): کیا حجامہ یعنی پچھنے لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: حجامہ یعنی پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (الجمہورۃ النیرۃ)

سوال (۲۸): کیا آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں! روزے کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (دارالافتاء اہلسنت، تفہیم المسائل)

سوال (۲۹): کیا کان میں دوا اور تیل وغیرہ ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اگر کان کا پردہ سلامت ہو تو کان میں دوا یا تیل وغیرہ ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر کان کا پردہ پھٹا ہو تو کان میں دوا اور تیل وغیرہ ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (دارالافتاء اہلسنت، تفہیم المسائل، فیضانِ رمضان)

سوال (۳۰): کیا بیوی کا بوسہ لینے اور گلے لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اگر بیوی کا بوسہ لینے اور گلے لگانے سے منی خارج ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر منی خارج نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

نوٹ: اگر کسی کو منی خارج ہونے یا جماع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے یہ سب روزے کی حالت میں کرنا مکروہ ہے اور اگر اس کا اندیشہ نہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔ (رد المحتار)

واللہ اعلم ورسولہ اعلم عزوجل ﷺ

تراویح کے فضائل:

(۱) حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: شَهِرٌ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ۔ (سنن ابن ماجہ ص: ۹۴، باب ما جاء فی قیام شہر رمضان) ترجمہ: اس مہینہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائے ہیں اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لیے سنت قرار دیا ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ (صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۱۰، باب تطوع قیام رمضان من الإیمان) ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے تراویح پڑھی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

تراویح کے مسائل / تراویح میں رکعت ہے:

(۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوُتْرَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۲۸۴، باب کم یصلی فی رَمَضَانَ مِنْ رَكْعَةٍ الْمُعْجَمُ الْكَبِيرُ لِلطَّبْرَانِيِّ، ج: ۵، ص: ۴۳۳، رقم ۱۱۹۳۲، المنتخب من مسند عبد بن حمید ص: ۲۱۸ رقم ۶۵۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

(۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ أَرْبَعَةَ وَعَشْرِينَ رَكْعَةً وَأَوْتَرَ بِثَلَاثَةٍ. (تدريج جرجان لمسمی ص: ۳۱۷ فی نسخہ ۱۴۲) ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ رمضان میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض) بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔

(۳) عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ أَبِي بِنِ كَعْبٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ..... فَصَلَّى بِهِمْ عَشْرِينَ رَكْعَةً. (مسند أحمد بن منيع بحوالہ اتحاف الخيرة المهرة للبوصيري، ج: ۲، ص: ۴۲۴، باب فی قیام رمضان)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھاؤں..... تو میں نے لوگوں کو بیس رکعت نماز (تراویح) پڑھائی۔

(۴) عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعَشْرِينَ رَكْعَةً وَكَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْمِثْنِ،

وَكَانُوا يَتَوَكَّؤْنَ عَلَى عُصِيَّتِهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ. (السنن الكبرى للبيهقي، ج: ۲، ص: ۴۹۶، باب مَا رُوِيَ فِي عَدَدِ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (صحابہ کرام باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

(۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ أَمَرَ الَّذِي يُصَلِّي بِالنَّاسِ صَلَاةَ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِمْ عَشْرِينَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُرَاحَ مَا بَيْنَ كُلِّ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ. (مسند الامام زید، ص: ۱۵۸)

ترجمہ: امام زید رحمہ اللہ اپنے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ سے وہ اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، ہر چار رکعت کے بعد آرام کا اتنا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور یہ کہ سب سے آخر میں وتر پڑھائے۔

(۶) حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ يُصَلِّيُ بِنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَ عَلَيْهِ لَيْلٌ، قَالَ الْأَعْمَشُ: كَانَ يُصَلِّيُ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ. (قیام اللیل للمروزی، ص: ۱۵۷)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رمضان میں ہمیں تراویح پڑھاتے تھے اور گھر لوٹ جاتے تو ابھی رات باقی ہوتی تھی۔ حدیث کے راوی امام اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(۷) ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَى أَنَّ التَّرَاوِيحَ عِشْرُونَ رَكْعَةً.
(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۳، ص: ۳۶۶، باب قیام شہر رمضان / الفصل الثالث)

ترجمہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ تراویح میں رکعات ہے۔

(۸) محدث علامہ ابو کریب یحییٰ بن شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَعْلَمُ أَنَّ صَلَاةَ التَّرَاوِيحِ سُنَّةٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ وَهِيَ عِشْرُونَ رَكْعَةً. (کتاب الأذکار، ص: ۲۲۶، باب اذکار صلاة التراويح)

ترجمہ: نماز تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعتیں ہیں۔

تراویح میں ختم قرآن:

(۱) عَنْ الْحَسَنِ قَالَ مَنْ أَمَّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ فَلْيَأْخُذْ بِهِمْ الْيُسْرَ فَإِنْ كَانَ بَطِيئَ الْقِرَاءَةِ فَلْيَخْتِمِ الْقُرْآنَ خَتْمَةً وَإِنْ كَانَ قِرَاءَةً بَيْنَ ذَلِكَ، فَخَتْمَةً وَنُصْفًا وَإِنْ كَانَ سَرِيعَ الْقِرَاءَةِ فَمَرَّتَيْنِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۵، ص: ۲۲۲، باب فی صلاة رمضان) ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھائے وہ ان سے آسانی کا معاملہ کرے۔ اگر اس کی قراءت آہستہ ہو تو ایک قرآن کریم کا ختم کرے، قراءت کی رفتار درمیانی ہو تو ڈیڑھ اور اگر تیز قراءت کر سکتا ہو تو پھر دو بار قرآن کا ختم کرے۔

(۲) قَالَ الْإِمَامُ الْفَقِيهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَصَكْفِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: (وَالْخَتْمُ مَرَّةً سُنَّةٌ وَمَرَّتَيْنِ فَضِيلَةٌ وَثَلَاثًا أَفْضَلُ (وَلَا يَتْرُكُ) الْخَتْمُ (لِكَسَلِ الْقَوْمِ)

(الدر المختار للحصكفي، ج: ۲، ص: ۶۰۱، کتاب الصلاة، بحث صلاة التراويح) ترجمہ: امام محمد بن علی الحصکفی فرماتے ہیں: تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت، دو بار فضیلت اور تین بار افضل ہے، قوم کی سستی کی وجہ سے چھوڑنا جائے۔

(۳) السُّنَّةُ فِي التَّرَاوِيحِ اِتِّمَاءُ وَالْخَتْمُ مَرَّةً فَلَا يَتْرُكُ لِكَسَلِ الْقَوْمِ.

(فتاویٰ عالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۳۰، فصل فی التراويح)

ترجمہ: تراویح میں ایک بار ختم قرآن کرنا سنت ہے، لوگوں کی سستی کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے۔

تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا جائز نہیں:

(۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَانَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ نَقْرَأَ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ. (کتاب المصاحف لابن داود، ص: ۱۱۱، باب هل يؤم القرآن....)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں۔

(۲) عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ فِي الْمُصْحَفِ. (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۵، ص: ۸۹، باب من کرهه [ای الامامة بالقراءة في المصحف])

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو نا پسند فرماتے تھے کہ آدمی امام بنے اور قرآن دیکھ کر پڑھائے۔

(۳) عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ فِي الْمُصْحَفِ. (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۵، ص: ۸۸، باب من کرهه [ای الامامة بالقراءة في المصحف])

ترجمہ: مشہور فقیہ حضرت ابراہیم الخضریٰ رحمۃ اللہ علیہ قرآن دیکھ کر امامت کرانے کو نا پسند فرماتے تھے۔

نابالغ کی امامت جائز نہیں:

(۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَانَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ نَقُومَ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ، وَنَهَانَا أَنْ يَقُومَ إِلَّا الْمُحْتَلِمُ. (کتاب المصاحف لابن داود، ص: ۱۱۱، باب هل يؤم القرآن في المصحف)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں اور ہمیں یہ حکم دیا کہ بالغ امامت کروائیں۔

(۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: لَا يَوْمُ الْغُلَامِ حَتَّى تَحِبَّ عَلَيْهِ الْخُدُودُ. (نیل الاوطار للشوکانی، ج: ۳، ص: ۷۶، باب ماجاء فی الامۃ البصی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچہ امامت نہ کرائے جب تک اس قابل نہ ہو جائے کہ اس پر حد و لگ سکیں (یعنی بالغ ہو جائے)۔

(۳) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: لَا يَوْمُ غُلَامٍ حَتَّى يَخْتَلِمَ. (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۳/۲۰۷، باب فی الامۃ الغلام قبل ان یتلم)

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچہ جب تک جوان نہ ہو جائے اس وقت تک امامت نہ کرائے۔

فضائل اعتکاف:

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّاهِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ. (صحیح البخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، ج: ۱/۲۷۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔ پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف فرماتی رہیں۔

(۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ... مَنْ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ تَعَالَى جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ كُلُّ خَنَادِقٍ أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ. (المعجم الاوسط للطبرانی، ج: ۵، ص: ۲۷۹، رقم الحدیث ۷۳۲۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا کیلئے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو اڑ بنا دیں گے، ایک خندق کی مسافت آسمان وزمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ! ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کی کیا فضیلت ہو

گی؟ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو رمضان کی مبارک گھڑیوں میں اعتکاف کرتے ہیں اور مذکورہ فضیلت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

(۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ، وَيَجْرِي لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا. (سنن ابن ماجہ، باب فی ثواب الاعتکاف، ص: ۱۲۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی تمام نیکیاں اسی طرح لکھی جاتی رہتی ہیں جیسے وہ ان کو خود کرتا رہا ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں اعتکاف کے فائدہ میں سے دو بیان کیے گئے ہیں: (۱) معتکف جتنے دن اعتکاف کرے گا اتنے دن گناہوں سے بچا رہے گا۔ (۲) جو نیکیاں وہ باہر کرتا تھا مثلاً مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت، غرباء کی امداد، علماء کی مجالس میں حاضری وغیرہ، اعتکاف کی حالت میں اگرچہ ان کاموں کو نہیں کر سکتا لیکن اس قسم کے اعمال کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

(۴) ایک حدیث میں آتا ہے: مَنْ اعْتَكَفَ إِيْمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (کنز العمال: کتاب الصوم، الفصل السابع فی الاعتکاف ولیلۃ القدر، ج: ۸، ص: ۲۴۴)

ترجمہ: جس نے اللہ کی رضا کیلئے ایمان و اخلاص کے ساتھ اعتکاف کیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

فائدہ: اس حدیث میں اعتکاف کرنے پر جن گناہوں کی معافی کا وعدہ کیا گیا ہے ان سے مراد گناہ صغیرہ ہیں، کیونکہ گناہ کبیرہ کی معافی کیلئے توبہ شرط ہے۔ اعتکاف کرنے والا جب مبارک ساعات میں خدا تعالیٰ کے حضور گڑ گڑاتا ہے، آہ و بکا کرتا ہے اور اپنے سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرتے ہوئے آئندہ نہ کرنے کا عزم کرتا ہے تو یقینی بات ہے اس کے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں، اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک میں گناہوں سے مراد کبیرہ بھی ہو سکتے ہیں جن کی معافی اعتکاف میں ہوتی ہے۔ لہذا معتکف کو چاہیے کہ توبہ و استغفار کا ضرور اہتمام کیا کرے۔

اعتذار

برکاتِ رضا گروپ کی انقلابی آواز، مسلک اعلیٰ حضرت اور مشرب صدر الافاضل کا بے باک نقیب، سہ ماہی عرفانِ رضا کا پہلا شمارہ معزز قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے انتہائی مسرت و شادمانی محسوس ہو رہی ہے۔

ہماری ٹیم نے اسے خوب سے خوب تر اور ظاہری و باطنی نقائص و عیوب سے دور کرنے میں حتی الامکان کوشش کی اور علماء کرام سے رہنمائی بھی حاصل کی اور علماء کرام نے مفید مشوروں سے خوب نوازا پھر بھی بتقاضہ بشری اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو معذور سمجھتے ہوئے اسے ہدف تنقید نہ بنا کر ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں۔ ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔

معزز علماء کرام اور محترم قارئین عظام سے التماس ہے کہ اس رسالہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں اور اپنے گراں قدر تاثرات اور قیمتی مشوروں سے نوازیں۔

عارض: محمد نفیس القادری امجدی مراد آباد
موبائل نمبر 8923604732

(۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ. (صحیح البخاری: باب تحریر لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ج: ۱، ص: ۲۷۰)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری راتوں میں تلاش کیا کرو۔

فائدہ: اعتکاف سے مقصود لیلۃ القدر کو پانا ہے جس کی فضیلت ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔ نیز اس حدیث میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کیلئے آخری عشرہ کا اہتمام بتایا گیا ہے جو دیگر احادیث کی رو سے اس عشرہ کی طاق راتیں ہیں۔ لہذا بہتر تو یہی ہے کہ اس آخری عشرہ کی ساری راتوں میں بیداری کا اہتمام کرنا چاہیے ورنہ کم از کم طاق راتوں کو تو ضرور عبادت کرنا چاہئے۔



فرمانِ مصطفیٰ ﷺ

جو شخص ستائیسویں رجب کو روزہ رکھے گا، اس کو ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

غنیۃ الطالبین، ج: ۱/۱۸۲

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ

سب سے افضل کام مسلمانوں کا جی خوش کرنا ہے کہ تو اس کا بدن ڈھانکے یا بھوک میں پیٹ بھرے یا اس کا کوئی کام پورا کرے۔

فتاویٰ رضویہ شریف، ج: ۲۳/۱۵۳

فرمانِ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کا نام لینا بڑی بات نہیں، اعلیٰ حضرت کی تعلیم پر عمل کون کر رہا ہے، اس کے ساتھ چلو۔

زکوٰۃ و صدقات کی اہمیت و مسائل

کھجور مفتی محمد نعیم الدین منطری
پرنسپل جامعہ رضائے مصطفیٰ، کندری، مراد آباد

داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) یہ وہ ہیں جو تم نے اپنے
نفس کے لیے جمع کیا تھا تو اب چکھو جو جمع کرتے تھے۔

حدیث: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ (مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مِثْلَ لَهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيَّانٍ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ
يَأْخُذُ بِلَهْزِمَتَيْهِ (بِعَيْنِي بِشِدْقَيْهِ) ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالِكٌ، أَنَا
كَتْرُكٌ، ثُمَّ تَلَا ﴿وَلَا يَخْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنْتَهُمُ اللَّهُ مِنْ
فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۸۰) صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اثم
مانع الزکوٰۃ، الحدیث: ۱۴۰۳، ج: ۱، ص: ۱۸۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”جس کو اللہ تعالیٰ
مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال
گنجلے سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا، جس کے سر پر دو
چھتیاں ہوں گی۔ وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا
جائے گا پھر اس کی باپھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال
ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، اس کے بعد حضور ﷺ نے اس
آیت (مذکورہ) کی تلاوت کی۔

حدیث: عَنْ امِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ الصَّدِيقَةِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَةُ
أَوْ مَالِ الزَّكَاةِ مَالًا إِلَّا أَفْسَدَتْهُ.

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج: ۴، ص: ۴۳۳)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
زکوٰۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اسے تباہ و برباد کر دے گا۔

ہر مسلمان کو یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ
اسے جو کچھ بھی دولت و ثروت ملی ہے اس کا اصل مالک وہ خود
نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اور اس نے محض اپنے فضل و
کرم سے ہمیں اپنی ملکیت میں بطور نیابت تصرف کرنے کا
حق دے رکھا ہے، جب اللہ ہی اس کا مالک ہے اور اسی کی
قدرت کی بنیاد ہمیں یہ نعمت میسر آئی ہے تو اگر وہ اپنے بندوں
کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں لٹا دیں تو ہمیں
شکایت یا اعتراض کا کوئی موقع نہ تھا کیونکہ اس کی چیز ہے وہ
جہاں اور جتنی چاہے خرچ کرے، مگر یہ بھی اس کا فضل ہے
کہ اس نے جہاں ہمیں خرچ کرنے کا حکم دیا وہاں پورا مال نہیں
بلکہ کچھ حصہ خرچ کرنا ضروری قرار دیا۔

زکوٰۃ و صدقات کی اہمیت:

اللہ عز و جل فرماتا ہے: وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (سورۃ البقرہ: ۳)
ترجمہ: اور مفتی وہ ہیں کہ ہم نے جو انہیں دیا ہے، اس میں سے
ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

اور فرماتا ہے: وَالَّذِينَ هُمْ لِزَكَاةٍ يُفْعَلُونَ (المومنون: ۴)
ترجمہ: اور فلاں پاتے وہ ہیں جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

اور فرماتا ہے: وَمَا أَفْقَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ
الْزَّاقِينَ (سبا: ۳۹) ترجمہ: اور جو کچھ تم خرچ کرو گے، اللہ تعالیٰ اس
کی جگہ اور دے گا اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے۔

اور فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (یومر یُخْلَىٰ عَلَيْهِمْ فَاَنظَرُوا جَهَنَّمَ فَوُتِنُوا
بِهَا جِبَالُهُمْ وَاُجُنُوبُهُمْ وَاُظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ لَا تُفْسِدُكُمْ فَذُوقُوا مَا
كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ (التوبہ: ۳۴، ۳۵)

ترجمہ: جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے اور اسے اللہ
(عز و جل) کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں، انہیں دردناک
عذاب کی خوشخبری سنا دو، جس دن آتش جہنم میں وہ تباہ
جائیں گے اور ان سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیچھے

حدیث: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ما تلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزکوۃ. (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج: ۴، ص: ۴۳۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خشکی و تری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوتا ہے۔

حدیث: عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: من ادی زکوۃ ماله فقد اذهب اللہ شرہ. (ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ، ج: ۴، ص: ۴۳۴)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دی بیشک اللہ تعالیٰ نے اس مال کا شر اس سے دور فرمادیا

حدیث: عَنِ الْحُسَيْنِ الْبَصْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ، وَذَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَاسْتَقْبِلُوا أَمْوَالَكُمْ. شرہ.

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج: ۴، ص: ۴۳۴)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مال کو مضبوط قلعوں میں کر لو زکوۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اے عزیز! ایک بے عقل گوار کو دیکھ! کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا۔ بہتر اذقت قرض دام سے حاصل کرتا اور اسے زمین میں ڈال دیتا ہے اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملا دیا مگر امید لگی ہے۔ کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہو جائے گا۔ تجھے اس گنوار کسان کے برابر بھی عقل نہیں۔ یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسہ ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا مطمئن نہ بھی نہیں کہ اپنے مال بڑھانے اور

ایک ایک دانہ کا ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوۃ کا بیج نہیں ڈالتا وہ فرماتا ہے۔ زکوۃ دو تمہارا مال بڑے گا اگر دل سے اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے۔ ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین و دنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہاں کا زیاں مول لیتا ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج: ۴، ص: ۴۳۴)

مسائل زکوۃ:

مسئلہ (۱) زکوۃ فرض ہے، اس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گناہ گار مرد و انشہاد ہے (بہار شریعت، حصہ پنجم، صفحہ: ۸۷۴)

زکوۃ واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) مسلمان ہونا۔ (۲) بلوغ۔ (۳) عقل۔ (۴) آزاد ہونا۔ (۵) مال بقدر نصاب اس کی ملک میں ہونا۔ (۶) پورے طور پر اس کا مالک ہو۔ (۷) نصاب کا دین سے فارغ ہونا۔

سوال: پر اپنی خریدتے وقت تجارت کی نیت نہ ہو تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟

جواب: اگر پر اپنی خریدتے وقت تجارت کی نیت نہ تھی، تو یہ مال تجارت نہیں، زکوۃ واجب نہ ہوگی اگرچہ خریدنے کے بعد تجارت کی نیت کر لی ہو۔ جیسا کہ علامہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نیت تجارت کے لیے یہ شرط ہے کہ وقت عقد نیت ہو، اگرچہ دلائل اتوا اگر عقد کے بعد نیت کی زکوۃ واجب نہ ہوئی۔ یوں ہی اگر رکھنے کے لیے کوئی چیز لی اور یہ نیت کی کہ اگر نفع ملے گا تو بیچ ڈالوں گا تو زکوۃ واجب نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ پنجم، صفحہ: ۸۸۳)

سوال: زوجہ کی زکوۃ شوہر دے سکتا ہے؟

جواب: زوجہ کی اجازت سے شوہر ادا کر سکتا ہے اس صورت میں زوجہ کو دوبارہ نہیں دینی ہوگی۔

(ماخوذ از فتاویٰ اہلسنت احکام زکوۃ صفحہ: ۱۶۷)

سوال: تجارتی پلاٹ کی قیمت خرید پر زکوۃ ہے یا موجودہ قیمت پر؟

جواب: اس پلاٹ کے نصاب کا سال جس تاریخ کو پورا ہوتا ہے اس دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (ماخوذ از فتاویٰ اہلسنت احکام زکوۃ صفحہ: ۳۳۲)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف
﴿اجمالی خاکہ﴾

نام: نعمان

والد گرامی کا نام: ثابت

کنیت: ابو حنیفہ

ولادت: ۷۰ھ / ہجری، عراق کے شہر ”کوفہ“
میں

وفات: ۲۰ شعبان المعظم ۱۵۰ھ / ہجری

عمر مبارک: ۸۰ سال

مزار پر انور: بغداد شریف میں

منقبت ببارکاتہ امام الانمہ سراج الامہ حضرت
سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت
رضی اللہ عنہ

مصدر علم فقہت حضرت نعمان ہیں

نکتہ دان علم و حکمت حضرت نعمان ہیں

مذہب اسلام کو تائیدگی جس سے ملی

ہاں وہی بدر فقہت حضرت نعمان ہیں

لائے گا اک دن ثریا سے جو علم مصطفیٰ

میرے آقا کی بشارت حضرت نعمان ہیں

ہیں مقلد جن کے مسلم اور بخاری، ترمذی

وہ امام دین و سنت حضرت نعمان ہیں

بو حنیفہ سے لگی ہے آس نوری اس لئے

رہنمائے راہ جنت حضرت نعمان ہیں

☆-----☆ کاوش فکر ☆-----☆

☆ عبدالقادر نوری بہرائچی ☆

سوال: صاحب نصاب عورت کی زکوٰۃ عورت کے ذمہ ہے یا اس کے شوہر کے ذمہ؟ اور جو زیور عورت کو پہننے کے لئے دیے گئے ان کی زکوٰۃ شوہر پر ہے یا خود عورت پر؟

جواب: امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، زیور کہ ملک زن ہے اس کی زکوٰۃ ذمہ شوہر پر ہر گز نہیں اگرچہ اموال کثیرہ رکھتا ہو نہ اسکے نہ دینے کا اس پر کچھ وبال، اور وہ زیور کہ عورت کو دیا اور اس کی ملک کر دیا اس پر بھی یہی حکم ہے، اور اگر ملک نہ کیا بلکہ اپنی ہی ملک میں رکھا اور عورت کو صرف پہننے کو دیا تو بیشک اس کی زکوٰۃ مرد کے ذمہ ہے جبکہ خود یا دوسرے مال سے مل کر قدر نصاب فاضل من الحاجۃ الاصلیۃ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد: ۴، صفحہ: ۴۰۹/۴۱۰ ملخصاً)

سوال: جس کا کل مال حرام ہو کیا اس پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: جس کا کل مال حرام ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ وہ حقیقتاً اس کا مالک ہی نہیں، اس پر لازم ہے کہ وہ مال جس سے لیا ہے اس کو اور وہ نہ ہو تو اس کے ورثہ کو لوٹا دے اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ مال کس سے لیا تھا تو وہ مال غریبہ پر صدقہ کر دے۔

(فتاویٰ فقیہ ملت جلد اول صفحہ: ۳۱۴)

مصارف زکوٰۃ:

(۱) فقیر فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی قدر ہو تو اس کی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو۔ (۲) مسکین: مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لئے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔ (۳) عامل: عامل وہ ہے جسے بلا شاہ اسلام نے زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا۔ (۴) رقب: رقب سے مراد مکاتب غلام کو دینا کہ اس مال زکوٰۃ سے بدل کتابت ادا کرے اور غلامی سے اپنی گردن رہا کرے۔ (۵) غلام: غلام سے مراد مدیون ہے یعنی اس پر اتنا دین ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، اگرچہ اس کا اوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ مدیون ہاشمی نہ ہو۔ (۶) فی سبیل اللہ: یعنی راہ خدا میں خرچ کرنا۔ (۷) ابن السبیل: ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

(بہار شریعت حصہ پنجم از صفحہ: ۹۲۳ تا ۹۲۶ ملخصاً)

تحریک آزادی ہند میں علماء اہل سنت مراد آباد کا کردار

کچھ محمد نفیس القادری امجدی جامع مسجد منڈیا
خادم تدریس جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم گلڑیا معانی مراد آباد

شاہ مدراسی (م 1274ھ 1858ء) مفتی عنایت احمد کاکوروی
(م 1279ھ) مولانا رحمت اللہ کیرانوی (م 1308ھ) مولانا
فیض احمد بدایونی، مولانا ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی (م
1289ھ 1873ء) حضرت علامہ مفتی کفایت علی کافی
مراد آبادی (م 1274ھ 1858ء) مولانا وہاب الدین مراد
آبادی (م 1274ھ 1858ء) مولانا رضا علی خاں بریلوی
(م 1286ھ 1869ء) مولانا امام بخش صہبانی دہلوی (م 1273
1857ء) مفتی مظہر کریم دریادی، حکیم سعید اللہ قادری (م
1325ھ) اور نواب مجو خان مراد آبادی وغیرہ کے انقلابی
کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

ان سب ممتاز ہستیوں کے درمیان مولانا سید
کفایت علی کافی، مولانا وہاب الدین، حضرت شاہ جی غلام بولن
سیوہادی علیہم الرحمہ اور نواب مجو خان مراد آبادی۔ یہ ایسے
نام ہیں جنہوں نے مراد آباد سے انگریزی راج کا تختہ الٹنے میں
مرکزی کردار ادا کیا تھا۔

(۱) حضرت علامہ مولانا مفتی کفایت علی کافی مراد آبادی:

حضرت علامہ کافی، موضع نگین، ضلع بجنور، یوپی،
انڈیا کے ایک سید گھرانے میں پیدا ہوئے، لیکن تحصیل علم
کے بعد آپ نے مراد آباد کو اپنا مسکن بنایا، پیشے کے اعتبار سے
حکیم حاذق اور مدرس و مبلغ تھے، محراب و منبر کی دنیا میں اپنے
علم و تصانیف اور فنِ تقریر کے حوالے سے ایک ممتاز حیثیت
رکھتے تھے۔

حضرت علامہ کافی نے حدیث رسول ﷺ کی
تعلیم شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد، شاہ ابو سعید
مجددی، سے حاصل کی اور شاعری میں فنِ سخن کے استاد شیخ

آج رفتارِ زمانہ اپنی تیز پرواز کے ساتھ مستقبل کی
طرف گامزن ہے۔ یہ شمس و قمر جو مسلسل اپنے منازل کی
طرف رواں دواں ہیں، جنہوں نے نہ جانے کتنی نسلوں کو
سنورتے اور تباہ ہوتے دیکھا ہے، اس بات پر شاہد ہیں کہ
ہمارے آباء و اجداد نے ماورِ ہند کی عظمت و وقار پر اپنی جانیں
نچھاور کر کے سرخ روئی حاصل کی ہے۔ جذبہٴ جہاد سے پر شوق
علماء کرام نے، ظالموں کی زنجیریں اور تیر و تفنگ، اس لیے
برداشت کئے تاکہ آنے والی نسلیں آزادی کی فضا میں سانس
لے سکیں۔ لیکن آج ان کی اس مظلومیت کا احساس کس کو
ہوگا جو صرف ہمارے لیے تھی، ان کا ذکر کون کرے گا؟ جن
کی نالہ و شیون اور آہ سحر گاہی ہوا میں تحلیل ہو کر رہ گئی۔ جنگی
چنجیں احسان فراموشی کی اینٹوں میں دب کر رہ گئیں۔ ظاہر
ہے ہم پر ہی لازم ہے کہ آج ان بھولی بسری ہستیوں کی آہ
و فغاں کی قیمت، تشکر کے آنسوؤں سے ادا کریں یہ ہمارا فرض
ہے۔ آزادی میں جن علماء کرام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا آج
ہماری گردنیں ان کے احسانات سے زیر بار ہیں کتب تاریخ
کے مطالعے سے جو کچھ حاصل ہوا اس کا خلاصہ حاضر خدمت
ہے۔

جنگ آزادی ہند ۱۸۵۷ء میں علماء اہل سنت اور
مشائخ طریقت کا نہایت بنیادی کردار رہا ہے۔ بلکہ اگر یہ
کہا جائے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ شمالی ہند انگریزوں کے خلاف
مسلم رائے عامہ ہموار کرنے اور پورے خطے میں انقلاب کی
فضا برپا کرنے کا بنیادی کام انہیں کی قیادت و سربراہی میں ہوا
، ان مجاہدین میں علامہ فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ) مفتی
صدر الدین خان آزر دہلوی (م 1285ھ) مولانا سید احمد اللہ

مہدی علی خان ذکی مراد آبادی کے چار مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے تھے، ان چار میں معروف مفسر حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے والد مولانا سید معین الدین نزہت، مولوی محمد حسین تمنا، مولوی شبیر علی تنہا بھی شامل ہیں۔

حضرت مولانا کافی کی جملہ تصانیف منظوم ہیں، ان میں نعتیہ کلاموں پر مبنی دیوان کافی، مثنوی خیابان فردوس، نسیم جنت، مولود بہار، حلیہ شریف، جذبہ عشق، مجموعہ چہل حدیث، شامل ترمذی کا ترجمہ بہارِ خلد، اور ۱۸۴۱ء میں حجاز مقدس سے واپسی پر لکھا گیا سفر نامہ تجلِ دربارِ نبی کریم ﷺ شامل ہیں، اب ان میں سے بیشتر کتب نایاب ہیں یا کسی قدیم لائبریری میں مل سکتی ہیں، دیوان کافی اور مولود بہار البتہ آرکائیو پر بھی دستیاب ہیں۔

زیر نگاہ مضمون حضرت مولانا کافی کی داستان حریت سے متعلق ہے لیکن اصل میں وہ ایک فوجی نہیں بلکہ ایک منفرد عاشق رسول ﷺ اور دینی شخصیت تھے، ان کا سارا کلام نعت شریف پر مبنی ہے، اسلئے بر محل ہے کہ ان کی نعت گوئی پر اہل علم کی کچھ آراء بھی پیش کرتا چلوں۔ عبد الغفور نساخ نے، تذکرہ سخن شعرا میں لکھا ہے کہ مولوی کفایت علی مراد آبادی ایک صاحب علم و فضل اور زہد و تقویٰ رکھنے والے نعتیہ شاعر ہیں، حکیم غلام قطب الدین باطن اکبر آبادی نے گلشن بے خزاں، اور عبدالحی صفابدیونی نے تذکرہ شمیم سخن میں حضرت کافی کا ذکر بہت گرانقدر الفاظ میں کیا ہے۔

ایک نعت کے چند اشعار:

بدن تھا آپ کا کائن تحبلی
عمیاں چہرے پہ بھی شانِ تجلی
رسول اللہ کی نورِ جبیں کو
بجائے گر کہیں جانِ تجلی
تصویر کس کی صورت کا بندھا ہے
کہ چھاپا دل پہ سلمانِ تحبلی

پروفیسر سید یونس شاہ کے تذکرہ نعت گو یاں اردو، اور لیلیور کے مایہ ناز استاد و شاعر پروفیسر ریاض مجید صاحب کے پی ایچ ڈی کے مقالہ اردو میں نعت گوئی، ماہنامہ نقوش لاہور

کے رسول ﷺ نمبر، راجہ رشید محمود صاحب کے انتخاب نعت کائنات اور شفیق بریلوی صاحب کے انتخابِ ارمغانِ نعت میں حضرت کافی کا منتخب کلام اور ان کیلئے داد و تحسین کا ہدیہ بھی موجود ہے۔ بالخصوص راجہ رشید محمود صاحب نے بہت اچھا کیا کہ اپنی ادارت میں چھپنے والے ”ماہنامہ نعت“ کا ایک خصوصی ایڈیشن حضرت کافی کے منتخب کلاموں پر شائع کیا ہے اور اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے مولانا کافی کے عشق رسول کی حرارت محسوس کرتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں یوں خراج عقیدت پیش کیا:

پرواز میں جب حدیثِ شہ میں آؤں
تا عرش پر واز فکر رسا میں جاؤں
مضمون کی بندش تو میسر ہے رضا
کافی کا درد دل کہاں سے لاؤں

اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ امام اہل سنت نے تو حضرت مولانا کافی کو سلطانِ نعت گویاں سے تعبیر کر کے آپ کی شہرت و عظمت کا پرچم چار دانگ عالم میں لہرایا آپ فرماتے ہیں:

مہکا ہے مرے بوئے دہن سے عالم
ہاں نغمہ شیریں نہیں مٹی سے بہم
کافی سلطانِ نعت گویاں ہے رضا
ان شاء اللہ میں وزیرِ اعظم

(جنگ آزادی اور وطن کے جانباز ص ۶۹) علیحضرت نے حضرت کافی کے مختلف کلاموں کی زمین میں بہت سا کام کیا ہے، ان کا مشہور کلام ”یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو“ یہ بھی حضرت کافی کے درج ذیل کلام پر ان کی نظمیں ہیں۔

یا الٰہی حشر میں خیر الوریٰ ﷺ کا ساتھ ہو
رحمتِ عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کا ساتھ ہو

جہاد آزادی میں پورا پورا حصہ لیا، امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تحریک آزادی ہند شروع ہوئی گویا مولانا کافی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاشمی خون پہلے سے ہی جذبہ شہادت سے سرشار تھا۔ (جنگ آزادی اور وطن کے جانباز، ص: ۷۰) مولانا کافی نے مراد آباد میں فرنگی سامراج کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔

جنگ آبادی ۱۸۵۷ء کے دوران آپ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔ جنرل بخت رسید کی فوج میں کمائد رہ کر دہلی آئے اور اپنی بہادری کے جوہر رکھائے۔ دشمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

بہادر شاہ ظفر نے کئی بار آپ کو بلا کر مشورے لئے، دہلی میں جب نظام درہم برہم ہوا تو جنرل بخت کے ہمراہ بریلی شریف پہنچے، یہاں مولانا احمد اللہ شاہ مدرسی بھی موجود تھے انکی معیت میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دشمن کا مقابلہ کرتے رہے، اس کے بعد احمد اللہ شاہ اور جنرل بخت کے ہمراہ مراد آباد پہنچے، جہاں آپ کو صدر الصدور منتخب کیا گیا، اور آپ نے شرعی احکام جاری کیے۔ رامپور اور مراد آباد کے مختلف معرکے آپ نے سر کیے۔ مختلف محاذوں پر انگریزوں کو شکست دی۔ آخر میں انعام کے ایک لالچی عدار فخر الدین کلال نے مولانا کافی کی جائے پناہ کی مخبری اس شرط پر کی کہ اسے مولانا کافی کی ساری جائیداد انعام کے طور پر دی جائے، اس کم بخت کی نشاندہی پر انگریزوں نے ضلع مراد آباد کی تحصیل حسن پور سے گرفتار کر لیا۔ اور ساری جائیداد اس لالچی مخبر کو دے دی۔ اور مولانا کافی کو قید میں ڈال دیا گیا، جسم پر گرم گرم استری پھیری گئی، زخموں پر مرچیں چھڑکیں، غرض یہ کہ اپنے مقصد سے برگشتہ کرنے کے لیے ہر حربہ انگریزوں نے استعمال کیا، مگر ظلم کا کوئی زخم بھی اس مرد مجاہد کے پایہ استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکا، جب انگریز مایوس ہو گئے۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۵۸ء مطابق ۶ رمضان المبارک ۱۲۷۴ میں مقدمہ قائم ہوا اور اسی دن پھانسی کی سزا تجویز ہو گئی۔ پھانسی کی اطلاع ہونے پر بہت خوش ہوئے، چہرے سے کسی ملال اور خوف کا خیال نہ ہوا اور آنکھوں کے مجاہدانہ تیور میں کوئی کمی نہ آئی۔ چنانچہ ۷ رمضان المبارک کی مقدس تاریخ تھی، جمعرات کا دن تھا، اور عصر کا وقت، مراد آباد کے ایک چوراسے پر روزے کی حالت میں آپ کو لایا گیا تو آپ با آواز بلند بڑے اطمینان سے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنا یہ کلام پڑھا تھا۔

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

تو مراد آباد چوک میں برسر عام اس عاشق رسول اور مجاہد حریت کو سولی پر لٹا دیا، یہ واقعہ ۱۰ ستمبر ۱۸۵۸ء کو واقع ہوا۔

(سہ ماہی امجدیہ ۲۰۱۱ء گھوسی، ص: ۲۱، ۲۲/جنگ آزادی اور وطن کے جانباز، ص: ۶۸، ۷۱)

اور رات کی تاریکی میں جیل کے قرب و جوار میں دفن کر کے زمین ہموار کر دی گئی تاکہ نام و نشان باقی نہ رہے۔ مولانا عمر نعیمی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے تقریباً ۵۵ سال بعد اس علاقے سے ایک سڑک نکالی جا رہی تھی کہ ایک مزدور کے کدال سے حضرت مولانا کافی شہید کی قبر کھل گئی۔

یہ خبر جب شہر میں پھیلی تو لوگ جوق در جوق زیارت کیلئے آنے لگے، کہ جسم ویسا ہی رکھا تھا شہر کے بزرگ لوگوں نے چہرہ مبارک دیکھ کر شناخت کر لی، اور پھر جسم مبارک کو دوسری جگہ عقب جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ (ماہنامہ اشرفیہ ص 34 فروری 1982/جنگ آزادی اور وطن کے جانباز ص: ۷۲)

مولانا وہاب الدین مراد آبادی:

شہید ملت، ندائے قوم، مولانا وہاب الدین عرف مولانا منور علیہ الرحمہ مراد آباد کے ممتاز، بااثر، قوم پرور اور جلیل القدر رئیس تھے۔ نہایت ہی فیاض، سیر چشم اور مہمان نواز تھے۔ ان کا دسترخوان فراخ تھا۔ مذہب کے معاملے میں آہنی ستون، عبادت گزار، بے مثل شجاع، اخلاق کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ ہر اعلیٰ و ادنیٰ کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔

جنگ آزادی 1857ء میں بھرپور حصہ لیا اور ہر محاذ پر انگریزوں کو شکست پر شکست دی اور جوان مردی کے جوہر دکھائے۔

مولانا وہاب الدین 1857ء کے وقت میں مراد آباد میں جج کے منصب پر فائز تھے، اور آپ مجلس عملدین سے اچھی طرح واقف تھے، کہ جس وقت جہاد آزادی کے شعلے قرب و جوار میں نمودار ہونے لگے تو مراد آباد ضلع کی نظامت آپ کو سونپ دی گئی، تبلیغ جہاد میں پیش پیش تھے، علماء کی قیادت اور آپ کی حکمت عملی نے انگریزوں کو شکست دی اور

وہاں اپنی حکومت قائم کی گئی، مولانا نے کوئی عہدہ نہ لیا، بلکہ تبلیغ جہاد اور تنظیم انقلاب کے تمام فرائض سر لئے، مولانا ہر جمعہ کو بعد نماز، عوام سے خطاب کرتے اور غیر ملکی تسلط کے خلاف سینہ سپر رہنے کی تلقین کرتے، جس کی وجہ سے ضلع بھر کے مسلمان آپ کے پرچم تلے جمع ہو گئے۔

اور دیگر مجاہد رہنماؤں سے رابطہ و مشورہ کیا، بریلی آئے، خان بہادر خان سے مشورے کئے مولانا کافی بھی ساتھ تھے۔ اس دور میں انگریزوں کو مقابلے کی ہمت نہ پڑی تھی، نواب رامپور نے انگریزوں کی حمایت کی تھی اور چاہتا تھا کہ سارے روہیل کھنڈ بریلی مراد آباد پر فوج بھیج کر فتح کر لے، مگر انگریزوں کو کب گوارہ تھا کہ ہمارے علاوہ کسی اور کا اقتدار ہے، تو نواب رامپور نے مراد آباد پر حملہ کی اجازت چاہی اور فوراً اپنا نمائندہ مراد آباد بھیج کر جہاد حریت کے رہنماؤں سے گفت و شنید کی، تو مجاہدین کے رہنماؤں نے صاف جواب دیا کہ آپ تشریف لائیں اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کریں ورنہ اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ انگریزوں کے طرفدار بن کر آپ ہمیں دبائیں اور فتح کر کے دشمنوں کے حوالے کر دیں تو ہم آخر وقت تک معرکہ آرائی سے باز نہ آئیں گے، یہ تیور دیکھ کر نواب رامپور نے مصالحانہ رویہ اختیار کرنے کی کوشش کی اور مجو خاں کو کہا کہ ہم تمہیں اپنا ناظم تسلیم کرتے ہیں، تمہاری حکومت رامپور کے تحت رہے گی، اور جب بریلی خبر پہنچی تو خان بہادر خان نے جنرل بخت کو فوراً وہاں بھیجا کہ وہاں کا جائزہ لیں اور نواب رامپور سے ساز باز نہ کرنے دیں، بہت سے مجاہدین مراد آباد پہنچ گئے تو نواب رامپور نے اپنی فوج واپس بلالی، نواب مجو خاں اور مولانا وہاج الدین صاحب نے یقین دلایا کہ ہم ہر گز دشمنوں سے یا ان کے ہونا خواہوں سے ساز باز نہ کریں گے۔ اس لئے جنرل بخت خاں دہلی چلے گئے، مگر نواب رامپور انگریزوں کی شہ پر برابر مراد آباد والوں کی سلسلہ جنبانی کرتے رہے، انگریز بھی غدار یوں کے جال بچھائے جا رہے تھے، شہزادہ فیروز شاہ اپنی فوج لے کر اطراف و جوانب میں معرکہ آرائی کرتے رہے۔

ایک سال بعد واپس مراد آباد آ گئے، کیونکہ انگریز اطراف میں قابض ہو چکے تھے، ۲۴ اپریل ۱۸۵۷ء کو رامپور کی فوج کے ساتھ اور گورپٹن اور گورکھوں کے

لشکر کی معیت میں جنرل جانسن نے مراد آباد پر حملہ کر دیا، مولانا وہاج الدین اور شہزادہ فیروز شاہ اور دیگر رہنماؤں کی قیادت میں مجاہدین نے سر سے کفن باندھ کر مقابلہ کیا، اولاً تو غالب رہے مگر انگریز نے فوج اور قوت کے سبب شہر پر قبضہ کر لیا، اور رہنماؤں کو گرفتار کرنا شروع کیا، مولانا وہاج الدین روپوش ہو گئے کہ کہیں پھر کوئی موقع ملے تو قسمت آزمائی کی جائے، ایک نمک حرام قریبی نوکر نے انعام کے لالچ میں مولانا وہاج الدین کی گرفتاری کے لیے ایک دن موقع پا کر مسلح گروہ لے کر دروازہ پر پہنچا اور آواز دی، دروازہ کھولا گیا کہ آنا فانا ایک مسلح گروہ اندر داخل ہو گیا، مولانا حالات کے پیش نظر بہت احتیاط کرتے تھے لیکن باہر سے جب ان کے نمک حرام نوکر کی آواز آئی تو ملازم نے دروازہ کھول دیا نوکر کے پیچھے ہی انگریزی پلٹن بھی داخل ہو گئی، اس بد اعتباری پر اس ملازم نے مزاحمت کی تو اسے وہیں گولی ماری گئی، اور لوٹ مار شروع کر دی، آپ نے مقابلہ کیا مگر چاروں جانب سے آپ پر حملہ کر دیا گیا اور گولیوں کی بوچھاڑ میں حضرت کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے واصل بحق ہوئے، آپ اور آپ کے اہل خاندان کی تمام جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ اور انگریز ان دونوں کی لاشیں اپنے ساتھ لے گئے اور اپنی کاروائی پوری کر کے انہیں دفن کر دیا۔ ان دونوں کا مدفن محلہ کنجری سر لئے، کچھری روڈ پر نعل بندوں کی مسجد کے قریب ہے۔ (سہ ماہی امجدیہ گھوسی ص: ۲۰۱، ۲۰۲، علماء ہند کا شاندار ماضی ص: ۸۴، ۸۵، جلد: ۴)

حضرت شاہ جی غلام بولن سیوہادی علیہ الرحمہ مراد آبادی
آپ مراد آباد کے مشہور قادری بزرگ حضرت شاہ بلاقی الملقب بہ شاہ بولن متوفی 1139ھ کے پر پوتے تھے، اور حضرت شاہ جی غلام بولن ہر سال اپنے جد امجد کے مزار کی زیارت کے لئے مراد آباد آتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں آپ کا لنگر خانہ، تمام غریبوں مسافروں اور فقر و فاقہ کے ہاتھوں پریشان، لوگوں کیلئے کھلا ہوا تھا۔ سب آتے تھے اور کھانا کھاتے تھے۔ انگریزوں نے غلبہ پا کر جو تفتیش کی تو آپ کو اس الزام میں گرفتار کیا گیا کہ آپ انگریزوں کے دشمنوں کی مدارات کرتے ہیں اور ان کو کھانا کھاتے ہیں، اس گرفتاری کا باعث ایک چغل خور بد بخت تھا، جو بظاہر آپ کا مرید اور

معتقد بنا ہوا تھا لیکن یہ بد بخت انگریز کا خیر خواہ تھا۔ آپ کو گرفتار کر کے جزیرہ انڈومان بھیجا گیا اور وہیں ۲۷ رجب الاول ۱۲۷۶ھ کو آپ رحمت حق سے واصل ہوئے۔ (انوار العارفین ص: ۵۴۷ مطبوعہ صدیقی بریلی) علماء ہند کا شاندار ماضی ص: ۴۰۵، ۴۰۶، جلد: ۴)

نواب مجو خان مراد آبادی:

ہندوستان میں جب آزادی کی لہر چلی تو مراد آباد کے ایک وفد نے روہیل کھنڈ میں جنرل بخت خان روہیلہ کیساتھ ایک ملاقات کی جس میں مراد آباد کی طرف، بغاوت کے خدوخال وضع کرنے پر اتفاق کیا گیا، قاضی عصمت اللہ فاروقی صاحب کی اولاد میں نواب مجد الدین عرف نواب مجو خان، نواب شبیر علی خان، نواب دوندے خان کے پوتے نواب عباس علی خان اور نواب اسد علی خان، مولانا وہاب الدین منو صاحب، مولانا کفایت علی کافی اور وہاں کے مشہور پہلوان چوہدری عبدالقادر عرب، اس وقت مراد آباد کے سرکردہ لوگوں میں شامل تھے، مذکورہ نو بین اس علاقے کی سیاست کے اہم کرداروں کی اولادیں تھے۔

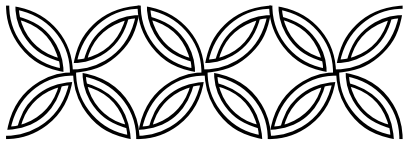
نواب مجو خان ایک وسیع جاگیر رکھنے والے رئیس تھے، ان کے ہاں ہر ہفتے پر تکلف دعوت پر عملدین مراد آباد کا اجتماع ہوتا تھا، یہاں تک کہ مرزا غالب جب مراد آباد آئے تو انہیں کے ہاں قیام کیا تھا۔

حالات کے پیش نظر ایک انقلابی کمیٹی ترتیب دی گئی جس کے ذمے جنگی وسائل دستیاب کرنے کے علاوہ عوامی رابطہ اور آگاہی مہم بھی شامل تھی، اس میں نواب مجو خان حاکم مراد آباد، نواب شبیر علی خان فوج کے جرنیل، اسد علی خان، افسر توپ خانہ اور مولانا کافی امیر شریعت مقرر ہوئے۔ ۲۶ اپریل ۱۸۵۸ء مراد آباد پر جب انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ کرنل کک نے شہر کی ناکہ بندی کر دی تاکہ کوئی شہر سے باہر نہ جاسکے، اسکے بعد انگریزی تہذیب کا وہ ننگا ناچ شروع ہوا جسے تاریخ عالم کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ پہلے مرحلے میں مجاہدین کی فہرست تیار کی گئی، پھر یہ اعلان کیا کہ جو کسی مجاہد کو گرفتار کرے گا اسے اس مجاہد کی جائیداد کا بڑا حصہ انعام میں دیا جائے گا، پھر ایک طرف اسلحے کی تلاش خانہ

تلاشی شروع ہوئی اور دوسری طرف انعام کے لالچی غداروں کی نشاندہی پر گرفتاریاں شروع ہوئیں، اس آپریشن کا نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی مجاہد بھی گرفتاری سے بچ نہ سکا، پھر کسی کو گولی سے اور کسی کو توپوں سے اڑا دیا گیا، کسی کو پھانسی اور کسی کو کالے پانی بھیج دیا گیا۔ خانہ تلاشی کے وقت سات فوجی نواب مجو خان کی حویلی پر آئے تو نواب صاحب نے چھت پر سے ان پر فائرنگ کر دی، یہ مقابلہ تا دیر جاری رہا لیکن اور زیادہ فوج آنے کے بعد کچھ فوجی چھت پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے ان میں سے کچھ کو نواب صاحب نے تہ تیغ بھی کیا، لیکن ایک سپاہی کی گولی لگنے سے زخمی یا شہید ہو گئے۔

نواب صاحب کے متعلق تین رائیں ہیں، ایک یہ کہ وہ اپنے مکان کی چھت پر لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ دوسری یہ کہ گرفتار ہو گئے تھے، بعد ازاں انہیں چونے کی بھٹی میں جلا دیا گیا۔ تیسری یہ کہ انہیں ہاتھی کے پاؤں کیساتھ باندھ کے کچلوا دیا گیا تھا، مصنف علماء ہند کے مطابق آخری روایت ہی درست لگتی ہے کہ مراد آباد میں یہی بات مشہور ہے۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی جلد ۴)

یہ وہ مبارک شخصیات ہیں جنہوں نے اس وقت آزادی کی بنیاد ڈالی، جس وقت ہندوستان غلامی کی زنجیروں میں قید تھا، ان کی مقدس قربانیاں آزادی کی خشت اول ثابت ہوئیں، ان شہیدان وطن اور مجاہدین آزادی کی پاکیزہ نورانی روحوں کو سلام۔



شیخ معقولات علامہ ہاشم نعیمی تعارف و شخصیت

کھٹھ مولانا محمد ناظر القادری مصباحی

حفظ قرآن کی دو درس گاہیں تھیں، ایک تو مسجد زمیں داران (للا میاں والی مسجد) میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے والد گرامی حضرت حافظ غلام نور صاحب رحمہ اللہ کی، دوسری جامع مسجد میں حضرت ملا جی میاں رحمہ اللہ کی درس گاہ قائم تھی۔ لہذا جناب عبد الحمید قریشی صاحب نے علامہ کو جامع مسجد کے خطیب و امام، عارف باللہ، عاشق رسول، حضرت مولانا محمد عبد الحمید (ملا جی میاں) رحمہ اللہ کے سپرد کر دیا، حضرت کے سایہ عاطفت میں علامہ نے حفظ قرآن کا آغاز کر دیا۔

قریشی صاحب کا علامہ کے ساتھ حسن سلوک: یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہو گا کہ قریشی صاحب نے بلا مبالغہ اپنی اولاد سے زیادہ ان کا خیال رکھا، گھر میں کھانے کی کوئی چیز آتی، اپنے بچوں سے پہلے انہیں دی جاتی، اس خیال سے کہ بچے کو ماں باپ کی زیادہ یاد نہ آئے، ان کی اہلیہ محترمہ اپنے بچوں کے بجائے انہیں ہی اپنے پاس سلاتیں، جب حفظ قرآن کے چند پارے ہوئے تو زیادہ محنت کی وجہ سے روزانہ رات کو بلام، کاجو، چھوہارے وغیرہ خشک میوہ جات کوٹ کر دودھ میں پلاتیں۔ جامعہ قادریہ مجیدیہ بشیر العلوم بھوچپور کے موجودہ صدر، جناب عبدالرؤف قریشی صاحب ان ہی کے پوتے ہیں۔ نہایت محنت و جانفشانی کے ساتھ علامہ صاحب حضرت ملا جی میاں رحمہ اللہ کے زیر سایہ حفظ قرآن میں مشغول رہے۔

حضرت مولانا عبد الحمید المجید ملا جی میاں:

آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے، عابد شب زندہ دار، صاحب کشف و کرامت، خوگر حمد و نعت، حاجت مندوں کے درماں، اور زبردست عاشق مصطفیٰ ﷺ تھے، مدت مدید تک بھوچپور کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے ساتھ

آبروئے علم و فن، امام معقولات، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد ہاشم نعیمی رضوی اشرفی صاحب مدظلہ العالی کی ہمہ جہت شخصیت احتیاج تعارف سے بالاتر ہے، آپ ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ، مرجع علماء، بیکر اخلاق، یادگار اسلاف، برصغیر ہند و پاک کے شہرت یافتہ مدرس، ہزاروں علماء، فضلاء، محققین، مفسرین و دعاۃ و مبلغین کے استاد مطلق، گلشن نعیمی کے گل سرسبد، کی حیثیت سے آسمان علم و فضل پر چمک رہے ہیں۔

اسم گرامی: محمد ہاشم ولد محمد شمس الدین ولد عبد اللہ۔
ولادت: آپ ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۹۳۷ء ضلع مراد آباد کے گاؤں، اکبر پور کے ایک دین دار، گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب بڑے نیک، سادہ طبیعت، دین سے محبت کرنے والے، خدا ترس انسان تھے، پورے گاؤں میں انھیں بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا، اس لیے مذہبی ماحول میں آپ کی نشو و نما ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: پانچ سال کی عمر میں مقامی مکتب میں ہی منشی عبد الحمید ساکن ڈھکیا سے ابتدائی تعلیم شروع کی، اور وہیں پہ ناظرہ قرآن کیا اور اردو پڑھی، آپ کی آٹھ سال کی عمر رہی ہو گی کہ والد گرامی نے بھوچپور کے ایک قصاب جناب عبد الحمید قریشی سے بیٹے کے حفظ قرآن کے سلسلے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ میرا بیٹا بہت ذہین ہے، میں چاہتا ہوں کہ یہ بچہ حافظ قرآن ہو جائے۔ اس لیے آپ بھوچپور میں اس بچے کا داخلہ کرا دیں۔ قریشی صاحب نے نہ صرف قبول کیا بلکہ آنے جانے کی دقت کے پیش نظر بچے کو اپنے گھر پر ہی رکھنے کا وعدہ بھی کر لیا۔ اس وقت بھوچپور میں

رشد و ہدایت کے فرائض انجام دیتے رہے، پورے علاقے میں آپ کو قبول عام کا درجہ حاصل تھا، قطبِ وقت، سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ، مرید حضرت شاہ عباس نقشبندی امروہوی، ممدوح حضور صدر الافاضل، حضرت قبلہ مولانا عبدالسلام عباسی مجددی نقشبندی بہادر گنجوی علیہ الرحمۃ و الرضوان (متوفی: ۱۹۴۹ء/ ۱۳۶۸ھ) حضرت ملا جی میاں قدس سرہ سے بہت محبت فرماتے اور آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے، بھوجپور کے ایک صاحب، حضرت کے پاس اپنی بیمار بھینس کے لئے تعویذ لینے بہادر گنج شریف حاضر ہوئے، عرض مدعا کیا، تو حضرت مجددی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: بھوجپور میں مولانا عبدالعزیز المجید کے ہوتے ہوئے تم یہاں کیوں آئے ہو؟ جاؤ! حضرت سے تعویذ لینا، یہ بات جہاں دونوں بزرگوں کی باہمی محبت، خلوص، جذبہ اعتراف حقیقت، پر بین دلیل ہے، وہیں، یہ عصر حاضر کے بعض پیرانِ مغال کے لئے تازیانہ عبرت بھی ہے۔

آپ کے اور آپ کے کچھ رفقاء کے استفسار پر ہی حضور حافظ ملت، جلالتہ العظمیٰ، علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی قدس سرہ نے المصباح الجدید معروف بہ ”عقائد علمائے دیوبند“ نامی مشہور زمانہ رسالہ تحریر فرمایا جس سے دیوبندیت کے ایوان میں بھونچال اگیا اور اس کے جواب میں حنیف رہبر نامی ایک دیوبندی مولوی نے ”مقام الحدید“ کے نام سے اس کا، بزعم خویش جواب لکھا تو آپ نے ”العذاب الشدید“ کے ذریعے دیوبندیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی۔ رئیس القلم علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ نے اسی کتاب کے بارے میں کہا تھا کہ میں نے مناظرہ ”العذاب الشدید“ سے سیکھا ہے۔ تو ایسی عظیم الشان کتاب کے سبب و محرک حضرت مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ تھے۔

۲۷ ربیع الثانی، ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۹ فروری ۱۹۴۹ء بروز منگل آپ اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، جامع مسجد بھونچور میں آپ کا مزار شریف زیدت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت ملا جی میاں رحمہ اللہ کا جب وقت وصال قریب آیا، اس وقت علامہ ہاشم ابھی ۸۱ پاروں کے ہی حافظ ہوئے تھے، آپ نے رام پور میں زیر تعلیم اپنے برادر زادے

اور داماد، صوفی باصفا، حضرت حافظ انعام اللہ صاحب کو طلب فرمایا اور جامع مسجد میں امامت و خطابت کی ذمہ داری کے ساتھ، علامہ صاحب کا حفظ قرآن مکمل کرانے کا بھی حکم دیا، پس علامہ نے باقی ۱۲ پارے حضرت حافظ انعام اللہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس مکمل کیے اور پھر دور بھی حافظ صاحب سے مکمل کیا اور آپ کی نگرانی میں تین سال تک جامع مسجد بھونچور پور میں رمضان شریف میں ختم قرآن کیا۔

حافظ انعام اللہ صاحب کے بارے میں: آپ ۱۹۲۵ء بمطابق ۱۳۴۴ھ بھوجپور میں پیدا ہوئے، حضرت حافظ انعام اللہ صاحب نیک طینت، پاکیزہ فطرت، صاحب تقویٰ و طہارت، ایک مرد درویش تھے، ۲۴ سال کی عمر میں جامع مسجد میں امامت و خطابت شروع کی اور عمر کے آخری حصے تک خدمات انجام دیتے رہے، بھوجپور کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم کے شعبہ حفظ قرآن میں بھی آپ نے پڑھایا، بڑے خوش اخلاق، خوش پوش، بلند اسرار، متواضع مگر خوددار طبیعت کے مالک تھے، بڑے ہی فیاض اور مہمان نواز، علما کے بہت مؤدب، قدرے دراز قامت، لاغر جسم، کشادہ پیشانی، خوبصورت چہرہ، کلی دار کرتا، ٹخنوں سے کچھ اوپر پاجامہ، کرتے سے میل کھاتی صدری، سر پر بالاتزام عمامہ، نہایت بیش قیمت جوتا، ہاتھ میں چھڑی، ہونٹوں پر پان کی سرخی، نگاہیں نیچیں، ذکر الہی سے تر زبان، یہ خوش نما سراپا حافظ صاحب کا تھا۔ آخری عمر میں تو ہمیشہ تسبیح و تہلیل سے زبان تر رہتی، ۲۰ رمضان مبارک ۱۴۳۲ھ مطابق ۳۰ جولائی ۲۰۱۳ء کو وصال ہوا، جنازے میں خلق کثیر نے شرکت کی اور ملا جی میاں کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ: ۱۳ سال کی عمر میں تکمیل حفظ قرآن کے بعد جولائی ۱۹۵۰ء مطابق ۱۳۶۹ھ شوال المکرم کو حضرت حافظ انعام اللہ صاحب نے حضور صدر الافاضل، فخر الاماثل، امام سید محمد نعیم الدین قدس سرہ (متوفی: ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء) کی قائم کردہ اہل سنت کی مرکزی دانش گاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں علامہ صاحب کا داخلہ کرا دیا۔ جامعہ میں شعبہ فارسی کے استاد، حضرت مولانا قاضی محمد حسین مانی پوری رحمہ اللہ سے دو سال تک فارسی کی کتب

پڑھیں۔ آپ صدر الافاضل کے شاگرد اور فارسی کے بڑے ماہر ناز استاد تھے۔ پھر حسب نصاب شعبہ عربی میں داخل ہوئے، اس وقت جامعہ نعیمیہ میں شعبہ عربی میں صرف تین اساتذہ تھے جن کے بارے میں قدرے معلومات درج ذیل ہیں:

(۱) استاد العلماء مفتی محمد یونس نعیمی اشرفی:

حضرت صدر الافاضل کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں: ۱۳۱۹ھ-۱۹۰۱ء کو سنبھل میں پیدا ہوئے، مدرسہ اہل سنت مراد آباد میں (نعیمیہ کا قدیم نام) تحصیل علم کی، تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی صاحب کی ہجرت پاکستان کے بعد حضرت محدث اعظم ہند رحمہ اللہ کے اصرار پر جامعہ نعیمیہ کے دوسرے متمم مقرر ہوئے، حضرت اجمل العلماء کے وصال کے بعد مدرسہ اجمل العلوم سنبھل کا اہتمام بھی سنبھالا، دس سال تک بیک وقت دونوں اداروں کے متمم رہے، مخدوم الاکابر پروردہ سہ محبوباں حضرت سرکار علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ کے خلیفہ تھے، ۲۰ شعبان ۱۳۹۳ھ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۳ء بروز منگل وصال ہوا، اجمل العلوم سنبھل میں مزار ہے۔

علامہ ہاشم صاحب نے حضرت علامہ مولانا مفتی محمد یونس نعیمی اشرفی سنبھلی رحمہ اللہ سے نور الایضاح، قدوری، شرح وقایہ جیسی کتابیں پڑھیں۔

(۲) حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی:

آپ کی ۱۹۱۷ء-۱۳۳۵ھ میں پیدائش ہوئی، ابتدائی تعلیم علاقے میں حاصل کی اور حضور صدر الافاضل، اجمل العلماء حضرت مفتی محمد اجمل شاہ سنبھلی، تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی سے پڑھے، فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ میں تقرر ہوئی، شیخ الحدیث، صدر مفتی، اور صدر المدرسین رہے علوم عقلیہ و نقلیہ میں یکساں مہارت تھی فقہی رنگ غالب رہا حبیب الفتاویٰ کے نام سے آپ کا مجموعہ فتاویٰ مشہور ہے، ۱۹۷۵ء مطابق ۱۳۹۵ھ کو وصال ہوا جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں مزار ہے۔

علامہ نے عمدۃ المحققین، فقیہ عصر حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی بھاگلپوری رحمہ اللہ سے کافیہ، شرح

جائی پڑھیں۔

(۳) حضرت مفتی محمد طریق اللہ:

رئیس الاتقیاء، استاد العلماء حضرت مفتی محمد طریق اللہ نعیمی شاہدی رشیدی بھاگلپوری، صدر الافاضل کے آخری شاگردوں میں سے ہیں، مفتی حبیب اللہ صاحب اور مفتی محمد یونس اشرفی سے بھی پڑھا، بڑے جید عالم دین اور جامعہ میں شیخ التفسیر تھے، تادم وصال جامعہ نعیمیہ سے وابستہ رہے، ۱۹۹۹ء ۱۲۲۰ھ میں وصال ہوا۔

حضرت علامہ مولانا محمد طریق اللہ نعیمی اشرفی بھاگلپوری رحمہ اللہ سے علامہ نے نحو میر، میزان الصرف، علم الصغیہ، ہدایۃ النحو کا درس حاصل کیا۔

حضرت علامہ ہاشم صاحب مسلسل پانچ سال تک جامعہ میں مذکورہ ارباب علم و فضل، صاحبان تحقیق و تدقیق کے آگے زانوئے ادب طے کرتے رہے۔ اور محنت و لگن، ذہانت و فطانت، احترام و ادب کی وجہ سے اپنے اساتذہ کے محبوب نظر رہے۔

جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف میں داخلہ:

شرح جامی کے بعد علامہ نے معقولات کی مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے عمدۃ المحققین حضرت علامہ مولانا مفتی حبیب اللہ نعیمی صاحب سے مظہر اسلام جانے کی اجازت طلب کی آپ نے بخوشی قبول کی، مگر آپ سے عہد لیا کہ دورہ حدیث کی تکمیل جامعہ سے کرو گے آپ نے وعدہ کیا، باوفا شاگرد کی سعادت مندی اور مخلص اساتذہ کی کشادہ ظرفی، عصر حاضر کے طلبہ اور اساتذہ دونوں ہی کے لئے مشعل راہ ہیں۔ آپ نے جون ۱۹۵۵ء مطابق شوال ۱۳۷۴ھ کو جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا۔

مظہر اسلام بریلی شریف:

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا قائم کردہ ادارہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام، اس وقت بڑے بڑے اساطین علم و ادب، اپنے اپنے میدان کی نابغہ روزگار شخصیات کے وجود مسعود سے رشک چمن بنا ہوا تھا، سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا طریقہ یہ تھا کہ جو جس فن میں ماہر ہوتا ہے اسی فن کی کتابیں پڑھانے کو دیتے، اس وجہ سے جامعہ کا تعلیمی معیار

میں نماز فجر ادا کرنے کے بعد آپ کا وصال ہوا مزار شریف گھوسی شریف میں ہے۔
حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نور الانوار، توضیح تلوح، ہدایہ پڑھیں۔

بہت بلند تھا، علامہ صاحب نے تین سال تک آسمان علم و ادب کے ان ماہ و نجوم سے کسب فیض کیا۔ حضرت مفتی محدث ثناء اللہ امجدی اعظمی رحمہ اللہ سے مشکوٰۃ شریف کا درس لیا۔

(۱) مفتی محمد ثناء اللہ امجدی اعظمی:

آپ ۲ جولائی ۱۹۱۰ء کو منوناتھ بھجن میں پیدائش ہوئی، تعلیمی سفر مدرسہ عربیہ دارالعلوم منو سے شروع کیا اور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، حضرت مفتی اعظم ہند، محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد قادری سے درس حدیث حاصل کیا۔ * الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور * دارالعلوم مظہر اسلام بریلی * بحر العلوم لطیفیہ کٹیہار، جیسے عظیم مراکز میں شیخ الحدیث رہے، ۲۴ محرم ۱۴۱۱ھ / ۱۵ اگست ۱۹۹۰ء میں وفات پائی۔

(۲) حضرت شارح بخاری:

نائب مفتی اعظم ہند، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی اعظمی علیہ الرحمہ محلہ کریم الدین پور قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ (ب ضلع منو) میں ۱۱ شعبان ۱۳۴۰ھ / ۲۰ اپریل ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے۔ آپ محدث، مفسر، شارح، مناظر، فقیہ، مدرس، مصنف، محقق، مقرر، ناقد اور مفتی جیسے کثیر اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ آپ کے اساتذہ میں صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی، سرکار مفتی اعظم ہند، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قادری جیسی ہستیاں شامل ہیں، ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر دارالعلوم شرفیہ مبارک پور میں پڑھے، دارالعلوم مظہر اسلام، انوار القرآن بلرام پور، فضل رحمانیہ پیچڑوا، وغیرہ متعدد مدارس و جامعات میں پڑھایا آخر میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں صدر شعبہ افتا و ناظم تعلیمات کی حیثیت سے تقرر ہوا، گیارہ سال حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں رہے، تقریباً ستر ہزار فتاویٰ جات یہاں لکھے، تحقیقات، منصفانہ جائزہ، جلدوں میں بخاری شریف کی شرح نزہۃ القادی شرح صحیح بخاری کے نام سے لکھی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے بہت محبت تھی، ۶ صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۰ مئی ۲۰۰۰ء کو عزیز المساجد، جامعہ اشرفیہ

(۳) سیدی علامہ تحسین رضا خان قادری:

آپ برادر اعلیٰ حضرت استاذ من، مولانا حسن کے پوتے، حضرت حکیم مولانا حسنین رضا خان رحمہ اللہ کے صاحبزادے، ۱۲ شعبان ۱۳۴۸ھ میں ولادت ہوئی، حضور مفتی اعظم ہند کے محبوب اور لاڈلے خلیفہ، تقویٰ اور طہارت، زہد و ورع کے پیکر جمیل، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد (متوفی: ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) کے تلمیذ خاص، دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے علاوہ جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی، جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی، جامعۃ الرضا بریلی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، چالیس سال تک محلہ کی مسجد میں فی سبیل اللہ، امامت کی درس حدیث دیا، مفتی اعظم ہند نے آپ کو ”قرۃ عینی و درۃ زینی“ فرمایا اور فرمایا: ”صاحب کے بچے تو سبھی لائق و فائق ہیں مگر تحسین رضا کا جواب نہیں“، قادر الکلام شاعر بھی تھے، کثیر علما کے شیخ طریقت، حضرت تاج الشریعہ رحمہ اللہ نے حضرت کے بارے میں فرمایا ”تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہیں“

کچھ یادیں کچھ باتیں: ۱۲ شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۹۹ء کو حفظ قرآن کے دوران مدرسہ رئیس العلوم پمکھا سنبھل کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر مدرسہ کے پرنسپل حضرت مولانا قاری ناظر حسین نعیمی دوپوری صاحب کی دعوت پر حضرت کا ورود مسعود ہوا تھا، اسی وقت فقیر آپ کی غلامی میں شامل ہوا تھا، حضرت کا قیام مدرسہ کے ایک کمرے میں تھا، استاد گرامی حضرت قاری محمد خیر الدین رضوی صاحب مدظلہ، ساکن بڑکوالا، مدرس جامعہ قادریہ مجیدیہ بشیر العلوم بھوچپور، خدمت پر مامور تھے، ازدحام کی وجہ سے قاری صاحب نے اندر سے دروازہ بند کر لیا اور ادب سے بیٹھ گئے، قاری صاحب کچھ سوالات کرنا چاہتے تھے، مگر کہ نہیں پڑھے تھے، تھوڑی دیر میں حضرت خود ہی اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: پوچھیے! کیا پوچھنا چاہ رہے ہیں؟ قاری صاحب

شیخ معقولات رہے، حضرت غازی ملت ہاشمی میاں صاحب نے بھی آپ سے کسب فیض کیا ہے۔ عمدہ اور برجستہ گوشتاعر بھی تھے۔ ۲ ذیقعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۹۶ء کو وصال ہوا، گھوسی کے قریب فتح پور نرجا ضلع مؤ میں قبر شریف ہے۔

شیخ معقولات حضرت علامہ مولانا معین الدین اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے ملا حسن، شرح ہدایت الحکمت، شرح عقائد، پڑھی۔

(۵) علامہ غلام جیلانی اعظمی:

علامہ اعظمی شیخ الادب کی حیثیت سے معروف ہیں۔ آپ گھوسی میں پیدا ہوئے، والد کا نام مولانا احمد صدیق، دادا کا نام مولانا یاد محمد، مولانا محمد صدیق صاحب استاذ العلماء حضرت علامہ مجاہد ہدایت اللہ رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید تھے۔ مولانا غلام جیلانی صاحب نے ابتدائی تعلیم وطن میں پائی، چند دنوں مبارک پور رہے، جہاں آپ کے والد ماجد مدرس تھے، پھر آپ اپنے والد کے ابتدائی شاگرد حضرت صدر الشریعہ مولانا حلیم محمد امجد علی قدس سرہ کے ہمراہ بریلی جاکر منظر اسلام میں داخل ہوئے، منیہ المصلیٰ سے تفسیر جلالین، نور الانوار، آفرین، بیضاوی شریف، رسالہ میرزا ہدایت تک تعلیم حاصل کر کے حضرت صدر الشریعہ کی معیت میں ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء جمیر شریف کے جامعہ معینیہ پہنچے۔ یہاں سے ایک سال بعد فرنگی محل مدرسہ نظامیہ گئے، کچھ وقت وہاں رہنے کے بعد دوبارہ منظر اسلام میں داخلہ لے کر حضرت مولانا شاہ محمد رحمہ الیٰ منگوری صدر المدرسین، حجت الاسلام مولانا شاہ حامد رضا قدس سرہ سے صحاح ستہ کا دورہ کیا، حجت الاسلام نے جلسہ عام میں دستار باندھی اور سند دی، فراغت کے بعد مدرسہ محمدیہ امروہہ، دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور، جامعہ مظہر اسلام بریلی، مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور، مدرسہ خانقاہ مارہرہ شریف میں تدریسی فرائض انجام دیئے، ۱۳۸۹ھ سے دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی میں صدر اساتذہ رہے، آپ کو درس نظامی کے نصاب کی کتابوں کی تدریس پر پوری دسترس تھی، عربی ادب سے خصوصی شغف تھا، متورع و متقی اور عابد و زاہد تھے۔

اس فراست ایمانی، کشف باطنی سے بہت متاثر ہوئے اور تجوید و قرأت سے متعلق چند سوالات کیے، حضرت نے خندہ پیشانی سے جوابات دیے، قاری صاحب نے متعدد باریہ واقعہ بیان کیا اس جلسے کے اشتہار میں حضرت کے جوالقاب تھے، انھیں پڑھنے میں بڑا لطف آتا تھا، بحمدہ تعالیٰ میں نے وہ سب زبانی یاد کر لیے تھے، اور بڑے ہی شوق و ذوق سے ان کو پڑھتا، احباب کو سناتا، حالانکہ اس وقت بعض الفاظ کے معانی سے شناسائی کا دور دور تک پتہ نہیں تھا، الحمد للہ اب تک وہ دل کے نہاں خانے میں محفوظ ہیں۔ وہ القاب یہ تھے: ”البحر المقام، البحر الصمصام، عمدۃ الاصفیاء، زبدۃ الاقتیاء، مرشد برحق، تاج المحدثین، حضرت العلام الحاج الشاہ مفتی محمد تحسین رضا خان قادری دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف“، ممکن ہے انہیں القاب کے ورد کی برکت سے فقیر کو کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہو۔

۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق سہ ماہ گشت ۲۰۰۷ء میں چند روز مہاراشٹر میں تبلیغی دورے پر تھے، وہیں آپ کا وصال ہوا، تجہیز و تکفین بریلی شریف میں ہوئی، کانکر ٹولہ بریلی شریف میں مزار پر انوار ہے۔

نبیرہ استاد زمن، صدر العلماء، مرشدی الکریم حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا خان قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے قطبی تصورات، قطبی تصدیقات پڑھیں۔

(۴) علامہ معین الدین اعظمی:

۱۹۱۶ء میں فتح پور نرجا مؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضور مجاہد ملت رئیس اعظم اڑیسہ علامہ حبیب الرحمن (متوفی: ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء) کے تلمیذ خاص ہیں، جامعہ حبیبیہ الہ آباد میں پڑھے، فیض العارفین حضرت مولانا غلام آسی بیابو العلانی جہانگیری رحمہ اللہ آپ کے رفیق درس رہے ہیں، علوم عقلیہ میں زبردست ملکہ رکھنے والے، بڑی ہی ہشاش بشاش طبیعت کے مالک تھے، مظہر اسلام بریلی شریف میں برسوں تک شیخ معقولات رہے، دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات میں صدر المدرسین کے عہدے پر خدمات انجام دیں، ساہا سال جامعہ عربیہ سلطان پور میں صدر مدرس اور

۶ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ فروری ۱۹۷۷ء کو آپ کا وصال ہوا، گھوسی میں مدفون ہیں۔

شیخ الادب حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی اعظمی رحمہ اللہ سے دیوانِ منتہی، مقاماتِ حریری، سبع مقلقات پڑھیں۔

علامہ ہاشم، حضور مفتی اعظم ہند کی نظر میں:

علامہ کی تعلیم و تعلم سے محبت، محنت و لگن اور سعی پیہم دیکھ کر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بھی ان کی قدر کرتے، اور گاہے بگاہے مجموعی کلمات سی نوازتے، حضرت نے مسجد بی بی جی میں علامہ کو رہائش کا حکم دیا تھا، حضور تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری قدس سرہ، اس وقت جامعہ رضویہ منظر اسلام میں جماعت ثانیہ کے طالب علم تھے، حضور مفتی اعظم نے علامہ کو حکم دیا کہ وہ، اختر میاں، کو ہدایۃ النہج کی تکرار کرا دیا کریں!! علامہ نے بصدر شوق مخدوم زادے کو تکرار کرانے کا شرف حاصل کیا، تقریباً روزانہ تاج الشریعہ کو تکرار کرانے اور سرکار مفتی اعظم ہند سے اکتساب فیض کے لئے خدمت میں حاضر ہوتے، کبھی نانہ ہو جاتا اور ایک دو دن بعد حاضر بارگاہ ہوتے، تو سرکار مفتی اعظم ہند یہ سوال نہ فرماتے کہ کل کیوں نہیں آئے تھے؟ کہ اس میں بندہ آزمائش میں مبتلا ہو سکتا ہے، بیان عذر میں طالب علم کہیں جھوٹ نہ بول دے اس لیے آپ بڑا ہی محتاط سوال فرماتے کہ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ اور معنی خیز انداز میں مسکرا دیتے۔ یہ شفقت اور محبت کا سلسلہ بعد تک قائم رہا۔

درسیات کی تکمیل کے بعد جب علامہ کی جامعہ نعیمیہ میں تقرری ہوئی تو ایک بار سرکار مفتی اعظم ہند کا ورود ہوا، علامہ کی تقرری کے بارے میں سنا تو حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی اور مفتی محمد یونس نعیمی اشرفی صاحبان سے فرمایا کہ آپ لوگوں نے انھیں تدریس کے لیے ابھی کیوں مقرر کر دیا، آپ کو انہیں مزید علوم و فنون پڑھانے چاہیے تھے، مفتی صاحب نے عرض کیا: حضور ان کی کچھ گھریلو مجبوریات تھیں، جس کی وجہ سے یہ فیصلہ لیا گیا، آپ نے فرمایا: آپ مجبوریوں کا حل نکالتے یا اس بارے میں ہمیں بتاتے، مفتی صاحب نے اب کے ساتھ خاموشی

اختیار کر لی، اس سے مرشد برحق کی نظر میں نیک بخت مرید کی وقعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

علامہ ہاشم حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں: علامہ ہاشم صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ مجھے تاج الشریعہ کے اساتذہ میں شمار کرتے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے، میں نے صرف حضرت کو تکرار کرانے کا شرف حاصل کیا ہے، مگر حضرت تاج الشریعہ رحمہ اللہ نے آخر تک خوب تعظیم و تکریم سے نوازا، چند سال قبل مراد آباد کے کچھ احباب جلسے کی تاریخ کے سلسلے میں مجھے بریلی شریف لے گئے، کا شانہ کے باہر غلاموں کی بھیڑ لگی تھی، اندر جانا بہت مشکل تھا، ہم لوگ باہر کھڑے تھے، کسی نے حضرت کو بتا دیا کہ علامہ ہاشم مراد آبادی اپنے رفقاء کے ساتھ باہر کھڑے ہیں، حضرت کی طبیعت علیل تھی، بولنے میں دقت ہو رہی تھی، مگر آپ نے خادم سے فرمایا کہ مولانا ہاشم صاحب کو اندر لاؤ لہذا خادم ہمیں اندر لے گیا، حضور تاج الشریعہ نے سرہانے کی طرف کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ خیریت دریافت کی، اور پر تکلف ناشتہ کرایا، جب واپسی کی اجازت چاہی تو حضرت نے خادم خاص مولانا عاشق حسین مصباحی کشمیری سے تکیے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہا، مولانا نے تکیہ اٹھایا تو پانچ سو کا نوٹ تھا، پھر حضرت کے ایمپر، کشمیری صاحب نے علامہ کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا کہ ”یہ حضور کی طرف سے حضرت کے لئے نذر ہے“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ بھی علامہ کا خوب احترام فرماتے تھے۔

علامہ ہاشم کے رفقاء درس: جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف کے زمانہ قیام میں جن لوگوں کے ساتھ آپ کی تعلیمی رفاقت رہی وہ ایک سے بڑھ کر ایک صاحبان فضل و کمال ہوئے امام علم و فن، وارث علوم اعلیٰ حضرت، خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی، زین الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب، حضرت علامہ مولانا مفتی رحمت حسین کلیمی، جامعہ نعیمیہ کے رفقاء میں عمدۃ الفقہا حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابوب خان نعیمی، حضرت مولانا محمد یامین صاحب اشرفی شینجلی متہم جامعہ نعیمیہ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یوں تو سارے احباب سے علامہ کے پر خلوص تعلقات تھے مگر معقولات میں دلچسپی کی وجہ سے خواجہ علم و فن علامہ مظفر

حسین رضوی صاحب سے علامہ کا کافی گہرا اور مضبوط رابطہ رہا۔

جامعہ نعیمیہ میں واپسی:

تین سال مظہر اسلام میں تحصیل معقولات کے بعد آپ نے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ اور دیگر اساتذہ کرام سے جامعہ نعیمیہ واپس جانے اجازت چاہی جو مشفق و مہربان، خلوص مند اساتذہ نے قبول فرمائی۔

حضور شارح بخاری رحمہ اللہ کی نصیحت: علامہ جب حضرت فقیہ اعظم ہند، نائب مفتی اعظم علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سے اجازت لینے پہنچے تو آپ نے ازراہ شفقت، نصیحت فرماتے ہوئے کہا بیٹا: یہ تو صاف ہے کہ تم جامعہ نعیمیہ میں تدریسی خدمات انجام دو گے (کیوں کہ یہ بات بھی طے شدہ تھی کہ جہاں سے فراغت ہوگی وہیں پڑھانا ہے) لہذا ”فراغت کے بعد جب منصب تدریس پر بیٹھو تو شرح جامی کے اوپر کی کتابیں پڑھانا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں زبردست صلاحیت، اور شاندار مادہ افہام و تفہیم سے نوازا ہے اس لیے نیچے کی کتابیں لے کر وقت ضائع مت کرنا“ اس سے معلوم ہوا کہ اساتذہ کرام بھی علامہ پر فخر کرتے تھے۔ علامہ، استاد گرامی سے کئے ہوئے وعدے کی تکمیل کے واسطے جامعہ نعیمیہ مراد آباد واپس آئے۔ اور شوال المکرم ۱۳۷۷ھ مطابق مئی ۱۹۵۸ء کو دورہ حدیث میں داخلہ لیا۔

ایک سال صحاح ستہ کا دورہ کیا، بخاری شریف کا درس عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی بھاگلپوری رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔

تاج نعیمی سے سرفرازی: شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ مطابق فروری ۱۹۵۹ء میں جب دور حدیث کی تکمیل ہوئی تو سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر مجاہد دوراں علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ، تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی (متوفی: ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) مراد آبادی علیہ الرحمہ، و دیگر علما و مشائخ اہل سنت کے دست بابرکت سے آپ کو ”تاج نعیمی“، بشکل دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

جامعہ نعیمیہ میں تدریس کے لئے تقرری: دستار فضیلت کے بعد جامعہ نعیمیہ کے متہم حضرت علامہ مفتی محمد یونس نعیمی اشرفی سنبھلی، اور صدر المدرسین حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی بھاگلپوری کی مشاورت سے شوال المکرم ۱۳۷۸ھ مطابق اپریل ۱۹۵۹ء کو علامہ کا شعبہ تدریس کے لیے تقرر ہو گیا، تب سے آپ جامعہ میں ہی درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

بیعت و خلافت: بریلی شریف میں قیام کے دوران میں حضور مفتی اعظم ہند شہزادہ اعلیٰ حضرت، علامہ مصطفیٰ رضا خان قادری قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہوئے۔

اشرفی نسبت کا فیضان: میں نے استفسار کیا کہ آپ کو بعض لوگ اشرفی لکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”کہ جامعہ نعیمیہ میں تقرری کے بعد ایک بار، حضور مخدوم المشائخ، سرکار کلاں، حضرت علامہ مفتی سید شاہ مختار اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی: ۱۳۱۷ھ/۱۹۹۶ء) تشریف لائے، میں حاضر خدمت ہوا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: کہ مرید ہو گئے ہو؟ میں نے عرض کی: جی حضور! سرکار مفتی اعظم ہند سے بیعت حاصل ہے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے ازراہ کرم ارشاد فرمایا کہ ”ہم سے طالب ہو جاؤ! اس حکم پر میں نے حضرت سے بیعت طلب کا شرف حاصل کیا“ اس طرح علامہ کی ذات اشرفیت و رضویت کا حسین سنگم بن گئی۔ دونوں بزرگوں نے زبانی طور پر علامہ کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا۔

سلسلہ عالیہ نعیمیہ کی اجازت:

اس کے علاوہ فدائے ملت حضرت مولانا سید محمد مظفر الدین نعیمی رحمہ اللہ کے صاحب زاوے اور جانشین حضرت مولانا سید محمد عظیم الدین نعیمی، سجادہ نشین خانقاہ نعیمیہ دراج، اتر دیناج پور بنگال اور حضرت نجم العلماء مولانا سید محمد نجم الدین نجم میاں دام ظلہما نے عرس فدائے ملت کے با برکت موقع پر علامہ صاحب کو سلسلہ عالیہ نعیمیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور گراں قدر تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ”چمن صدر الافاضل میں رہ کر جس طرح آپ نے

ہزاروں نوخیز پودوں کو سنوار کر گلشنِ نعیمی کی خوبصورتی میں اضافہ کیا ہے اور آج تک اپنی درسگاہ سے مالی کامِ انجام دے رہے ہیں، اس کے لئے بجا طور پر علامہ کی بلند قامت شخصیت اس بات کی حقدار ہے کہ انہیں صدر الافاضل کی اجازت و خلافت سے نوازا جائے“ (سہ ماہی سوادِ اعظم دہلی اکتوبر ۲۰۱۵ء)

سلسلوں کے اختلاف سے پرہیز:

اہل سنت و جماعت کے مابین مشربی اختلافات، نے کس قدر فتنوں کو جنم دیا اور اس سے دین و سنیت کا کتنا نقصان ہوا، یہ حقیقت کسی بھی ذی ہوش پر مخفی نہیں ہے، مگر علامہ ہاشم صاحب نے ہمیشہ خود کو اس دلدل سے محفوظ رکھا، جملہ مشائخِ اہل سنت کی تعظیم و تکریم کرنا آپ اپنے لیے باعثِ فخر و سعادت سمجھتے ہیں، اس سے کوئی انحراف کرتا ہے تو اس کو زجر و توبیخ بھی کرتے ہیں۔ ایک بار آپ راجستھان میں کسی جگہ خطاب کے لئے تشریف لے گئے، اس وقت وہاں اس حد تک اشرفی رضوی اختلاف تھا کہ مہمان سے پوچھا جاتا کہ آپ اشرفی ہیں یا رضوی ہیں پھر حسبِ جواب خاطر مدارات ہوتی، جب علامہ پہنچے تو میزبانوں نے وہی سوال کیا کہ آپ رضوی ہیں یا اشرفی؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ تو نہیں جانتا کہ آپ لوگ کیا ہیں! رضوی ہیں یا اشرفی! مگر آپ لوگوں نے سوال کیا ہے تو سنو! ”میں کٹر رضوی اور پکا اشرفی ہوں اب بگاڑو میرا کیا بگاڑو گے“ اس کے بعد علامہ نے انھیں خوب ملامت و تنبیہ فرمائی اور اتحادِ اہل سنت اور ملی شیرازہ بندی کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

علامہ ہاشم صاحب کی تدریسی خدمات:

بلاشبہ علامہ ہاشم صاحب میدانِ درسیات کے عظیم شہ سوار ہیں، علوم عقلیہ ہوں یا نقلیہ، ہر فلد میں ان کی تدریسی مہارت، تعمقِ نظری، وسعتِ مطالعہ، ژرف نگاہی، علمی استحصار، اربابِ علم و ادب کے نزدیک مسلم الثبوت ہے، خاص طور پر معقولات میں تو علامہ کو درجہ امامت حاصل ہے، مراد آباد اور اطراف میں عوام و خواص سب آپ کو ”پروفیسر معقولات و منقولات“ کے لقب سے پکارتے ہیں، علامہ کا اندازِ تدریس، مادہ افہام و تفہیم، دل نشیں طرز

تقریر، زبردست قوت استدلال، طلبہ کی نفسیات پر گہری نظر۔

یہ وہ اوصافِ حمیدہ ہیں جن کی وجہ سے علامہ اپنے معاصرین میں نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ آپ فقہ، حدیث، اصول فقہ، تفسیر، عربی زبان و ادب، منطق، فلسفہ وغیرہ تمام علوم کا درس دیتے ہیں، جامعہ میں معقولات کے کئی ماہرین آئے مگر علامہ کا رنگ تدریس کبھی پھیکا نہ پڑا۔

تلامذہ:

نصف صدی سے زیادہ محیط، دورِ تدریس میں ہزاروں کی تعداد میں طالبانِ علوم نبویہ نے آپ سے شرفِ علم حاصل کیا، اور وقت کے آفتاب و ماہتاب بن کر مطمعِ سنیت پر ضوفشاں ہوئے، چند مشاہیرِ تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) غازی ملت شہزادہ محدثِ اعظم ہند حضرت علامہ سیدہاشمی میاں صاحب کچھوچھوی
(۲) فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمن مضطر نوری پور نوی۔

(۳) استاد العلماء حضرت مفتی ممتاز نعیمی صاحب رحمہ اللہ سابق مدرس جامعہ نعیمیہ مراد آباد۔
(۴) صاحب تصانیف کثیرہ حضرت مولانا مفتی محمد شبیر احمد صاحب پور نوی۔

(۵) فقیہ عصر حضرت مفتی سلیمان نعیمی برکاتی صاحب نائب صدر مفتی جامعہ نعیمیہ مراد آباد
(۶) شارح ملا حسن، حضرت مولانا مفتی محمد علی نعیمی صاحب ڈھکیاوی مقیم حال مینگور کرناٹک۔

(۷) ماہر علم و فن حضرت مولانا مفتی محمد زاہد علی سلامی صاحب سنبھلی استاد جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ
(۸) داماد حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی صاحب رحمہ اللہ

(۹) عالم باعمل حضرت مولانا محمد اکبر علی نعیمی صاحب مدرس جامعہ نعیمیہ مراد آباد

(۱۰) مجاہدِ بجنور، استاد گرامی حضرت مولانا مفتی محفوظ رضا نعیمی صاحب ناظم اعلیٰ نجیب الاسلام نجیب آباد۔

(۱۱) پیکر اخلاص حضرت مولانا محمد غلام یسین

نعمی مصباحی رحمہ اللہ سابق مدرس جامعہ نعیمیہ مراد آباد۔

(۱۲) ادیب عصر حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نعمی

صاحب مدیر اعلیٰ سودا اعظم دہلی۔

ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے تلامذہ اسلام و سنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

علامہ کے ملک اور بیرون ملک میں تبلیغی دورے:

علامہ ہاشم صاحب درسیاتی شخصیت ہونے کے باوصف تقریر و خطابت میں بھی یدِ طولی رکھتے ہیں، دعوت و تبلیغ موعظت و نصیحت کے مقصد سے ملک کے طول و عرض میں آپ کے دورے ہوتے ہیں، اس سلسلے میں آپ نے اتر پردیش کے علاوہ دہلی، راجستھان، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، کرناٹک، جموں، کشمیر، آندھرا پردیش، بہار، بنگال، آسام، وغیرہ صوبہ جات میں اصلاح احوال مسلمین، اثبات عقائد و معمولات اہل سنت، ردِ بد مذہبیاں، تذکرہ بزرگانِ دین، جیسے موضوعات پر خطابات فرمائے، دلائل و براہین سے مزین آپ کے خطابات، نجدیت سوز، وہدیت شکن، اور نہایت معلومات افزا ہوتے ہیں۔ متعدد بار حضرت مفتی اعظم راجستھان، بابائے قوم حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعمی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی: ۲۰۱۳ء/۱۴۳۶ھ) نے بھی خطاب کے لئے بلایا۔

دورہ پاکستان:

علامہ نے جامعہ نعیمیہ کراچی، جامعہ نعیمیہ لاہور کے ارباب حل و عقد کی دعوت پر متعدد مرتبہ پاکستان کا تبلیغی، تعلیمی دورہ کیا اور وہاں کے اساتذہ طلبہ سے خطابات فرمائے۔

علامہ کی قلمی اور ادبی خدمات:

علامہ کی کوئی باضابطہ تصنیف یا تالیف تو نہیں ہے، مگر مختلف کتب و رسائل پر آپ کے تحریر کردہ مقدمات، تقریظات، پیش لفظ، بعض جرائد و رسائل میں چھپے آپ کے مقالات، مدارس اہل سنت کے معائنوں کے بعد دیے گئے تاثرات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ صاحب ایک عظیم لکھاری بھی ہیں، ان کی قلم کاری، وصف خطابت یا رنگ تدریس سے کسی طرح بھی پیچھے نہیں ہے،

آپ کی تحریریں یوں تو سادگی کا دل کش نمونہ ہیں مگر کہیں کہیں حسن معنوی، حسن صوری کے ساتھ، لطیف استعاروں، دل کش تشبیہوں، خوب صورت تراکیب، سے بھی آپ کی تحریریں معمور ہیں۔

حضور صدر الافاضل فخر الاماثل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کے بارے میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: ”کشور علم کا وہ تاجدار جس کے دببے اور تمکنت کے سامنے، بڑی سے بڑی علم و فن کی انجمنیں دست بستہ کھڑی دکھائی دیتی ہیں، نجدیت و وہدیت کی مطلق العنان سرگرمیاں جس کی حقانیت و صداقت کے سامنے سرنگوں ہو کر رہ گئی ہیں، یعنی حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل علامہ الحاج حافظ وقاری حکیم محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی“ (مقالات نعیمی)۔ اس پیرا گراف سے عقیدت صدر الافاضل کے ساتھ اردو ادب کی چاشنی بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ اپنے ایک عزیز شاگرد مولانا محمد ریاست علی رضوی نعیمی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”گردش کیل و نہار کے زیر اثر پیدا ہو کر ختم ہو جانے والے حوادث، اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ اس عالم رنگ و بو میں ہر شئی فانی ہے، اگر کسی کو بقاء ہے تو وہ ایک ذات واجب الوجود ہے، جس کے دست قدرت سے کائنات کی بوقلمیاں وابستہ ہیں“۔ (مقالات نعیمی)

علامہ ہاشم علامہ مشائخ کی نظر میں:

حضور حافظ ملت:

جلالہ العلم علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی قدس سرہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ آپ پر بہت شفقت فرماتے، علامہ بھی حضرت کے بڑے نیاز کیش تھے، بھوچپور کے عہد طالب علمی میں رمضان شریف کی تعطیل کے موقع پر جب حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ تشریف لاتے تو علامہ اکثر حضرت سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتے، نہایت ادب و احترام کے ساتھ آپ کے پاس بیٹھتے، آپ کے ملفوظات کریمہ سنتے، تھے۔ بعد میں آغاز تدریس کے بعد حضور حافظ ملت قدس سرہ جب بھی جامعہ نعیمیہ تشریف لاتے، علامہ کی درس گاہ میں تشریف فرما ہوتے۔

مفتی اعظم راجستھان:

حضرت بابائے قوم، مفتی اعظم راجستھان علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی (متوفی: ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۳ء) رحمہ اللہ آپ کے بڑے قدردان تھے، تقریباً ہر سال دارالعلوم استحاقیہ جودھپور راجستھان میں طلباء کے امتحان کی غرض سے بلاتے تھے۔

مفتی یونس سنبھلی:

جب اجمل العلوم سنبھلی میں حضرت مفتی محمد حسین سنبھلی علیہ الرحمہ کے مستغنی ہونے کی وجہ سے بحران کی صورت پیدا ہوئی، تو حضرت مفتی یونس نعیمی اشرفی نے علامہ ہاشم صاحب کو اجمل العلوم تدریس کے لیے بھیجا، علامہ نے چند ماہ وہاں بھی پڑھایا، شہزادہ اجمل العلماء حضرت مفتی اختصاص الدین اجملی رحمہ اللہ، مفتی سنبھلی حضرت مولانا قاری علاء الدین اجملی صاحب وہیں آپ کے پاس پڑھے ہیں۔

حضرت قبلہ صوفی ابراہیم سلامی بہادر گنج:

شہزادہ حضرت خواجہ عبدالسلام، ولی کامل، حضرت مولانا صوفی محمد ابراہیم سلامی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی: ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) بھی آپ سے محبت فرماتے، جلسوں میں بلاتے، پوری توجہ سے آپ کا خطاب سنتے، داد و تحسین سے نوازتے۔

اصاغر نوازی:

علامہ صاحب بڑے ہی متواضع، منکسر المزاج، اخلاق نبوی کے پیکر ہیں، تلامذہ کے ساتھ بہت مشفقانہ رویہ رکھتے ہیں، ان کی علمی، تحقیقی تصنیفی مساعی پر کھلے دل سے حوصلہ افزائی فرماتے اور خدمات کو سراہتے ہیں، آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد علی نعیمی صاحب ڈھکیاوی نے ملاحسن کی شرح لکھی، تو علامہ نے اس پر ایک شاندار، وقع مقدمے کے ساتھ مفتی صاحب کے حالات زندگی بھی قلم بند کیے۔ ادیب عصر، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی صاحب نے جب رسالہ سواد اعظم کا اجرا کیا اور یہ خبر علامہ تک پہنچی تو علامہ نے شاگرد رشید کی کوشش کو خوب سراہا، علامہ لکھتے

ہیں: ”مجھے انتہائی قلبی مسرت حاصل ہوئی جب یہ مژدہ جانفزا سنا کہ عزیز گرامی قدر و منزلت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب سلمہ نعیمی، جو پوری اولوالعزمی اور جوش و ولولے کیساتھ تصنیف و صحافت کے میدان میں اترے ہوئے ہیں، مذکورہ بالا اس عظیم الشان رسالہ (سواد اعظم) کا، نشاۃ ثانیہ کے طور پر پھر اجرا فرمانے جارہے ہیں میری دعا ہے کہ رب کریم ان کے حوصلوں کو بلندیاں عطا فرمائے اور آپ کی اس سعی جمیل کو پائے تکمیل تک پہنچا کر زیادہ سے زیادہ کامیابی و کامرانی سے نوازے۔“ (سہ ماہی سواد اعظم دہلی مئی، جون جولائی ۲۰۲۱ء)

علامہ ہاشم بحیثیت ممتحن:

علامہ صاحب ملک کے طول و عرض میں پھیلے کثیر مدارس اسلامیہ میں بحیثیت ممتحن شریک ہوتے ہیں اور حسب حال اساتذہ کرام اور طلباء کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں، طلبہ سے مشفقانہ انداز میں سوال کرتے ہیں، کبھی کبھی تو خوش ہو کر خوب نمبروں سے نوازتے ہیں۔

حج و زیارت:

مئی، ۱۹۹۱ء مطابق ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ کو بیت اللہ شریف اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر حج و زیارت کی سعادتوں مشرف ہوئے۔ رب قدیر جمیع اہل سنت پر حضرت علامہ صاحب کا ظل بہایوں سلامت رکھے۔

محمد ناظر القادری مصباحی

ساکن بنگالہ/مدرس: مدرسہ بشیر العلوم، بھوجپور، مراد آباد



عاشقِ مصطفیٰ ﷺ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کچھ مولانا محمد مقیم رضا غزالی

علامہ محمد بن علان شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ کا سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام، صفات، علامات اور سیدنا فاروق اعظم سے ملاقات کے بارے میں بتانا غیب کی خبر دینا ہے اور یہ آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے کہ آپ ﷺ نے کسی کام کے واقع ہونے سے پہلے ہی پیشین گوئی فرمادی اور پھر سب کچھ ویسا ہی وقوع پذیر ہوا جیسا آپ کی زبان مبارک سے جاری ہوا تھا“

(دلیل القائلین، باب فی زیارة اهل الخیر ومجالستهم... الخ، ۲/۳۳۷، تحت الحدیث: ۳۷۲ ملخصاً)

نیک بندوں کی تلاش و جستجو

مذکورہ بالا روایات سے یہ امر بھی واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے جب سے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم کو حضرت سیدنا اویس قرنی کے بارے میں غیب کی خبر دی تب سے سیدنا فاروق اعظم انہیں تلاش کرتے رہے۔ کہ اللہ عزوجل کے نیک بندوں کی تلاش و جستجو کرنا بلکہ لمبے عرصے تک ان کی تلاش جاری رکھنا بالکل جائز اور باعثِ اجر و ثواب ہے۔ بعض خوش نصیب لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جہاں کہیں کسی اللہ عزوجل کے ولی یا کسی بھی نیک بندے کا معلوم ہو فوراً اُن کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں، ان سے دعائیں کرواتے ہیں، بلکہ وہ تو اس جستجو میں رہتے ہیں کہ کسی اللہ والے کی ملاقات نصیب ہو جائے، جہاں کہیں کسی بزرگ کے مزار کا علم ہو تو وہاں حاضری دیتے ہیں، ان کے مزار پر انوار کو اللہ عزوجل کی رحمت کے نزول والی جگہ تصور کرتے ہوئے، وہاں دعائیں مانگتے ہیں یقیناً ان کا یہ فعل بالکل جائز، مستحسن اور اجر و ثواب کا باعث ہے

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشقوں کی جماعت میں ایک عظیم و جلیل نام حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، آپ کی پوری زندگی خوفِ خدا، عشقِ مصطفیٰ، زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت سے مزین تھی۔

آپ کی عظمت و رفعت اور جلالت و بزرگی کے لیے سب سے بڑی سند یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کے سامنے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر یمن میں مقیم تابعی بزرگ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق غیب کی خبر دی، نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ یمنی مددگار مجاہدین کے ساتھ آئیں گے، اللہ عزوجل کے پیارے نبی ﷺ نے جو غیبی خبر دی تھی وہ صد فیصد پوری ہوئی اور سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعی یمنی وفد کے ساتھ تشریف لائے اور سیدنا فاروق اعظم سے ملاقات کی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا بھی یہ پختہ عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے جو غیبی خبر دی ہے وہ پوری ہو کر رہے گی، اسی وجہ سے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد رسالت و عہد صدیقی دونوں میں سیدنا اویس قرنی کو تلاش کرتے رہے اور بالآخر انہیں اپنے ہی عہد خلافت میں ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ بعض روایات میں یہ بھی ہے سیدنا فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ ”جب سے میں نے حضرت اویس قرنی کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے سنا اس وقت سے میں عہد رسالت میں انہیں ڈھونڈتا رہا لیکن وہ نہ ملے، پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بھی ڈھونڈتا رہا لیکن وہ نہ ملے، پھر اپنے عہد خلافت میں بھی تلاش کرتا رہا اور بالآخر وہ مجھے مل گئے۔ (تاریخ ابن عساکر، ۹/۴۳۱، رقم: ۸۴۰، اویس قرنی)

سیدنا اویس قرنی کی گمنامی و فقیری

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمنا پوری کرتے ہوئے حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد سیدنا فاروق اعظم نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ تو سیدنا اویس قرنی نے جواب دیا ”کوفہ کا“ سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا:

”میں کوفہ کے حاکم کو خط نہ لکھ دوں کہ وہ مسلمانوں کے بیت المال سے بقدر کفایت آپ کی کفالت کرے؟“ سیدنا اویس قرنی نے جواب دیا ”مجھے غریب، تنگدست اور ایسے لوگوں میں رہنا پسند ہے جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا“ اور یہی آپ کی گمنامی اس بات کی علامت تھی کہ آپ اپنے حالات لوگوں سے مخفی رکھتے ہیں۔ پھر اگلے سال کوفہ کے اغنیاء میں سے ایک آدمی حج کے لیے آیا تو اس کی ملاقات سیدنا فاروق اعظم سے ہوئی۔ آپ نے اس سے سیدنا اویس قرنی کے بارے میں دریافت کیا تو وہ بولا ”میں انہیں ٹوٹے پھوٹے مکان، کم سامان اور تنگی کی حالت میں چھوڑ آیا ہوں“ (شرح مسلم المنوی، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل اویس القرنی رضی اللہ عنہ، ۹۶/۸، الجزء السادس عشر)

مذکورہ بالا ایک حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ ایک بار کوفہ کا ایک وفد بارگاہ فاروقی میں حاضر ہوا، ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو سیدنا اویس قرنی کا مذاق اڑاتا کرتا تھا۔ علامہ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”اس شخص کے تمسخر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا اویس قرنی نے اپنا حال لوگوں پر مخفی رکھا اور اپنے راز کو اللہ عزوجل اور اپنے درمیان پوشیدہ کیا تا کہ لوگوں پر یہ بات ظاہر نہ ہو اور یہی عارفین اور بلند رتبے کے حامل اولیائے کاملین کا طریقہ ہے کہ اپنا راز لوگوں سے چھپا رکھتے ہیں۔“ (ایضاً: ۹۴)

علامہ محمد بن علان شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”شاید وہ شخص اپنی مالداری اور جاہ و حشمت کی وجہ سے غرور میں مبتلا تھا جبکہ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کے مال و متاع سے منہ پھیرنے کی وجہ سے خستہ حال اور بظاہر تنگی میں تھے۔ اسی وجہ سے وہ شخص آپ کو حقیر جانتے ہوئے آپ کا مذاق اڑاتا تھا۔“ (دلیل الفالحین، باب فی

زیارة اهل الخیر و مجالستهم۔ الخ، ۲/۲۳۸، تحت الحدیث: ۳۷۲)

دعائے مغفرت کی درخواست

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد رسالت میں بھی نبی کریم ﷺ کی اتباع میں اپنی زندگی گزارتے تھے اور بعد میں بھی آپ کی یہی عادت مبارکہ رہی، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سیدنا اویس قرنی سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اللہ عزوجل کے پیارے حبیب ﷺ کے حکم کی اتباع کرتے ہوئے ان سے دعائے مغفرت کی درخواست کی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ بزرگوں سے دعائے مغفرت کروانے کا حکم خود نبی کریم ﷺ نے دید۔ نیز بزرگوں سے دعا کروانا صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

خدمت والدہ کی وجہ سے دیدارِ مصطفیٰ نہ کر سکے

علماء کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے، نیز احادیث مبارکہ سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ سیدنا اویس قرنی اپنی والدہ ماجدہ کی بہت خدمت کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے آپ کو بارگاہ خداوندی عزوجل اور بارگاہ رسالت سے یہ مقام و مرتبہ ملا کہ اگرچہ آپ صحابی نہیں لیکن بارگاہ رسالت میں آپ کا ذکر خیر ہوتا تھا۔

اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے سیدنا اویس قرنی نبی کریم ﷺ کی زیارت نہ کر سکے۔ چنانچہ منقول ہے کہ آپ نے ایک بار اپنی والدہ سے بارگاہ رسالت میں حاضری کی اجازت طلب کی، والدہ نے اجازت تو دے دی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ”بیٹا نبی کریم ﷺ در دولت پر موجود نہ ہوں تو واپس آجانا“ آپ یمن سے سفر کر کے جب مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ تو اپنے کاشانہ اقدس پر تشریف فرما نہیں ہیں۔ فوراً والدہ کی بات یاد آئی اور واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ یوں والدہ ماجدہ کی اطاعت میں نبی کریم ﷺ کی زیارت نہ ہو سکی۔ جب نبی کریم ﷺ در دولت پر تشریف لائے تو سیدنا اویس قرنی کے نور کو ملاحظہ فرمایا اور استفسار فرمایا کہ ”یہاں کوئی آیا تھا؟“ عرض کی گئی: ”جی! یمن سے اویس

نعت رسول

عادت درود پاک شہ بحر و بر کی ہے
کیا فکر مجھ کو گردشِ شام و سحر کی ہے
خلد بریں ہے حسن تبسم کی جاں نثار
تابش تمہارے جلووں میں غیرتِ قمر کی ہے
غافل ہے تو حضور کے فضل و کمال سے
قرآن دیکھ سر پھرے یہ مت کدھر کی ہے
اہل سنن نے پائی ہے دولت یقین کی
کم بخت تیری خوبی اگر کی مگر کی ہے
دنیا کے ان طیبیوں سے ممکن نہیں علاج
حاجت مجھے حضور کی خاک گزری ہے
میں ہیچ جس کے آگے زمانے کی نعمتیں
”کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے“
ٹیٹوں میں دید جانِ ملاحیت کا ہے نمک
ہر لمحہ بازگشت یہ زخمِ جگر کی ہے
دعویٰ بجا ہے حسنِ جناب بھول جائے گا
آدیکھ ایسی دل کشی طیبہ نگر کی ہے
مختار دو جہان میں محبوبِ کبریا
کنجی انھی کے ہاتھ میں ہر خشک و تر کی ہے
ناظر کے پاس حسنِ عمل گرچہ کچھ نہیں
پونجی ہے جو بھی مدحتِ خیر البشر کی ہے

محمد ناظر القادری مصباحی

نامی شخص آئے تھے اور آپ کو سلام عرض کر گئے ہیں۔
”فرمایا: ”یہ نورِ اویس ہی کا ہے جسے وہ بطور ہدیہ چھوڑ گئے ہیں“
(خواجہ اویس قرنی صحابیِ یتا بھی؟ ص: ۲۳، ذکر اویس، ص: ۶۸)
حضرت سیدنا اویس قرنی کی یہ شان بھی ظاہر ہوئی
کہ آپ مستجاب الدعوات تھے نیز آپ کی یہ شان تھی کہ اگر
کسی بات پر قسم اٹھا لیتے تو اللہ عز و جل اسے ضرور پورا فرما دیتا
تھا۔ معلوم ہوا کہ اللہ عز و جل کے ولیوں کو بلند درجات رب
عز و جل ہی کی بارگاہ سے ملتے ہیں، رب عز و جل ہی کی عطا
ہوتے ہیں، انہیں بیان کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت اور ان کو
تسلیم کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت مبارکہ ہے۔
غرض کہ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی پاکیزہ زندگی ہمارے لئے نمونہ عمل ہے۔ دعا ہے کہ
مولیٰ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر گامزن فرمائے اور آپ
کے فیوض و برکات سے سرفراز فرمائے، آمین یارب
العالمین۔

محمد مقیم رضا غزالی

خطیبِ دہلی
صابری جامع مسجد / بکن پور / ضلع ہریدوار / اتر اچھنڈ



مسلمانوں کا سیاسی بحران نئی صبح کی نوید

مولانا محمد ناصر رضا امجدی، استاد مسلم یتیم خانہ، وڈالا گاؤں، ناسک

کثرت آراء

غیر معمولی نقصان پہنچایا۔ بنیادی سوال پیچھے چھوٹ گیا اور محض حفاظت کی ضمانت پر مسلم طبقہ سیاسی پارٹیوں کو ووٹ کرنے لگا، آج بھی کم یا زیادہ یہی صورت حال برقرار ہے۔

آزادی سے پہلے مسلمانوں کے پاس دو طرح کی قیادت موجود تھی۔ ایک سیاسی قیادت اور دوسری مذہبی قیادت۔ ۱۹۴۷ء کے بعد سیاسی قیادت پوری طرح سے ختم ہو گئی۔ ہندوستان کا مسلمان مذہبی قیادت کے زیر اہتمام زندگی گزارنے لگا۔ مسلم تنظیموں نے مسلمانوں کا مسیحا بننے کا دعویٰ کیا اور اس کا اثر مسلم سماج پر آج بھی صاف طور سے دیکھا جا رہا ہے، لیکن مسلمانوں کو کیا ملا۔ جمیعت علماء جماعت اسلامی، امارت شرعیہ، ادارہ شرعیہ، ملی کونسل وغیرہ اس کے علاوہ مذہبی گروپ جیسے سنی، شیعہ، وہابی، دیوبندی، تبلیغی جماعت۔ مسلمانوں کی تنظیم یا مسلمانوں کا مذہبی گروپ الگ الگ طریقہ سے مسلمانوں کے مسئلہ پر اپنی آواز اٹھاتا رہا۔ کسی کو تھوڑی کامیابی ملی اور کسی کو نہیں ملی۔ کسی نے مسلمانوں کو دکھا کر سیاسی فائدہ حاصل کیا تو کسی نے مذہب کا نعرہ دیکر سماج میں اپنی لیڈر شپ قائم کی۔ سب کچھ ہوا، لیکن مسلمانوں کا بنیادی مسئلہ حل نہیں ہوا۔ ان تنظیموں نے مسلمانوں کو حکومت پر منحصر کرنے کا راستہ ہموار کیا۔ کوئی بھی کام ہو، حکومت ذمہ دار ہے۔ مسلمان خود کھڑا ہو کر اپنے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش میں کافی پیچھے چھوٹا چلا گیا۔“

(محفوظ عالم نیوز ۱۸ اردو ۱۸ جنوری ۲۰۲۰ء)

اس اندھیرے میں روشنی کی نہ تو کوئی کرن نظر آتی ہے اور نہ کوئی ایسی حکمت عملی کا پتا ملتا ہے جس سے آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جاسکے۔ مسلمانوں کی مشکلات، مظلومیت اور بے چارگی کے جذباتی بیان سے اردو اخبارات و جرائد کے صفحات بھرے نظر آتے ہیں مگر ان مسائل کے حل کے لئے معروضی تجزیے اور ممکنہ حل کی نشاندہی خال خال ہی نظر آتی

مسلمانوں کا سیاسی مستقبل ایسا موضوع ہے جس پر تقریباً ایک صدی سے جتنا اظہار خیال کیا گیا یا کیا جا رہا ہے بہت کم ہی موضوعات میں اتنی کثرت رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔ مسلمان کیا کریں اس سوال کے جواب کی بہتات نے اختلافات کا دروازہ بھی کھولا لیکن نتیجہ صفر مسلم قوم کے اندر سیاسی بے اعتمادی و بے اعتنائی اس حد تک گھر کر گئی ہے کہ انہیں اپنے قومی زوال کے لئے کسی دوسرے دشمن کی ضرورت نہیں ہے۔ سیاسی پارٹیاں اپنا مفاد پورا کرتی ہیں اور قوم کے لوگ بے بس ہو کر منظر کو دیکھتے ہیں تقسیم ہند کے بعد بھی قوم مسلم کے پاس اپنی قیادت موجود تھی لیکن اس قیادت کو بجائے یکجا کر کے اپنی طاقت بنانے کے دوسروں پر انحصاری نے آج قوم مسلم کو حاشیہ پر لاکھڑا کیا ہے۔ حالانکہ حالات اس جانب اشارہ کرتے رہے لیکن قوم مسلم دوسرے سیاسی تنظیموں سے استحصال ہونے کو ہی عافیت قرار دیتے رہے۔ اس ضمن میں محفوظ عالم نے عمدہ تجزیہ پیش کیا ہے، لکھتے ہیں:

”آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو فرقہ وارانہ فساد کی چکی میں پسنا پڑا۔ ۱۹۶۲ء میں جبل پور سے شروع ہوا فرقہ وارانہ فساد مسلمانوں کو اندر سے توڑ کر رکھ دیا۔ تقسیم کا زخم بھی ہرا ہی تھا کہ فساد کی آگ وجود کو جھلسانے لگی۔ پھر کیا تھا ۱۹۶۹ء میں احمد آباد، ۱۹۸۰ء میں مراد آباد، ۱۹۸۱ء میں بہار شریف، ۱۹۸۲ء میں میرٹھ اور برودا، ۱۹۸۳ء میں سیکھ دنگا، ۱۹۸۴ء میں بھینڈی بمبئی، ۱۹۸۳ء-۸۶ء میں احمد آباد، ۱۹۷۸ء میں میرٹھ، ۱۹۸۹ء میں بھاگل پور اور ۱۹۹۰ء میں حیدر آباد، کرنٹک، گجرات، اتر پردیش اور بابری مسجد کو گرانے سے ۱۹۹۲ء/۹۳ء میں ممبئی، سورت، احمد آباد، کانپور، دہلی اور مزید کئی جگہوں پر فسادات ہوئے۔ ہزاروں لوگ مارے گئے، جس میں مسلمانوں کی بڑی تعداد تھی، کروڑوں کا املاک نقصان ہوا اور ان کا کاروبار تباہ ہوا۔ فساد یا فساد کی سیاست نے مسلمانوں کو

ہیں۔ لیکن وہ بھی محض صفحات کی زینت ہی بنتے ہیں عملی تصویر تاحال منزل عدم کے مسافر ہیں۔

احوال واقعی: موجودہ ہندوستانی سیاسی حالات مسلمانوں کے لیے باعث تشویش ہیں لیکن تدبر سے کام لیں تو مستقبل کے لئے بڑا خوش آئند ہے۔ یقیناً موجودہ احوال مسلمانوں کے لیے بڑے سخت ہیں۔ کہ کل تک جن خیالات کے اظہار کی سیاسی گلیاروں میں تاب نہ تھی اب وہ سیاسی منشور بننا جا رہا ہے، اسلامی تہذیب کی مسماری، شریعت میں مداخلت، اسلام مخالف قوانین کا نفاذ، اشخاص اسلام پر نازیبا الفاظ کا استعمال، جھوٹے الزامات میں مسلم نوجوانوں کو جیل پہنچانا، موب لاپٹنگ کے بہانے انھیں قتل کرنا، مسلم بچیوں کو معاشقہ کے ذریعہ ارتداد کے منزل سے گزار کر انھیں برباد کرنا اور نامعلوم کتنے ہی طریقوں سے سیاسی شہ پر علی الاعلان اس سرزمین ہند میں مسلمانوں کے ساتھ یہ رویہ عام ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے ذریعہ سیاسی چہروں سے نام جمہوریت کا نقاب الٹا اور ان کا حقیقی چہرہ سامنے آیا ہے۔ یہ کسی ایک سیاسی جماعت کا کارنامہ نہیں ہے بلکہ ایسی جماعتیں جو کل تک مسلم حامی ہونے کا دم بھرتے تھے یا ان کی سیاسی دکان ہی مسلمانوں کی مرہون منت تھی ان کا بھی سیاسی تیور اب مسلم لفظ کو عنقریب سمجھنے لگا ہے۔

لیکن ان حالات میں مسلمانوں کے لئے یہ خوش آئند مستقبل کی امید اس لئے ہے تاکہ مسلمان اب سیاسی فکر کا انداز بدلے گا جو ماضی کا تقاضا تھا۔ وہ سیاسی جماعتیں جہیں یہ اپنا مرکز امید بنائے تھے جو درحقیقت مسلمانوں کے استحصال کے حقیقی مجرم ہیں، اب ان سے اپنا پلا جھاڑ رہے ہیں اس لئے یہ کسی نئی سیاسی مرکز کی تلاش میں ہیں۔

اب نئی سیاسی فکر کی تلاش مسلمانوں کی خواہش نہیں بلکہ واحد راستہ ہے۔ کوئی سیاسی جماعت اب مسلموں کو منہ لگانے کو راضی نہیں۔ کیونکہ یہ سیاسی جماعتوں کی مجبوری ہے۔ "سینئر کانگریس لیڈر و اتر کھنڈ و اتر پردیش کے سابق گورنر ڈاکٹر عزیز قریشی کہتے ہیں کہ ملک میں ایک سازش کے تحت مسلم قیادت کو ختم کرنے کا کام منظم انداز میں کیا جا رہا ہے۔ مسلم قیادت کو ختم کرنے کے کام میں دوسری سیاسی پارٹیوں کے ساتھ کانگریس بھی شامل ہے۔ کانگریس

میں اب کام کرنے والے مسلم لیڈر کو فروغ نہیں دیا جاتا بلکہ مفاد پرست اور داغدار مسلمانوں کو پروموٹ کر کے مسلمانوں کا رہبر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ صحت مند جمہوری نظام کے لئے سیاسی پارٹیوں کا یہ عمل ٹھیک نہیں ہے۔ سیاسی پارٹیوں کو ملک کے مسلمانوں کو مناسب نمائندگی دینا چاہیے۔ سیاسی پارٹیاں اگر مسلمانوں کو غلام بنا کر رکھنا چاہتی ہیں تو ملک کا مسلمان اسے کبھی بھی قبول نہیں کرے گا۔ اگر سیاسی پارٹیوں نے اپنا نظریہ نہیں بدلا تو مسلمانوں کی مایوسی ایک دن بڑے انقلاب کا ذریعہ بنے گی اور مسلمانوں جمہوری نظام میں آئینی طریقے سے انقلاب کو لانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔" (نیوز ۱۸ اردو) ان کی مجبوریوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قد آور لیڈر دلش مکھ کا کہنا ہے کہ اگر مسلمان کسی ایک امیدوار کے حق میں رائے عامہ بناتے ہیں، تو بقیہ ۸۰ فیصد ہندو آبادی پھر یکجا ہو کر بی جے پی کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ بی جے پی کے مسلم امیدواروں کو بھی ہندو ووٹ نہیں دیتے ہیں۔ اس کا اعتراف چند برس قبل بی جے پی کے سابق صدر اور موجودہ وزیر متن گڈ کری نے مسلم صحافیوں کے ساتھ ایک غیر رسمی نشست کے دوران کیا تھا، "جب ان سے استفسار کیا گیا کہ ان کی پارٹی مسلمانوں کو انتخابات میں ٹکٹ کیوں نہیں دیتی ہے؟ تو ان کا کہنا تھا کہ ایک تو ان کی پارٹی کے مسلم امیدوار کو مسلمان بھی ایک طرح سے اچھوت سمجھتے ہیں، دوسری طرف ہندو بھی ان کو منہ نہیں لگاتا ہے۔ پارلیمانی انتخابات میں تو ایک ایک سیٹ کا حساب رکھنا پڑتا ہے اور کوئی بھی پارٹی کسی امیدوار کو ہارنے کے لیے ٹکٹ تو نہیں دے سکتی ہے،" (افتخار گیلانی، دی وائر ۱۷ مئی ۲۰۱۹ء) خوفناک حقائق مجموعی اعداد و شمار پر نظر کیا جائے تو نتائج نہایت ہولناک ہیں۔ مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی میں مسلسل گراوٹ آئی ہے۔ ۵۴۳ رکنی پارلیمان کے ایوان زیریں (لوک سبھا) میں اس وقت مسلم قانون سازوں کی تعداد محض ۲۲ یعنی ساڑھے تین فیصد ہے۔ حالانکہ ۱۹۸۰ء میں مسلم ارکان پارلیمان کی تعداد ۱۰ فیصد تھی تاہم بعد میں اس میں گراوٹ آتی گئی اور ۱۹۸۳ء سے ۲۰۰۹ء کے درمیان ان کی تعداد آٹھ سے چھ فیصد کے درمیان ہو گئی۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے صدر شعبہ

پیرا اور مقبول ہیں۔ صاف لفظوں کا انتخاب کروں تو سوائے میم پارٹی کے اور کوئی پارٹی ملک کے طول و عرض میں قومی سیاسی پارٹی کہلانے کی حقدار نظر نہیں آتی، اور نہ ہی اعلان کرتی ہے۔ یہ تسلیم کہ اس میں خامیاں ہوں گی، لیکن جتنی محنت ایک نئی سیاسی جماعت کے تشکیل میں پیش آئے گی کیا اس کے مقابل اس کی اصلاح آسان نہیں؟ بہر حال یہ تو میرا ذاتی نظریہ ہے اس کے علاوہ بھی اگر کوئی صورت ہو تو قومی سیاسی تنظیم کو عروج بخشنا جائے۔

چند ذہنی بندشیں

لیکن سیاسی اور اک رکھنے والے بعض مفکرین اس صورت میں چند اشکال پیش کرتے ہیں اسے بھی سمجھ لیتے ہیں، عام طور پر یہ بات گردش کرتی ہے کہ اگر مسلمانوں نے ایک سیاسی قیادت اختیار کر لی تو اس میں ان کا ہی نقصان ہے اس لئے کہ اکثریت غیر مسلموں کی ہے، تو جو سیکولر ذہنیت کے لوگ ہیں وہ بھی اسے ترک کر کے مذہبی شدت پسند جماعتوں کو اختیار کر انھیں ہی کامیاب کرے گا اور حالت اور بدتر ہو جائے گی۔

پہلی چیز تو یہ ہے کہ یہ حقیقت ظہور پذیر ہو چکی ہے انھوں نے اپنی مذہبی جماعت کو اختلافات بالائے طاق رکھتے ہوئے بلا تفریق کاسٹ قبول کر لیا ہے موجودہ حالات اس بات کے بین ثبوت ہیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ مسلم سیاسی قیادت سے نقصان مسلمانوں کا نہیں بلکہ ان کا ہو گا اس لئے کہ آج ایک بی جے پی ہی مذہبی جماعت بن کر ان کے سامنے ہے جب کہ دیگر پارٹیاں قطار میں ہیں لیکن ان کی قوم انھیں تسلیم نہیں کر رہی ہے، جب مسلم خود انھیں ترک کر دے گی تو انھیں قبول کرنا ہو گا اس طرح ان کی سیاسی قوت خود تقسیم ہوگی جیسا کہ بہار صوبائی الیکشن میں دیکھنے کو ملا۔ اگر یہ نا بھی ہو تو کیا یہ کم ہے کہ آج مسلم جہاں محرومیت کے شکار ہیں وہیں کم از کم اپنی قیادت تو ہوگی۔ آخری چیز جو تعداد کو لیکر قوم مسلم مشکوک ہیں اسے بھی سمجھ لیتے ہیں تاکہ احساس کمتری کا بھرم ٹوٹے۔

اعداد و شمار

اس وقت آبادی کے تناسب سے ہندوستانی مسلمان یہاں کی ہندو اکثریت کے بعد سب سے بڑی اکثریت ہیں۔ ۱۹۹۱ء کے Census کے مطابق بہار، آسام اور

سیاسیات ڈاکٹر پروفیسر افروز عالم نے تو یہاں تک کہا ہے کہ مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی میں گراوٹ صرف قومی سطح یعنی پارلیمان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ صوبائی اسمبلیوں میں بھی گراوٹ کا یہ رجحان دیکھا جاسکتا ہے۔ ان کا کہنا تھا، ”مہاراشٹر، ہریانہ، راجستھان، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ اور دہلی کی مجموعی طور پر ۱۹۶۸ اسمبلی نشستوں کے لیے ۲۰۱۳ء سے ۲۰۱۵ء کے درمیان ہوئے انتخابات کے جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی ۳۵ فیصد سے گھٹ کر محض ۲۰ فیصد رہ گئی ہے۔ ۲۰۱۸ء میں صوبائی اسمبلیوں کے لیے ہوئے انتخابات میں چھتیس گڑھ میں صرف ایک مسلمان، مدھیہ پردیش میں دو، راجستھان اور تلنگانہ میں آٹھ آٹھ مسلمان منتخب ہوئے۔ اتر پردیش اسمبلی میں ۲۰۱۲ء میں مسلمانوں کی نمائندگی ۱۷ فیصد تھی جو ۲۰۱۷ء میں گھٹ کر صرف چھ فیصد رہ گئی۔ ۲۰ فیصد مسلم آبادی والے اتر پردیش میں ۲۰۱۴ء کے عام انتخابات میں ایک بھی مسلمان امیدوار منتخب نہیں ہو سکا۔“

واحد حل

قوم مسلم اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ اس کے سامنے محض ایک ہی سیاسی پناہ ہے اور وہ ہے اپنی قومی تنظیم۔ نہ وہ بی جے پی جیسی ہندو تنظیموں کے پاس جاسکتے ہیں کہ وہ چاہ کر بھی انھیں قبول نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی سیکولر ازم کا نعرہ لگانے والی تنظیموں سے سہارا تلاش کر سکتے ہیں کہ وہ انھیں اچھوت سمجھنے پر مجبور ہیں۔ لہذا مسلمانوں کے پاس واحد راستہ سیاسی قیادت ہی ہے، اب قابل غور امر یہ ہے کہ کس طرح اس کی داغ بیل ڈالی جائے یہ تو قومی اکابرین ہی طے کریں گے، لیکن سیاسی تشہیر کے الزام سے لمان ملے تو رائے پیش کروں۔ ایک جدید سیاسی جماعت کی بنیاد ڈالنے کے لئے بہت دقتیں ہیں جو جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ سارے مذہبی مسالک کا یکجا ہونا، عہدوں پر متفق ہونا، منشور کا طے کرنا وغیرہ جیسے بنیادی پیرامیٹرز میں ہی عرصہ گزر جائے گا لیکن کامیابی کی ضمانت چھوڑیں امید بھی مشکل ہے، لہذا اگر پہلے سے موجود کسی مناسب قومی سیاسی تنظیم پر قوم متفق ہو کر اسے ہی قوت دے تو یہ دیگر محرکات سے سہل اور زود اثر ثابت ہو گا۔ اب شمار کریں کہ اس وقت کتنی قومی سیاسی پارٹیاں ملکی طور پر عمل

Estates میں آسام میں ۱۳ فیصد، ویسٹ بنگال میں ۵۲ فیصد اور Southern States میں کیرلہ میں ۵۲ فیصد اور کرناٹک میں ۱۲.۲ فیصد مسلم آبادی ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ آج جو Census Report کے ذریعے مسلمانوں کی تعداد دکھائی جاتی ہے اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اندازہ ہے کہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ۷۰ سے ۸۰ فیصد کے درمیان ہے۔ چنانچہ وہ اقلیت نہیں ہیں بل کہ ہندوؤں کے بعد ملک کی دوسری بڑی اکثریت ہیں۔ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق بھارت کے مجموعی طور پر ۶۷ فیصد مسلمان ہیں ۹۰ میں مسلمانوں کی آبادی ۲۰ فیصد سے زیادہ ہے۔ پچاسی پارلیمانی حلقوں میں مسلمان ۲۰ فیصد سے زیادہ ہیں۔ ۱۱۳۲۱ اسمبلی حلقوں میں سے ۷۰ میں مسلمان فیصلہ کن پوزیشن میں ہیں۔

حصولہ افزاء حقائق اب انداز کریں کہ اگر قوم ایک پلیٹ فارم پر آجائیں تو حالات کا دھار ابدلنا کتنا سہل ہے۔ ان حالات کے تحت کسی نے بر محل بات کہی ہے۔

ہندوستان کا موجودہ سیاسی ڈھانچا اور اس میں مسلمانوں کی قوت اہم موضوعات ہیں۔ ایک طویل عرصے کے بعد مسلمانوں کے اندر یہ احساس پیدا ہوا ہے کہ وہ تعلیمی، تمدنی، معاشی اور سماجی میدان میں آگے بڑھیں، اپنے حقوق کے لیے کوشاں ہوں، اُن کے لیے جدوجہد کریں اور ان کاموں کو منصوبہ بند انداز میں انجام دیں۔ اسی کے ساتھ یہ احساس بھی پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے کہ مسلمان سیاسی قوت کے حصول کی جانب بھی متوجہ ہوں۔ ابھی احساس کا ابتدائی دور ہے۔ یہ ابتدائی دور اپنوں کے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی ایک بڑا چیلنج ثابت ہو گا۔ کیونکہ جن لوگوں کے مفادات حالات کی موجودہ کیفیت سے وابستہ ہیں وہ راستے کا کٹنا بنیں گے۔ ظاہر ہے کہ اگر ہندوستانی مسلمان فی الواقع سیاسی قوت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انھیں اس میدان میں قدم رکھنے سے پہلے اس کی دشواریوں کو سمجھنے اور راہ کو ہموار کرنے کے لیے کوشاں ہونا پڑے گا۔ اگر وہ اس چیلنج سے دور بھاگے تو بھی ہلاکت کا شکار ہوں گے اور اگر اس میدان میں بغیر تیاری کے کودے تو بھی نقصان کا اندیشہ ہے۔ حالات کا تقاضا بہر حال یہ ہے کہ وہ سیاسی قوت حاصل کریں۔

اتر پردیش ایسی ریاستیں ہیں جن کے اندر مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ بعض ریاستوں میں مسلمانوں کا Percentage قابل لحاظ ہے مثلاً کیرالہ (23.32%)، ویسٹ بنگال (23.61%) اور کلکتہ (94.31%) کی خاص اہمیت ہے۔ ۱۹۹۱ء کے Census کے مطابق ہندوؤں کی تعداد ۸۸۶ ملین تھی اور مسلمانوں کی تعداد ۲۰۱ ملین تھی۔ (یہاں یہ واضح رہے کہ اس Census میں جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی تعداد کو شمار نہیں کیا گیا ہے) ۱۹۹۱ کے Census کے مطابق اتر پردیش کے ۶ فیصد مسلمان ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کی تعداد ۵ فیصد سے کم ہے۔ ۲ فیصد مسلمانوں کی تعداد ۵۱ سے ۵۹ فیصد کے درمیان مسلمان موجود ہیں۔ ۳۲ فیصد مسلمان ایسے ہیں جہاں ۷ سے ۱۵ فیصد مسلمان ہیں۔ ۷ فیصد مسلمان ایسے ہیں جہاں ۳۰ سے ۴۰ فیصد مسلمان ہیں، اسی طرح دو اضلاع میں ایک سے تین فیصد اور پانچ اضلاع ایسے ہیں جہاں ایک فیصد سے کم مسلمانوں کی تعداد ہے۔ چہاں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے وہاں اس کو تقسیم کرنے اور انھیں چھوٹے حصوں میں بانٹنے کا کام بھی کیا گیا۔ جب بہار، مدھیہ پردیش اور اتر پردیش کو تقسیم کیا گیا تو اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی طاقت تقسیم ہوئی۔ ۱۹۲۱ء کے Census کے مطابق اُس وقت ہندوؤں کی تعداد ۶۶ فیصد تھی اور مسلمانوں کی تعداد ۳۲ فیصد تھی۔ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی تعداد کل ۱۰ فیصد تھی۔ ۲۰۰۱ء کے Census میں مسلمانوں کی تعداد 16.4 فیصد درج کی گئی ہے۔ یہ تعداد 174 ملین افراد پر مشتمل ہے۔ اس کے برخلاف غیر سرکاری رپورٹس بھی ہیں۔ مثلاً جسٹس کے ایم یوسف (ریٹائرڈ جج کلکتہ ہائی کورٹ اور چیئر مین ویسٹ بنگال مائنارٹی کمیشن) کا کہنا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں مسلم آبادی کم از کم ۲۰ فیصد ہے۔ دوسری طرف ہندوؤں کے علمبردار مسلمانوں کی تعداد ۲۰ فیصد بتاتے ہیں۔ ۲۰۰۱ء کے Census کے مطابق مسلمانوں کا تناسب یہ ہے: اتر پردیش (30.7 ملین) 18.5%، ویسٹ بنگال (20.2 ملین) 25% اور بہار (13.7 ملین) 16.5 فیصد مسلم اکثریت والے اسٹیٹس جموں و کشمیر اور کلکتہ دیپ ہیں۔ مسلم آبادی بالترتیب 74 فیصد اور 59 فیصد Eastern

وقت کی اہم پکار.....!

کھ مفتی محمد گل ریز رضا مصباحی مڈنا پور، بریلی شریف

و خاموشی اختیار کر لیتے ہیں جس سے اس ظالم شوہر کا حوصلہ اور بڑھ جاتا ہے، وہ آئے دن بیوی پر ظلم ستم کرتا ہے، عورت بھی ایک انسان ہے کب تک ظلم برداشت کرے، آخر کار زندگی کا فیصلہ کر لیتی ہے، پھر دو چار روز اس کی موت پر افسوس کیا جاتا ہے بلکہ مرنے والے پر ہی لعن و طعن کیا جاتا ہے جس سے ظالموں کے حوصلے بلند اور مظلوموں کے پست ہو جاتے ہیں۔

آخر یہ ظلم کی داستان کب تک جاری رہے گی، کیا اس کا کچھ حل نہیں نکلے گا، اس بھولی بھالی عوام سے معاشرہ کی اصلاح کی توقع کبھی نہیں کی جاسکتی ہے، اس معاشرہ کی اصلاح کا کام علمائے کرام کی مقدس جماعت ہی انجام دے سکتی ہے، انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد اس امت کی فلاح و بہبود کی لگام علمائے اسلام کے ہاتھوں میں سوپی گئی ہے، حالانکہ ہر شخص کو اپنے عہدے اور منصب کے اعتبار سے معاشرے کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ مَن رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ تم میں سے جو شخص خلاف شریعت کام دیکھے تو اپنے ہاتھوں سے اس کی اصلاح کرے اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کا رد کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (مسلم شریف، ج: ۱، ۶۹/۱، رقم: ۴۹، بیروت، لبنان)

دوسری حدیث شریف میں ہے:

كلكم راع وكلکم مسئول عن رعيته، تم سے ہر شخص اپنے ماتحت کا ذمہ دار ہے ہر شخص سے اس کے ماتحت کے متعلق سوال ہوگا۔ لیکن غلم سے نابلد عوام کو اس کی فکر کہاں معاشرے میں ایسی بہت ساری بری رسمیں ہیں جن کا قلع قمع کرنے کی ضرورت ہے مثلاً..... لڑکے یا لڑکے کو دیکھنے کے

گزشتہ کل سے سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو بہت تیزی سے وائرل ہو رہا ہے جس میں ایک اسلامی خاتون عائشہ اپنے شوہر عارف خان کی زیادتیوں سے تنگ آ کر گجرات کے ساور متی ندی میں کود کر خودکشی کر لیتی ہے۔ موبائل فون پر والدین اسے سمجھانے کی کافی کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ ان کی بات نہیں مانتی ہے اور جان دیدیتی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شوہر کے ظلم و زیادتی سے تنگ آچکی تھی، خیر وہ اسلامی خاتون دنیا سے چلی گئی اسے خودکشی جیسا گناہ نہیں کرنا چاہیے تھا جو کہ حرام ہے بلکہ جم کر حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا، لیکن عورت مرد کے مقابل کمزور ہے اس لیے ہمت ہار گئی، عائشہ کی طرح نہ جانے ایسی کتنی اسلامی خاتون ہوں گی جو پریشان کن دور سے گزر رہی ہوں گی جن کی کہانی ہمارے سامنے نہیں ہے۔

ان تباہ کن حالات کو دیکھ کر ہم کب تک خاموش بیٹھے رہیں گے، کب تک فیس بک کر لکھ کر تبصرے کرتے رہیں گے، ان تبصروں اور فیس بک پر غم کا اظہار کرنے سے یہ معاشرہ برائیوں سے پاک نہیں ہوگا، ایک عورت شادی سے موت تک کتنے درد سہتی ہے، کبھی شوہر کی ظلم و زیادتی کا شکار ہوتی ہے، کبھی ساس کے طعنے اس کی زندگی کو اجیران بنا دیتے ہیں، شادی کے بعد سے ماں باپ، بھائی بہن کا برتاؤ بھی بدل جاتا ہے، گویا کہ ایک بوجھ تھا جو اتر گیا، رخصتی کے وقت سے اسے یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ اب سسرال ہی تمہارا گھر ہے، کتنی ہی پریشانی ہو شوہر کا گھر چھوڑ کر مت آنا، جس وقت شوہر کے گھر سے ظلم و زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے تو اس کے پاس بڑا قدم اٹھانے کے لیے علاوہ کوئی راستہ نہیں رہتا ہے، مائیکے کے دروازے تو پہلے ہی بند ہو چکے ہوتے ہیں۔

اگر ہم اپنے ارد گرد غور کریں تو ہمارے پڑوس میں کوئی گھر ایسا ضرور مل جائے گا جہاں عورت پر ظلم ہو رہا ہوتا ہے لیکن ہم اس ظلم کے خلاف کچھ بولنے کے بجائے سکوت

لیے ایک پورے خاندان کا آنا ان کی زبردست مہمان نوازی کرنا پھر دوسرے فریق کا جانا مگنی کی رسم اس میں لاکھوں کا خرچ یعنی شادی ہونے تک کافی رقم خرچ ہو جاتی ہے، پھر شادی میں ہونے والے اخراجات وہ تو بے شمار ہیں۔ شادی میں کئی قسم کے پکوان چار پانچ سولوگوں کی دعوت جہیز کی بڑھتی ہوئی مانگ نہ دینے پر طعن اور لڑکی کو ستائے جانے والے واقعات اسٹینڈک (کھڑے) ہو کر کھانا کھانے کا رواج ڈھول باجے کے ساتھ شادی کا پروگرام دولہا کو مہندی لگائے جانے کے وقت بے پردگی کا نظارہ رخصتی کے وقت سلامی جیسی بیہودہ رسم جس میں جوان لڑکیاں آکر دولہا سے مذاق کرتی ہیں۔

جوت چھپائی کی رسم

شادی میں کھانا کھاتے وقت مرد و عورت کا اختلاط بچوں کے برتھ ڈے پر فضول اخراجات اور گناہوں کا عظیم سیلاب، ایسے بے شمار گناہ ہیں جن پر ابھی سے قدغن نہیں لگایا تو پھر کسی کا گھر بھی اس طرح کی برائیوں سے محفوظ نہیں رہے گا دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چپراغ سے

اے چشم شعلہ بار! ذرا دیکھ تو سہی

یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

ان برائیوں پر کیسے کنٹرول کیا جاسکتا ہے اس کے لیے پورے ملک کے تمام اسٹیٹ کو شمار کر لیا جائے ہندوستان میں ۲۹ وفاقی ریاستیں اور سہ یونیو علاقے ہیں کل ملا کر ۳۶ ہونے، اب ان تمام ۳۶ ریاستوں کے شہروں سے مشہور اور با اثر علمائے کرام کی ایک مجلس بنائی جائے، ہر شہر کے قابل علماء کو یہ ذمہ داری دی جائے کہ آپ شہر سے وابستہ گاؤں، دیہات، تعلق کا معائنہ کریں کہ اس شہر کے تحت کتنے گاؤں آتے ہیں اور فلاں فلاں گاؤں میں کتنے علماء حفاظ موجود ہیں اس طرح سب کا تفصیلی تعارف جمع کیا جائے، ہر گاؤں کے علماء حفاظ کی ایک مجلس بنائی جائے اور ان کو مذکورہ برائیوں کے ختم کرنے کے لیے تیار کیا جائے، جہاں شادی میں غلط رسمیں پائی جائیں ان کا نکاح نہ پڑھایا جائے، ہو سکے تو نکاح نامے میں ایسی شرائط درج کر دی جائیں جس سے شوہر بیوی پر ظلم کرنے سے

پہلے کچھ سوچنے پر مجبور ہو جائے، پوری سال ہونے والے تمام کاموں پر تبادلہ خیال کرنے کے لیے ایک میٹنگ بلائی جائے جس میں شہر کے معزز علمائے کرام کی موجودگی میں اچھی طرح سے ہر کام کا جائزہ لیا جائے کہ اس سال ہم نے کتنے گاؤں، قصبہ، شہر میں فلاں فلاں برائی کا خاتمہ کیا، کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ مزید کام کریں، ہو سکے تو ہر شہر کا ایک بیت المال بنایا جائے جس میں مجلس کے تمام علماء و حفاظ سالانہ ایک ہزار روپے اپنی جانب سے پیش کریں ایک ہزار سالانہ ہر شخص دے سکتا ہے تاکہ اس رقم سے مختلف مواقع پر غریبوں کی امداد کی جاسکے، شادی میں لڑکی کے والدین کا تعاون کیا جائے، شہر کے علمائے کرام ایک دوسرے سے رابطے میں رہیں تاکہ اگر کسی قریبی شہر میں غلط رسم ہو رہی ہے تو اس کا خاتمہ کیا جاسکے، ہر جگہ کے ائمہ کرام کو مجلس کا اہم رکن بنایا جائے کیوں کہ نکاح کے معاملات ان کے سپرد ہوتے ہیں مزید مقتدیوں پر ان کی باتوں کا کافی اثر ہوتا ہے۔ ماہانہ کارکردگی لینے کے لیے ٹیلی گرام پر ایک گروپ بنالیا جائے کہ اس ماہ آپ کے شہر، قصبہ، گاؤں میں کتنی شادیاں ہوئیں اور کس طرح ہوئیں اور کیسے معاملات رہے۔ جو افراد کام کریں ان کی حوصلہ افزائی ہو، ہمت کریں ان شاء اللہ انقلاب آئے گا بس محنت کی ضرورت ہے، آج ہم نے محنت کر کے اس معاشرہ کو پاکیزہ بنالیا تو بڑھاپے میں ان شاء اللہ اس کا نتیجہ ہمیں ضرور نظر آئے گا۔

امید کرتا ہوں کہ تمام پڑھے لکھے حضرات ضرور تعاون کریں گے اور اپنے شہر سے بری رسموں کو ختم کرنے کے لیے کوشش کریں گے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری برائیاں ہیں جنہیں ہم محسوس کرتے ہیں لیکن کچھ کہ نہیں سکتے، لیکن جب مجلس بن جائے گی تو کام آسان ہو جائے گا سب سے پہلے شہر میں موجود علمائے کرام کی لسٹ بنائی جائے پھر شہر سے متعلق گاؤں کے علماء، حفاظ کی ایک مجلس بنائی جائے جو اپنی کارکردگی اپنے ذمہ دار کو پیش کریں۔

***اہم بات...** اس کام کا مقصد معاشرہ میں بے شمار برائیوں کا قلع قمع کرنا ہے، کسی طرح کی شہرت، حب جاہ، مال و دولت کا حصول کوئی غرض فاسد نہ ہو، اگر آپ میں خلوص ہے تو ان شاء اللہ آپ کی محنت ضرور رنگ لائے گی۔

عرفان خبر

علماء کی مانگ وسیم رضوی کو سخت سزا دی جائے

آج مورخہ ۱۵ مارچ بروز پیر بوقت ۲ بجے دن، جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مراد آباد میں پریس کانفرنس کا انعقاد ہوا لکھنؤ کے بدنام زمانہ شخص وسیم رضوی نے اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب قرآن مقدس کی توہین کی ہے اسکی ۲۶ آیتوں کو فتنہ و فساد کی بنیاد اور امن و شانتی کے لیے خطرناک بتاتے ہوئے ان آیتوں کو قرآن پاک سے نکلوانے کے لئے سپریم کورٹ آف انڈیا میں عرضی داخل کی ہے اس بد بخت انسان نے قرآن مقدس کی توہین کے ساتھ ساتھ خلفاء راشدین میں تین شخصیات کو بلا واسطہ اور دو خلفاء راشدین سیدنا امام علی ابن ابی طالب اور امام حسن ابن علیؑ پر بلا واسطہ تحریف قرآن جیسا سخت الزام لگا کر ان کی شان میں بھی توہین کی ہے۔

ایسے وقت میں ہمیں چاہئے کہ اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے ایک منظم اور متحد پلاننگ کے ساتھ زمینی سطح پر اس کا دفاع کریں۔ اسی تعلق سے آج جامعہ نعیمیہ دیوان بازار میں ایک پریس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں ضلع سطح پر کثیر تعداد میں مفتیان کرام، علماء کرام اور مدارس کے ذمہ داران حضرات نے شرکت فرما کر اپنے اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا۔ اس موقع پر سبھی علماء نے کہا کہ اس شیطان صفت انسان نے تمام مسلمانوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچائی اس لئے ہماری حکومت ہند سے اپیل ہے کہ اس پر قانونی کارروائی کرے اس سے سخت سے سخت سزا دی جائے۔ اس جلسہ کی صدارت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ایوب خان نعیمی نے فرمائی اور قیادت مفتی شہر مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب نے فرمائی اس موقع پر شرکت فرمانے والے مفتیان کرام اور علماء کرام نے دستخط بھی کئے۔

☆ جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم مراد آباد ☆

بتاریخ ۱۴ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۵ مارچ ۲۰۲۱ء بروز پیر کو جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم (گلڑیا معانی مراد آباد یوپی) میں، ناظم اعلیٰ جامعہ ہذا کی صدارت میں ایک اہم میٹنگ ہوئی، جس میں کثیر تعداد میں علاقے کے علماء نے شرکت کی، مردود شیطان، بدنام زمانہ وسیم رضوی نے اللہ رب العزت جل جلالہ کی مقدس کتاب قرآن پاک سے ۲۶ آیات کریمہ کے ربو، یعنی قرآن پاک سے ختم کرنے کی جو شیطانی بات کہی ہے، اس پر جمیع شرکاء علماء اہل سنت نے بیک زبان ملعون وسیم رضوی کی تکفیر و مذمت کا اعلان کیا اور مرکزی حکومت، ریاستی حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایسے بد بخت کو سلاخوں میں ڈال دیا جائے یا پاگل خانے میں ڈال دیا جائے۔ اس شیطان صفت وسیم رضوی کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان سخت غم و غصہ ہے جس سے قوم مسلم کے جذبہ کو شدید تکلیف پہنچی ہے۔

لہذا اس شیطان صفت، وسیم رضوی کو سخت ترین سزا دی جائے تاکہ دوسرے لوگوں کے لئے عبرت بن جائے۔

اختتام مولانا محمد عظمت رضا نعیمی دعا پر ہوا۔

شرکاء میٹنگ: مولانا محمد نفیس القادری امجدی حافظ وقاری ناظر رضوی حافظ وقاری عبدالرؤف

مولانا حامد رضا حافظ وقاری نسیم صاحب مولانا عصم صاحب

حافظ محمد قاسم رضا و دیگر علمائے اہلسنت نے شرکت کی۔

مکتبہ فیضانِ نوری



۵۵۵، شانقی نگر روڈ، بھینڈی، تھانہ مہاراشٹر ۴۲۱۳۰۲

ہمارے یہاں دینی و درسی کتابیں مناسب قیمت پر دستیاب ہے
اس کے علاوہ شادی بیاہ میں دینے کے لئے قرآن شریف مع
مچلی پیٹی، پارہ پیٹی نیز مصلی (جائے نماز)، عطریات، سرماجات
وغیرہ ملتے ہیں۔

رابطہ کے لئے: 9029151540



Designing By

RAZAUL MUSTAFA
NOORI AMJADI